بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

اسلامی سائنس روحانی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

طاہر نیوز ایجنسی ... والا ★ فون نمبر ... 637

سرپرست اعلیٰ

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

❖

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

❖

ایڈیٹر

وقار یوسف عظیمی

محرم ۱۴۲۲ھ	اپریل 2001ء	جلد 23 شمارہ 7	فی شمارہ 30 روپے

سب ایڈیٹر
جمیل احمد خان

سرکولیشن منیجر
محمد ناصر

* **اعزازی معاونین**
* سیدہ راشدہ عفت
* سعیدہ خاتون
* سہیل احمد

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	سالانہ 340 روپے
مشرقِ وسطیٰ اور عرب ممالک	سالانہ 800 روپے
ترکی۔مصر۔انڈونیشیا۔سری لنکا۔نیپال۔ایران۔برما	سالانہ 800 روپے
مالدیپ۔لنکادیپ۔بھارت۔بنگلہ دیش	سالانہ 800 روپے
ہالینڈ۔تھائی لینڈ۔چین۔نائیجیریا۔ملائیشیا۔جاپان	سالانہ 1000 روپے
آسٹریلیا۔نیوزی لینڈ۔امریکہ۔کینیڈا	سالانہ 1200 روپے

خط و کتابت کا پتہ

1-D,1/7 ناظم آباد کراچی 74600 پوسٹ بکس 2213۔فون نمبر: 6688931
فیکس: 6621037۔ای میل: roohani@azeemia.org

ایڈیٹر و پبلشر وقار یوسف عظیمی نے فرخ اعظم کے زیر اہتمام مکتبہ تاج الدین سے طبع کروا کر 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

کہکشاں

نور الٰہی نور نبوت ...... مسجد ایسا مرکز ہے جو مومن کی پوری زندگی کا محور ہے ...... ❖❖❖ 10

صدائے جرس ...... مرشد آدمی کے اندر حیوان سے انسان بننے کا شعور پیدا کرتا ہے ...... ❖❖❖ 12

دبستانِ خیال ...... معزز قارئین کرام کے گرامی نامے ...... قارئین کرام 18

رباعیات ...... علم حقیقی کے نور میں ڈوبی عارفانہ رباعیات ...... قلندر بابا اولیاءؒ 22

آبِ حیات ...... 2025ء تک دنیا کی نصف آبادی پینے کے صاف پانی سے محروم ہو سکتی ہے ...... جمیل احمد خان 25

یومِ عاشورہ کا پیغام ...... حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر خصوصی مضمون ...... منور شعور 37

گفت و شنید ...... معروف سائیکاٹرسٹ پروفیسر ڈاکٹر مسرت حسین سے گفتگو ...... منیر حسین صدیقی 43

آنکھ، گردہ اور دیگر اعضاء کا عطیہ ...... کیا قرآن و سنت کی رو سے اعضاء کی پیوندکاری جائز ہے؟ محمد اقبال جیلانی 51

عورت پر تشدد ...... قرآن و سنت اور ملکی قانون کی رُو سے عورت پر تشدد کی اجازت نہیں ...... خالد ریاض ایڈوکیٹ 55

معاشی خوشحالی۔ آپ کے دروازے پر ...... فینگ شوئی کے ذریعے اپنی معاشی حالت بہتر بنایئے ...... ایم ایچ خان 61

چھٹتی نہیں منہ سے یہ کافر ...... کسی بھی چیز کی لت کس طرح پڑ جاتی ہے۔ سائنسی جائزہ ...... سید اسد علی 67

ڈپریشن اور آپ ...... ڈپریشن سے محفوظ رہنے کیلئے قرآن اور سیرت نبوی ﷺ سے رہنمائی ...... رخسانہ کوثر 73

ناکامی سے کامیابی ...... ناکامی کامیابی کی کنجی ہے ...... احسن عظیم محامد 81

نیا مہمان ...... ماں بننے والی خواتین کے لئے بطورِ خاص ...... شہناز بخاری 85

بزنس ایڈمنسٹریشن ...... بزنس ایڈمنسٹریشن میں ترقی کے روشن مواقع موجود ہیں ...... محمد توحید خان 91

اسلام، سائنس اور تہذیب ...... اسلامی سائنس کا معرکۃ الآراء تذکرہ ...... سلیم آفاقی 99

ایوانِ فکر ...... جہیز کی لعنت کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے؟ ...... ❖❖❖ 101

حیرت کدہ ...... ناقابلِ فراموش واقعات اور ان کی روحانی توجیہہ ...... ❖❖❖ 107

ماڻھ ...... تھر کی حالیہ صورتحال کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا معاشرتی افسانہ ...... ابو وردہ 113

قندیل ...... لوحِ محفوظ کی ایک ایسی کہانی جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جا رہی ہے ...... سعیدہ خاتون 117

ذوقِ آگہی ...... علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت ...... منیر حسین کیفؔ 127

دنیا کے پہلے مؤذن ...... عاشقِ رسول ﷺ حضرت بلالؓ کا ایمان افروز تذکرہ ...... سید نعمان ظفر عالم 135

دھوبن کا لڑکا ...... محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی بیان کردہ ایک حکایت ...... ممتاز علی میمن 139

انتخاب ...... بڑے فائدے کے لئے چھوٹے فائدے کو قربان کیا جا سکتا ہے ...... کوثر معین رضوان 144

منارۂ نور ...... نورانی لوگوں کی روشن حکایتیں ...... ❖❖❖ 145

میرا پیغام ہے ...... مختلف لوگوں کے نام قارئین کرام کے پیغامات......	قارئین کرام	......	148
قرآنی انسائیکلوپیڈیا ...... قرآنی الفاظ اح، اخت اور اخدود کا جائزہ......	ادارہ	......	149
روحانی سوال و جواب ...... قرآن میں جوڑے جوڑے سے کیا مراد ہے؟ روح کا جوڑا کیا ہے؟......	الشیخ عظیمی	......	153
حاصلِ مطالعہ ...... قارئین کرام کے پسندیدہ فکری اقتباسات......	مرتبہ: دانش علی		157
ایک ادیب ایک تعارف ...... بامقصد شاعری کے داعی۔ اقبال خاور......	احتشام الحق	......	159
ادب نامہ / یادِ رفتگاں ...... ادبی سرگرمیوں کی روداد اور اساتذہ کا مختصر تعارف......	سحر تاب رومانی	......	161
قندِ سخن / قرینہ خیال ...... ادب و سخن سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے بطورِ خاص......	❖❖❖	......	163
گوشہ کتب ...... عورت/ اعجاز مقدس کا روحانی سفر/ متاعِ فکر نامی کتب پر تبصرہ......	یوسفی	......	165
شوخیٔ تحریر ...... اردو ادب کے شوخ فن پاروں سے دلچسپ انتخاب......	مرتبہ: نعمان ظفر		167
ریکی ...... کائناتی توانائی کے ذریعے شفاء کا حصول......	ابنِ غیور	......	169
گردوں کے امراض ...... گردوں کے امراض کا آسان گھریلو علاج......	شاہ عالم	......	173
تادیر جوان رہئے ...... سدا بہار شباب اور دلکشی کے لئے آسان نسخے......	محمد فرخ خان	......	177
دمہ اور کھانسی ...... دمہ اور کھانسی کا آسانی سے دستیاب اشیاء کے ذریعے علاج......	رضیہ سلطانہ	......	179
بیر ...... موسم بہار کا مشہور پھل......	نصر عباسی	......	181
کلونجی ...... حدیث نبوی ﷺ ہے کہ "کلونجی میں موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے"......	شرجیل بٹ	......	183
دسترخوان ...... خواتینِ خانہ کے لئے مزیدار کھانوں کی تراکیب اور آسان کچن ٹپس......	مرتبہ: فرحت صدیقی		185
ہاتھ اور پیر خوبصورت بنائیے ...... وہ بھی گھریلو اشیاء کے ذریعے......	صدف قمر	......	187
جہاں نما ...... دلچسپ عالمی واقعات اور سائنسی پیش رفت پر مبنی سلسلہ......	مرتبہ: حسن احمد شیخ		191
معلوماتِ عالم / اس ماہ کے بہترین مضامین ...... مقبولِ عام انعامی سلسلے......	ادارہ	......	193
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ ...... بچوں کے لئے خصوصی کہانیاں......	مرتبہ: محمد ذیشان خان		195
انعامی مقابلوں کے نتائج ...... انعام یافتگان اسماء رانی۔ شہداد پور / حامد اشفاق ضیاء۔ منڈی بہاؤالدین......	ادارہ	......	203
روحانی ینگ رائٹرز کلب ...... نوجوان قلم کاروں کا ہمہ رنگ گلدستہ......	ادارہ	......	205
افق ...... روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد......	ادارہ	......	211
محفل مراقبہ ...... ان خواتین و حضرات کے نام جن کے لئے محفل مراقبہ میں اجتماعی دعا کی گئی......	ادارہ	......	221
کیفیاتِ مراقبہ ...... مراقبہ کے دوران پیش آنے والی روحانی واردات و کیفیات......	❖❖❖	......	227
روحانی ڈاک ...... لاعلاج امراض اور پیچیدہ نفسیاتی و روحانی مسائل کا حل......	خواجہ شمس الدین عظیمی		233

Scanned with CamScanner

نورِ الٰہی نورِ نبوت

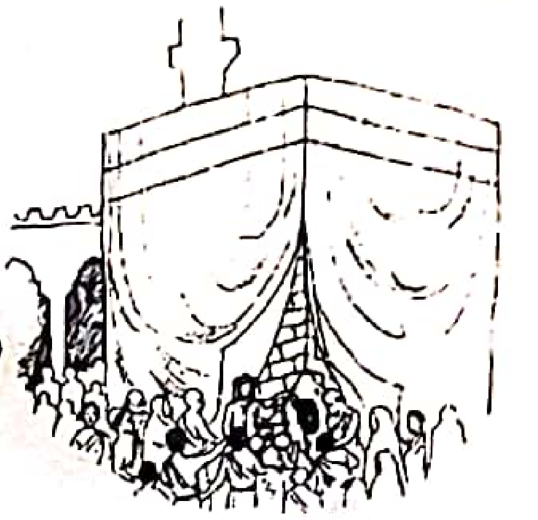

''اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کی خشیت اختیار نہیں کرتے تو قریب ہے کہ یہی لوگ ہدایت والوں میں ہوں''۔(سورہ توبہ)

''ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام''(سورہ نور)

اللہ کی نظر میں روئے زمین کا سب سے زیادہ بہتر حصہ وہ ہے جس پر مسجد کی تعمیر کی جائے۔ قیامت کے ہیبت ناک دن جب کہیں کوئی سایہ نہیں ہوگا، خدا اپنے اس بندے کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا جس نے کوئی مسجد تعمیر کی ہے۔

مسجد کی حفاظت اور خدمت کیجئے اور اس کو آباد رکھئے۔ مسجد کو کبھی بھی ضد اور اختلاف کی جگہ نہ بنائیے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں منافقین نے اپنی مسجد الگ بنالی تھی جس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا تھا۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس تخریبی طرزِ عمل کی پرزور مذمت فرمائی ہے۔

''اور جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی کہ مومنوں کو نقصان پہنچائیں اور کفر کریں اور تفرقہ کو فروغ دیں اور اللہ اور رسول سے لڑنے والے کو پناہ دیں اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا''۔(سورہ توبہ)

فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کیجئے کیونکہ مسجد ایک ایسا مرکز ہے جس کے گرد مومن کی پوری زندگی گھومتی ہے۔ مسجد میں سکون سے بیٹھئے اور دنیا کی باتیں نہ کیجئے۔ مسجد میں اونچی آواز میں بات کرنا، شور مچانا، ہنسی مذاق اڑانا، کاروباری زندگی کے متعلق باتیں کرنا، ایسی باتیں کرنا جن میں

دنیاوی آلائشیں شامل ہوں مسجدوں کی بے حرمتی ہے۔ مسجد ایک ایسا مقدس مقام ہے جہاں صرف خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔

جس طرح آدمی کا ہر دوسرے آدمی پر حق ہے اسی طرح مسلمانوں پر مسجدوں کا حق ہے اور وہ حق یہ ہے کہ مسجد کا احترام کیا جائے اور یہ کہ وہاں اپنے خالق اللہ کے سامنے بندہ سر بسجود ہو۔ مسجد کا حق یہ ہے کہ آپ اس میں نماز قائم کریں، اللہ کا ذکر کریں تا کہ آپ کو اطمینانِ قلب نصیب ہو۔ نہایت ادب واحترام اور ترتیل کے ساتھ کلام پاک کی تلاوت کریں۔ مسجد کو ہدایت، رہنمائی اور بصیرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "ایک دور آئے گا جب مسجدیں آباد تو ہوں گی مگر بصیرت وہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی"۔

خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنے گھروں کی طرح مسجد کی زینت کا بھی خیال رکھیں۔ امکان بھر کوشش کریں کہ مسجد سے ان کا ذہنی تعلق قائم رہے۔ ہوشیار بچوں کو ان کے بڑوں کے ساتھ مسجد میں بھیجیں تا کہ بچوں میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق ایک اللہ کی بندگی اور اطاعت کا شوق پیدا ہو۔

نماز باجماعت میں صف بندی کا خاص خیال رکھیں۔ صفیں سیدھی ہوں اور لوگوں کے درمیان خلاء نہ ہو اس سے اجتماعیت کا تاثر ابھرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نماز میں صفوں کو برابر کیا کرو کیونکہ صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا بھی اقامتِ صلوٰۃ کا جزو ہے"۔

نمازِ باجماعت میں امام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ قرأت کو غیر معمولی طول نہ دے کیونکہ بعض کمزور اور لاغر مقتدیوں کے لئے یہ بارِ خاطر ہوسکتا ہے۔ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ خدا میں صرف فلاں شخص کی وجہ سے نمازِ فجر میں شریک نہیں ہوتا کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سخت انداز میں فرمایا "تم میں سے بعض لوگ نمازیوں کو دور بھگانے والے ہیں۔ تم میں سے جو کوئی بھی صلوٰۃ قائم کروائے اس کے لئے لازم ہے کہ مختصر کرے کیوں کہ ان میں ضعیف کمزور بھی ہوتے ہیں بوڑھے بھی اور ضروریات والے بھی"۔

چھوٹا بچہ جب پیروں چلتا ہے..... تو اُس کے شوق معصوم بچوں سے الگ ہوتے ہیں۔
پیروں چلتے چلتے جب وہ دوڑنے اور چھلانگیں لگانے کے قابل ہو جاتا ہے تو شوق بدل جاتا ہے۔ کبھی وہ درخت پر چڑھتا ہے..... درخت پر سے چھلانگ لگا دیتا ہے..... کبھی چھت پر چڑھ جاتا ہے..... ایک چھت سے دوسری چھت پر کودنا اُس کا مشغلہ بن جاتا ہے.....
کچھ بچوں کو کبوتر اُڑانے کا شوق ہو جاتا ہے..... کچھ بچے خرگوش پالتے ہیں اور کچھ بچے بکری سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

عام بچوں کی طرح میں بھی ایک بچہ تھا، مجھے بکریاں پالنے کا شوق تھا..... میرے پاس جو بکری تھی وہ بَرّی یا بربری بکری تھی..... بربری بکری اُسے کہتے ہیں جس کے سینگ برائے نام ہوتے ہیں اور اُس کی جلد پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ بکری مجھ سے اتنی مانوس تھی کہ وہ سخت سردی میں چارپائی پر میرے ساتھ سوتی تھی اور اس طرح سوتی تھی کہ اُس کا منہ میرے منہ کے ساتھ ہوتا تھا اور اُس کا ایک ہاتھ میرے سینے پر رکھا ہوتا تھا..... ہم دونوں دوست لحاف اوڑھ کر سوتے تھے۔ وہ اتنی پاکیزہ اور سلیقہ شعار تھی کہ

اُس نے کبھی بستر کی چادر خراب نہیں کی۔ جب کہ میں نے اُسی زمانے میں سنا کہ بچے بستر میں پیشاب کر دیتے ہیں۔

اللہ نے بکری کی گود بھر دی اور اُس نے دو بچے جنم دیے..... بچے بھی بہت خوبصورت تھے۔ جب وہ ماں بن گئی تو اُس نے میرے پاس سونا چھوڑ دیا..... اب وہ اپنے بچوں کے پاس رہتی تھی..... انہیں دودھ پلاتی تھی اور جب وہ دیکھتی کہ بچے میلے کچیلے ہیں تو زبان سے چاٹتی تھی یعنی اُنہیں نہلاتی دُھلاتی تھی۔

بڑوں کا کہنا ہے کہ آدمی حالات کے ہاتھ میں کھلونا ہے..... حالات جس قسم کی چابی بھر دیتے ہیں آدمی اُسی حساب سے چلتا پھرتا ہے۔ غمگین ہوتا ہے یا خوش ہوتا ہے۔ چابی بھی دو طرح کی ہوتی ہے کبھی کھلونا Reverse چلتا ہے..... کبھی کھلونا سیدھا چلتا ہے..... کبھی کھلونے میں جھٹکے لگتے ہیں..... کبھی کھلونا تیز رفتار دوڑتا ہے..... چابی ختم ہو جاتی ہے تو کھلونا ٹھہر جاتا ہے۔

اسی طرح آدمی کے اندر بھی چابی بھری ہے جب تک چابی بھری رہتی ہے وہ چلتا ہے..... اور چابی ختم ہونے پر رُک جاتا ہے..... اس طرح رُک جاتا ہے کہ اُسے کوئی چلا نہیں سکتا.....

حالات اس طرح ہو گئے کہ بکری کی جُدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا اور میں اپنی بکری کو مع اُس کے اہل و عیال، ایک ریوڑ میں چھوڑ آیا۔ کئی سال گذر گئے بکری کی یاد قصۂ پارینہ بن گئی..... لیکن ساتھ ساتھ بکری کی نسل چلتی رہی..... اور یہ نسل ایک ریوڑ بن گیا.....

پھر حالات پلٹے..... جہاں یہ ریوڑ رہتا تھا وہ بستی اُجڑ گئی چرواہا نا معلوم ہو گیا..... اور یہ بستی آہستہ آہستہ جنگل میں تبدیل ہو گئی..... جنگل میں جہاں بکریاں تھیں وہاں یہ

بکریاں بھی رہنے لگیں۔ بکریاں خوش باش کھاتی پیتی تھیں..... ساتھ چرتی تھیں..... ایک ساتھ پانی پیتی تھیں.....

ایک روز بکریاں درختوں کے پتے چر رہی تھیں..... دو ٹانگیں زمین پر تھیں دو ٹانگیں درخت پر تھیں کہ بکری کو شیر کا ایک بچہ نظر آیا..... بکری نے اُس بچے کو غور سے دیکھا۔ اُس کے اندر مامتا کے جذبے نے کروٹ لی..... اُس نے سوچا کہ ابھی شیر کی ماں آئے گی اور اپنے بچے کو لے جائے گی..... صبح سے دوپہر ہوئی..... دوپہر سے شام ہوئی اور شام سے رات ہوگئی..... شیر کے بچے کی ماں نہیں آئی.....

بکری کو فکر لاحق ہوگئی..... کہ یہ چھوٹا سا بچہ کہاں جائے گا..... کیا کرے گا اور یہ بھوکا بھی تو ہوگا..... بکری آگے بڑھی اُس نے شیر کے بچے کو مامتا سے سونگھا۔ بچہ حیران و پریشان بکری کو دیکھتا رہا..... اُٹھنے کی کوشش کی تو اُس سے اُٹھا نہ گیا.....

بکری میں چونکہ ماں کی مامتا جاگ چکی تھی اس لئے اُس نے اپنا تھن شیر کے بچے کے سامنے کردیا..... شیر کے بچے کو جب دودھ کی خوشبو آئی..... تو اُس نے تھن چوسنا شروع کردیا..... اور خوب سیر ہو کر دودھ پی لیا..... بکری نے اُسے اُٹھایا اور اپنے ساتھ لے گئی۔

شیر کا بچہ بکریوں میں رہتا رہا..... اُس کی نشوونما ہوتی رہی اور وہ بڑا ہوگیا..... شیر کا بچہ بکریوں کے ساتھ صبح سے شام تک پھرتا رہتا تھا اور اُنہی کے ساتھ اُس کا کھانا پینا تھا..... شیر بکریوں کی برادری کا ایک فرد بن گیا.....

حالات نے پھر رُخ بدلا..... ایک روز شیر شکار کے لئے کچھار سے نکلا..... اُس نے بکری کو شکار کرنے کا ارادہ کیا۔ شیر نے دیکھا کہ شیر بکریوں کے ساتھ گھوم رہا ہے۔ شیر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا اور اُس نے بار بار آنکھیں کھولیں..... بند کیں.....

اور جب اُس کو اِس بات کا یقین ہو گیا..... کہ بکریوں کے گلے میں ایک شیر بکریوں کی طرح زندہ ہے تو اُس کو بہت غصہ آیا اور وہ زور سے دھاڑا..... اتنی زور سے کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے خوف سے اُڑ گئے..... جنگل میں چرندے سہم گئے.....

شیر نے بہت تیزی کے ساتھ دوڑ کر بکریوں پر حملہ کیا تو بکریوں نے اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا شروع کر دیا شیر پیچھے دوڑتا رہا اور اُس نے شیر کے بچے کو پکڑ لیا.....

سہمے ہوئے خوف زدہ شیر کو اپنی کچھار میں لے گیا اور اُس کو بتایا کہ تو بکری نہیں شیر ہے..... لیکن شیر کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ شیر ہے.....

شیر نے اُسے سخت سست کہا..... اُس کو غیرت دلائی..... شیر کی بہادری کے قصے سنائے..... لیکن بکریوں میں رہنے والے شیر کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔

شیر نے تفکر کیا کہ اسے کس طرح یقین دلایا جائے کہ یہ شیر ہے۔

شیر اُسے ایک تالاب پر لے گیا..... تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر اُس نے شیر سے کہا کہ پانی میں دیکھ..... اُس نے دیکھا کہ پانی میں دو شیر ہیں۔ اب شیر نے "بکری شیر" سے کہا..... دیکھ! غور سے دیکھ! تیری شکل اور میری شکل ایک جیسی ہے تیری شکل بکری جیسی نہیں ہے.....

شیر کو آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر اپنے شیر ہونے کا یقین آگیا..... شیر نے بکری شیر کو بولنا سکھایا..... وہ جب بولا تو اُس کی آدھی آواز بکری کی تھی اور آدھی آواز شیر کی تھی..... تو شیر دھاڑا..... اور "بکری شیر" کو دھاڑنا سکھایا..... نتیجے میں شیر جو بکریوں کے ساتھ پھرتا تھا..... اُس میں شیر کی خصوصیات بیدار ہو گئیں..... اور وہ شیروں کی طرح سوچنے لگا.....

قارئین..... یہ ایک کہانی ہے جو آپ نے پڑھی جس طرح ہر شے کے دو رُخ ہوتے

ہیں اس کہانی کے بھی دو رُخ ہیں.....

کہانی کا ایک رُخ یہ ہے کہ آپ نے کہانی پڑھی..... کہانی پڑھ لی اور نتیجہ کوئی مرتب نہیں ہوا.....

کہانی کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ اس کہانی سے تاثرات کیا قائم ہوئے ؟..... اور نتیجہ کیا مرتب ہوا؟!!؟.....

جس طرح شیر اور بکری میں نسلی اور صفاتی فرق ہے..... اُسی طرح آدمی اور حیوانات میں نسلی اور صفاتی فرق ہے..... شیر نے یا بکری نے شیر کے بچے کے ساتھ جو کچھ کیا..... دونوں حالتوں میں شیر کے بچے نے اُستاد سے سیکھا.....

جب شیر کا بچہ "بکری اُستاد" کی شاگردی میں آیا تو وہ بکری کی طرح زندگی گزارنے لگا.....

اور جب اُس کا اُستاد شیر بن گیا تو بکریوں میں رہنے والا شیر..... شیر بن گیا.....

دنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں..... اُن کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح ہیں.....

جب اُن بھیڑ بکریوں کے گلّے کو کوئی اُستاد مل جاتا ہے تو آدمی اُسی صفات کا حامل ہو جاتا ہے..... اور جب تک اُستاد نہیں ملتا انسان آدمیت کے خول میں بند رہتا ہے.....

مرشد کی ذات شیر کی طرح ہے.....

مرشد کے قریب رہنے والے لوگ بھیڑ بکریوں کے گلّے کی طرح ہیں..... مرشد کا کام یہ ہے کہ وہ بھیڑ بکریوں کے گلّے میں سے کسی فرد کو الگ کر کے اُس کے اندر اُن صفات کو بیدار کر دیتا ہے جن صفات کی بنیاد پر آدمی انسان بنتا ہے.....

اور انسان ہی اللہ کی بہترین صناعی ہے.....

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

اشکوں سے اپنے کیجئے مدحت رسولؐ کی
جی بھر کے لوٹ لیجئے رحمت رسولؐ کی

دل کے چمن کو جس نے سجایا دُرود سے
گھر بیٹھے اس کو ہوگئی زیارت رسولؐ کی

ذہنوں کی سرحدوں پہ ہی موقوف کچھ نہیں
ہر دل پہ ہورہی ہے حکومت رسولؐ کی

ہم جیسے بد نصیب ہیں رحمت سے فیضیاب
اللہ کا کرم ہے، عنایت رسولؐ کی

مجھ کو نہیں ہے دولت و ثروت کی ضرورت
کافی ہے مجھ غریب کو نسبت رسولؐ کی

ہوجاتا مر کے خاک تُو انجم مگر تجھے
زندہ کئے ہوئے ہے محبت رسولؐ کی

(انجمؔ رحمانی۔ کراچی)

دبستانِ خیال

دبستانِ خیال میں خط لکھنے والے کرم فرما خواتین و حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے خطوط اس طرح سپردِ ڈاک کریں کہ ہمیں مہینے کی پندرہ تاریخ تک موصول ہو جائیں۔

......روحانی ڈائجسٹ کے بعض شمارے نظر سے گزرے، محسوس ہوا کہ آپ ایک مشن کے تحت کام کر رہے ہیں اور بڑی استقامت کے ساتھ اس مشن سے وابستہ ہیں، روحانی دنیا سے میرا تعلق عقیدت کی حد تک ہے، بلاشبہ یہ ایک لامتناہی جہان ہے، بڑے حوصلے اور قسمت والے ہیں وہ لوگ جو ان تجربات سے گزرتے ہیں اور لائق تقلید ہیں وہ لوگ جو ان تجربات کو بیان کرنے کا حوصلہ پاتے ہیں۔ خوشی یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے فیوضات و ارشادات کو نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ جب بھی فرصت ملی اس رسالے کے لئے کچھ تحریر کروں گا۔ نیا تعلیمی سیشن شروع ہوا ہے اس لئے فراغت کے لمحات ناپید ہیں۔

میں محترم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی ہمت کو داد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ پروردگارِ عالم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے انہیں مزید خدمتِ خلق اور خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی۔ وائس چانسلر، محی الدین اسلامک یونیورسٹی، آزاد کشمیر)

......مارچ کے شمارے میں محمد اقبال جیلانی نے اپنے مضمون "سنتِ ابراہیمی" میں بہت اہم نکتے کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن کئی اہم پہلوؤں کی نشاندہی شاید اختصار کی وجہ سے نہ ہو سکی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ معاشرے میں رائج قربانی کے حوالے سے یہ نظریہ کہ محض مویشی ذبح کر کے قربانی کے عمل کی تکمیل ممکن ہے، میرے خیال میں شاید مکمل طور پر درست نہیں...... یہ طریقہ کار تو اب STATUS SYMBOL بن چکا ہے اب لوگ فیشن اور دکھاوے کے لئے قربانی کرتے ہیں اور قربانی کا گوشت ڈیپ فریزر میں جمع کر کے مہینوں استعمال کرتے ہیں۔ 8 سے دس ہزار کی گائے قربان کرنے والے اکثر لوگ اتنی سی قربانی نہیں دے سکتے کہ بقر عید کے بعد 50 روپے سوئیپر کو دے کر اپنی ہی گلی کی صفائی کروادیں۔ معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اپنے محلے کے کسی غریب یتیم نوجوان کو تعلیم دلوانے یا ایسی ہی کسی لڑکی کی شادی کے لئے شاید کسی کی جیب سے دھیلا نہیں نکلے گا، لیکن بقر عید پر بکروں کی جوڑی ضرور خریدی جائے گی کہ سنت ادا ہو سکے۔

میں یہ سوال کرتا ہوں کہ فرض اور سنت کی ادائیگی کو کیا ہم نے اپنی نفسانی خواہشات تک محدود کرلیا ہے؟ کیا یہ فرض اور سنت نہیں کہ پڑوسی کی خبر گیری کی جائے اور پریشانی میں مبتلا پڑوسی کی مدد کی جائے۔ ہمارے اکثر مذہبی رہنماؤں کا کردار بھی سخت افسوس ناک ہے ان میں سے بعض تو جائے اس کے کہ درست سمت میں لوگوں کی رہنمائی کریں الٹا خواہشاتِ نفس کی تسکین کے لئے راستے نکالتے ہیں۔ میری نظر سے ایک پمفلٹ گزرا جس میں یہ تحریر تھا کہ جو فرد مویشی کی قربانی نہیں کررہا ہے وہ عیدالاضحیٰ کی نماز نئے کپڑوں میں ادا کرے۔ نہ سر میں تیل ڈالے، نہ کنگھا کرے، نہ سُرمہ لگائے، نہ غسل کرے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد پھر غسل کرکے تیار ہو۔ اس لئے کہ اس نے جانور کی قربانی نہیں کی...... اس طرز کی تبلیغ سے اب یہ حال ہوگیا ہے کہ لوگ سفید پوشی کا بھرم رکھنے کے لئے سال بھر کمیٹیاں ڈالتے ہیں۔ بہت سے ضروری اور اہم کاموں کو ترک کر کے پیسے بچاتے ہیں پھر بقر عید پر جانور خرید کر ذبح کرتے ہیں۔

(ڈاکٹر ایم اے صدیقی۔ کراچی)

......بابا فرید گنج شکرؒ کے بارے میں یہ پڑھا کہ وہ کئی زبانوں کے ماہر اور مادّی علوم پر دسترس رکھتے تھے تو کچھ حیرت ہوئی۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ اللہ والے وہ ہوتے ہیں جنہیں دنیا اور دنیاوی علوم سے کوئی مطلب نہ ہو۔ جس دوست کے متعارف کرانے پر روحانی ڈائجسٹ خریدا تھا اس نے کئی صوفیوں کے بارے میں بتایا کہ یہ سب مادّی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے علم پر بہت زور دیا ہے جب ہمارا یہ یقین ہے کہ صوفیاء کرام ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں تو اس انتہائی اہم موضوع یعنی علم میں کس طرح پیچھے رہ سکتے ہیں۔ اب میں یہ بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ اللہ کے دوست کوئی ماورائی مخلوق نہیں بن جاتے بلکہ اس دنیا میں دنیا کے تقاضوں کے مطابق ہی زندگی گزارتے ہیں۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے خالق اللہ

رباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

اب دیکھنا کیا ہے کربلا کے اندر
سب دیکھ لیا جو تھا بقا کے اندر
افلاک سے ہوتی ہیں بلائیں نازل
شاید کوئی دنیا ہو فنا کے اندر

مے خانہ کے گوشے سے نمایاں مہتاب
سایہ میں خم و سبو کے میکش ہیں خراب
ساغر میں نظر آتا ہے سارا عالم
معلوم یہ ہوتا ہے ہستی ہے شراب

اچھی ہے بُری ہے دہر فریاد نہ کر
جو کچھ کہ گزر گیا ہے اسے یاد نہ کر
دو چار نفس عمر ملی ہے تجھ کو
دو چار نفس عمر کو برباد نہ کر

پتھر کا زمانہ بھی ہے پتھر میں اسیر
پتھر میں ہے اُس دور کی زندہ تصویر
پتھر کے زمانہ میں جو انساں تھا عظیم
وہ بھی تھا ہماری ہی طرح کا دلگیر

والدین، اساتذہ، آٹھویں جماعت سے
بارہویں جماعت تک کے طلبہ و طالبات کے لئے

معلم

ارکانِ اسلام کے موضوع پر ایک معلوماتی کتاب

روحانی ڈائجسٹ کے ایڈیٹر وقار یوسف عظیمی
کے قلم سے

اس کتاب میں .... کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج و عمرہ کے ارکان کی آسان انداز میں سائنسی اور روحانی تشریح کی گئی ہے۔

پوری کتاب گفتگو کے انداز میں مرتب کی گئی ہے، افہام و تفہیم کے کئی مقامات پر
روحانی اسکالر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب
بھی شریکِ گفتگو رہے ہیں۔

کتاب "معلم" دو جلدوں میں شائع کی جارہی ہے۔
پہلی جلد کے موضوعات میں انبیاء کرام کی تعلیمات، کائنات کی تخلیق کے فارمولوں کی دستاویز۔۔ قرآن، ایمان مفصل، کلمہ طیبہ، پانچ وقت کی نماز، جمعہ اور عیدین کی نماز، مسافر کی نماز، نمازِ جنازہ، نمازِ تراویح شامل ہیں۔

وقار یوسف عظیمی نے کتاب "معلم" بنیادی طور پر آٹھویں جماعت سے بارہویں جماعت کے طلبہ و طالبات کو مدنظر رکھ کر تحریر کی ہے۔ تاہم کتاب میں فراہم کی جانے والی معلومات کی بناء پر توقع ہے کہ یہ کتاب سینئر طالب علموں اور والدین کے لئے بھی استفادہ کا ذریعہ بنے گی۔

اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں یا ہمیں لکھیں
مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 1-D,1/7 ناظم آباد، کراچی - فون: 6688931

انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

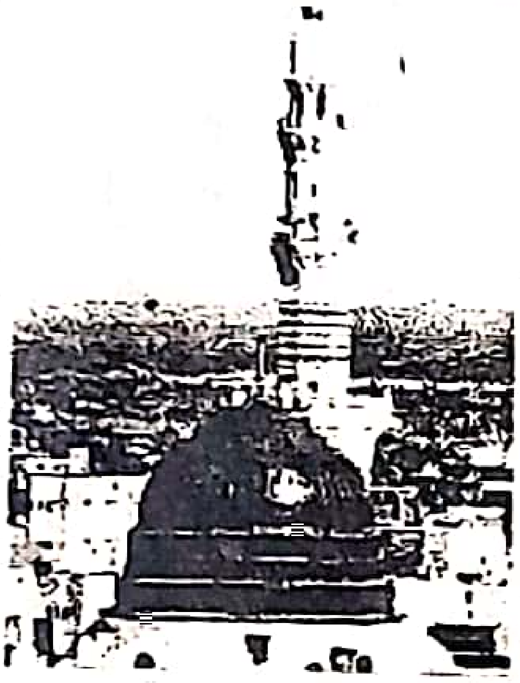

سائنس وٹیکنالوجی اور مواصلات کی ترقی نے زندگی کو نہایت برق رفتار بنا دیا ہے۔ فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ وسیع وعریض دنیا گلوبل ولیج بن گئی ہے۔ جو فاصلہ ماضی میں مہینوں کے دشوار گزار عرصے میں طے ہوتا تھا اب چند گھنٹوں میں نہایت آرام دہ نشست کے ساتھ طے ہو جاتا ہے۔ تہذیب کے ہر ڈھب کو سائنسی حیثیت دے دی گئی ہے یوں معاشرت سوشل سائنس، اخلاقیات ایتھکس، سیاست پولیٹکل سائنس اور طب میڈیکل سائنس کی شکل اختیار کر چکی ہے ساتھ ہی مختلف علوم کی بے شمار شاخیں وجود میں آ چکی ہیں۔ علم کی اس ہوشربا ترقی نے انسانی شعور کو بالغ نظری اور مستقبل میں مزید ترقی کرنے کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کر دی ہے۔

لیکن..... چودہ سو سال پہلے تہذیبی فاصلے اس قدر زیادہ تھے کہ دنیا کے ایک کونے پر رہنے والا فرد دوسرے سرے پر رہنے والے کے نام، زبان اور طرزِ معاشرت سے ہی ناواقف رہتا تھا اسی لاعلمی میں اس کی کئی نسلیں گزر جاتی تھیں۔ جزیرہ نمائے عرب، جنوبی فلسطین اور جنوبی عراق میں انتشار کی کیفیت طاری تھی۔ خصوصاً عربوں میں اکائی کا تصور معدوم تھا اور خودسر خانہ بدوش قبائل میں خانہ جنگیاں ہی رہا کرتی تھیں۔ عمرانی حیثیت، تقسیم وگردشِ دولت، تہذیب وتمدن اور معاشرت کے اصولوں سے وہ لوگ کوسوں دور تھے۔ یعنی ترقی کی کوئی بنیاد انہیں میسر نہ تھی۔

ایسے معاشرے میں انسانِ کامل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے صدائے توحید بلند کی۔ نوعِ انسانی کے سامنے ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات پیش کیا جو انسان کی انفرادی اور معاشرتی ہر ضرورت کی تکمیل اور ہر راستہ پر مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ اس ضابطہ حیات پر عمل کر کے محض چند سال کے قلیل عرصہ میں وہ قوم جس کے پاس کوئی نظریاتی اور علمی بنیاد نہ تھی، علم ودانش کی پیشرو اور پیشوا بن گئی۔

انسانِ کامل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی بدولت جاہلیت میں گھری عرب قوم میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ اس نے دنیا بھر پر علمی برتری قائم کر لی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام نے اسلام کے پرکشش اور آفاقی پیغام کو جزیرہ نمائے عرب سے دنیا بھر کے دور دراز حصوں تک پھیلا دیا اور اسلامی سلطنت لاکھوں مربع کلومیٹر تک وسیع ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات آج بھی ہمارے پاس ہیں اور ان تعلیمات کے نفاذ کے لئے اب تو جدید سہولیات بھی میسر ہیں لیکن اس کے باوجود

بحیثیت مسلمان ہماری علمی، اقتصادی، معاشرتی پسماندگی کی کیا وجوہات ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہر دور میں نوعِ انسانی کو مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں.....

ان تعلیمات کے ذریعے ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں

سوال یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان قوم ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

رسول اللہ ﷺ کی مبارک ہستی کے ذکر آپ ﷺ کی تعلیمات، موجودہ دور میں ان بابرکت تعلیمات کے عملی نفاذ کے موضوعات پر مشتمل روحانی ڈائجسٹ کا خاص نمبر "انسانِ کامل ﷺ نمبر" جون 2001ء میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جو مضمون نگار خواتین وحضرات اس خاص نمبر میں علمی تعاون کے خواہشمند ہوں ان سے گذارش ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے کسی بھی پہلو پر اپنی تحریریں / نعتیہ کلام 20 اپریل 2001ء تک ہمیں ارسال فرما دیں۔ منتخب تحریریں اس خاص نمبر میں شاملِ اشاعت ہو سکتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

سرِ نہاں است حسینؓ

جہاں و جانِ جہاں است حسینؓ
عیاں و سرِ نہاں است حسینؓ

مقامِ سوز و بیاں است حسینؓ
نشانِ عزمِ دواں است حسینؓ

جہاں را درسِ وفاداد کہ رفت
جبل رفیع نشاں است حسینؓ

بتولؓ، سبط نبیؐ است دِلقرارِ علیؓ
مقامِ فخرِ جہاں است حسینؓ

اے دشتِ کرب و بلا حیف ترا
چمیدہ خونِ جہاں است حسینؓ

بداں کہ کیست آں مقام حسینؓ
بخواں کہ لفظ قراں است حسینؓ

مگو! کہ ماءِ فرات است شراب
تپیدہ، تشنہ رواں است حسینؓ

جہاں را درد اشکبار کند
مدام سوزو فغاں است حسینؓ

حق نواز خلیلؔ

یومِ عاشورہ کا پیغام

ظلم و تشدد سے گریز، ضبط و تحمل، میانہ روی، انسان دوستی، صبر اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا یومِ عاشورہ کا پیغام ہے۔

موجودہ حالات کے تناظر میں لکھی گئی تحریر

منور شعور

یوم عاشورہ یعنی دس محرم الحرام کو ہمارے معاشرے میں خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ سن 61ھ میں اسی تاریخ کو حضرت امام حسینؓ کو آپ کے قریبی رشتے داروں اور رفقاء کے ہمراہ نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا تھا۔ یہ دن ہمارے معاشرے میں خصوصی ادب واحترام سے منایا جاتا ہے۔ قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے بعد شہدائے کربلا کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ امام عالی مقامؓ کی یاد میں محفلیں اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ لوگوں میں کھانا اور شربت تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جلوس نکالے جاتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ پورا شہر ہی سڑکوں پر اُمڈ آیا ہو۔ شہدائے کربلا کی یاد میں لوگ تقریباً تمام ایسے کاموں سے احتراز برتتے ہیں جن میں خوشی کا پہلو نکلتا ہو مثلاً شادی بیاہ موخر کر دیئے جاتے ہیں، ٹی وی اور ریڈیو کی نشریات میں موسیقی کے یا کامیڈی پروگرام اور سینما گھروں میں فلموں کی نمائش عارضی طور پر بند کر دی جاتی ہے۔ پاکستان میں اس روز عام تعطیل کا اعلان کیا جاتا ہے تاکہ لوگ ذہنی یکسوئی کے ساتھ شہدائے کربلا کو ایصال ثواب کر سکیں۔ کچھ لوگ اس روز بعض غیر ضروری اور فرسودہ روایات پر تنقید بھی کرتے نظر آتے ہیں اس کے باوجود مجموعی طور پر ہم دیکھیں تو پوری قوم اجتماعی طور پر اس المناک سانحے پر گہرے ردِ عمل کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ اپنے خاندان کے بڑوں کے انتقال پر اظہار غم کرتے ہیں جو ایک فطری بات ہے پھر حضرت امام عالی مقامؓ تو اللہ کے محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہیتے نواسے تھے۔ امام حسینؓ اور آپؓ کے اپنے رفقاء کی شہادت کے عظیم مقاصد کا تذکرہ کرنا اور ان عظیم مقاصد پر تفکر کرنا ہمارے خیال میں یوم عاشورہ کے تہوار کا پیغام ہے۔

حضرت امام حسینؓ کی مظلومانہ شہادت ایک نقش کی طرح امتِ مسلمہ کے ذہنوں میں موجود ہے یہی وجہ ہے کہ تیرہ سو سال گزر جانے کے باوجود جب ہم ان واقعات کا تذکرہ سنتے ہیں تو دل پر غم کے بادل چھا جاتے ہیں۔ امام عالی مقامؓ کی شہادت کے واقعہ میں ہمارے لئے بہت سے سبق پوشیدہ ہیں جس میں پہلا تو یہ ہے کہ حق بات کے لئے طاغوت کا دباؤ ہرگز قبول نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے مشن کو پھیلانے اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کرنے میں اپنی اولاد یا اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو بسر و چشم سر جھکا دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ہم

شہادتِ حسینؓ کے ایک نہایت اہم نکتے کا مطالعہ کریں گے کہ اگر ہم امام حسینؓ کے اِس اُسوہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں تو مذہبی منافرت، مسالک کا اختلاف اور گروہی تقسیم ختم ہو سکتی ہے۔ اس پر روشنی ڈالنے سے قبل ضروری ہے کہ شہادتِ حسینؓ کے چند مضمرات کا جائزہ لیا جائے۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو نظر آئے گا کہ امام حسینؓ اس المناک سانحے کو بہت پہلے سے محسوس کر رہے تھے۔ یزید کا متنازعہ اور شدت پسندانہ کردار بھی آپؓ کے سامنے تھا لیکن اس کے باوجود آپؓ نے ہر موقع پر یہی کوشش کی کہ اس الاؤ میں ہاتھ نہ ڈالا جائے جس کا تکلیف دہ اثر مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار کھینچ دے۔

مثلاً جب یزید کو اسوہ رسول ﷺ اور خلافتِ راشدہ کے اصولوں کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے بالجبر مسند نشین کیا گیا تو مدینہ میں دو معزز صحابہؓ ایسے تھے جنہوں نے اس کی طاغوتی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور عوام کی بڑی تعداد ان دونوں معزز ہستیوں سے قلبی وابستگی رکھتی تھی۔ یہ معزز صحابہ کرام حضرت امام حسینؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ تھے۔ یزید نے اپنے عم زاد (کزن) ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو جو مدینہ کا گورنر تھا، حکم دیا کہ ان دونوں کو زبردستی میری حکومت قبول کرنے پر مجبور کرو اور اگر انکار کریں تو شہید کر دو۔ ولید نے دونوں صحابہؓ کو بلوایا اور یزید کی بالادستی قبول کرنے کا حکم دیا مگر دونوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ ولید اسی وقت اپنے ناپاک عزائم بھی پورے کر لیتا مگر دو وجوہات کی بناء پر اس سے باز رہا۔ ایک تو یہ کہ حضرت امام حسینؓ معاملے کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے کچھ ساتھیوں کو ہمراہ لے آئے تھے جو عمارت کے باہر موجود تھے۔ دوسرے پورے شہر مدینہ میں دونوں صحابہ کے حامی بہت تھے چنانچہ ولید نے براہِ راست رسک لینا مناسب نہیں سمجھا اور ایک سازش تیار کی کہ دونوں بزرگ ہستیوں کو رات ہی رات میں ان کے گھر کے اندر اپنے کرائے کے غنڈوں سے شہید کروا دے گا۔ اس ارادے کی خبر کسی طرح حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو ہو گئی۔ ولید سے ٹکرانے کا یہ ایک اچھا موقع تھا لیکن دونوں معزز صحابہ کرامؓ نے اس سے گریز کیا اور دونوں مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ دشمنوں نے پیچھا بھی کیا لیکن وہ ایک غیر معروف راستے سے گئے تھے اس لئے ولید کے آدمی نامراد واپس لوٹے۔ یعنی اس نہایت اہم موقع پر بھی امام حسینؓ نے مقابلہ کرنے اور تصادم کی راہ اپنانے سے احتراز کیا کہ دونوں طرف سے مسلمان ہی قتل ہوں گے۔ حضرت امام حسینؓ کی درگزر کی پالیسی کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ کوفہ والوں کے سینکڑوں خطوط آچکے تھے جو ملاقات کے متمنی تھے لہٰذا آپؓ نے مکہ سے روانہ ہوتے وقت خواتین اور بچوں کو بھی ساتھ لیا۔ معمولی سوجھ بوجھ کا آدمی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کا مقصد جنگ کرنا نہیں تھا ورنہ خواتین و بچوں کے ہمراہ، کسی لاؤ لشکر اور اسلحے کے بغیر یوں اپنا وطن نہ چھوڑتے۔

حضرت امام حسینؓ کا مقصد مقابلہ کرنا ہرگز نہیں تھا اسی لئے تصادم سے آپؓ حتی الامکان بچنے کی کوشش کر رہے تھے اس معرکہ میں جنگ تو آپؓ پر مسلط کی گئی تھی بلکہ اسے جنگ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ سو سے بھی کم افراد کو چاروں طرف سے گھیر کر شب خون مارا گیا تھا۔ اسے موجودہ عالمی زبان میں دہشت گردی ہی کہا جا سکتا ہے جنگ تو اس معرکے کو کہا جائے گا جس میں دو لشکر باقاعدہ پلاننگ، اسلحہ اور عسکری قوت کے ساتھ مقابلہ کریں۔ یہ سب بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض لوگ معرکۂ کربلا سے تصادم کا مفہوم نکالتے ہیں کہ اپنی بات منوانے کے لئے لڑ جاؤ، زبردستی اپنی بات منوالو، دوسرے کی بالادستی کبھی قبول نہ کرو یا جان دے دو۔ حالانکہ حضرت امام عالی مقامؓ کا اسوہ کیا تھا یہ آپ نے گذشتہ سطور میں دیکھ لیا۔ معذرت کے ساتھ شاید ہمیں دقوعات اور اصل بات کی تہہ تک پہنچنے کے بجائے لفظ پرستی کی عادت ہے۔ کوئی بھی بات کرنے سے پہلے ہم یہ دیکھنے کی مطلق تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ ماضی میں جب یہ بات کی گئی یا واقعہ رونما ہوا تو اس کے

Scanned with CamScanner

اصل محرکات کیا تھے، ماحول کیا تھا اور یہ کیونکر ہوا۔ عام تجربہ یہ ہے کہ ذہنی سطح محدود ہو تو اچھی بات کے بھی منفی اور اپنے مفادات کے تحت معنی نکال لئے جاتے ہیں۔ مثلاً خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس ایک شخص آیا اور شکایت کی کہ میرا باپ مجھ سے سارا مال لے کر مجھے محتاج کرنا چاہتا ہے۔ آپؓ نے اس کے باپ کو بلا کر کہا "تمہیں اُس کے مال میں سے جس قدر مال کی ضرورت ہو وہ لے کر باقی اُس کو دے دو"۔

تو اس شخص نے کہا کہ "رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیٹا اور اس کا مال باپ کا ہے"۔

اس پر آپؓ نے جواباً فرمایا "ٹھیک ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا مقصد بیٹے پر باپ کی اہمیت واضح کرنا تھا"۔

آپ نے دیکھا کہ ایک اچھی بات کو اس شخص نے اپنے مفاد کے لئے کس طرح استعمال کیا۔ ایسا ہی رویہ کچھ ہمیں اپنے معاشرے میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ سیرت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے واقعات کو اپنے ذہن و سوچ کے مطابق ڈھال کر پیش کیا جاتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ مذہبی منافرت، تفرقہ بازی اور شدت پسندی ہمارے معاشرے میں عام ہوتی جارہی ہے اور اس کی بناء پر مختلف سطح پر عدم برداشت واضح طور پر دکھائی دینے لگی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بُرا بھلا کہنے، گالیاں دینے، ایذاء پہنچانے یہاں تک کہ قتل کردینے کو بھی قابل فخر سمجھتا ہے اور اس کا جواز بھی نکال لیتا ہے۔

کربلا کے سانحے سے بچنے کے لئے حضرت امام حسینؓ نے تمام تر اقدامات کئے لیکن جب حریف پر خون سوار ہو تو امن کی کوششیں سطح سمندر پر بہنے والے بے وزن تنکوں کی مانند محسوس ہوتی ہیں۔ دراصل امام حسینؓ کا تشدد سے احتراز، ضبط و تحمل اور صبر، رسول اللہ ﷺ کی طرزِ فکر کا عکس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے مشن کو پھیلانے کے لئے تشدد کا راستہ (نعوذ باللہ) کبھی اختیار نہیں کیا۔ جتنے بھی غزوات ہوئے ان میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا کردار مدافعتی نظر آتا ہے۔ سوائے فتح مکہ کے تمام جنگوں میں دشمن نے ہمیشہ مدینہ پر چڑھائی کی۔ فتح مکہ کو بھی تصادم اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ فتح کے بعد تمام مجرموں کو عام معافی دے دی گئی۔ اگر اس کا مقصد بھی تصادم ہوتا تو تمام مجرموں کو ہر ممکن سزا دی جانی چاہئے تھی۔ درحقیقت جو بندہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے کوشش کررہا ہو اسے اللہ کے سوا کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔ اللہ کی ان برگزیدہ ہستیوں کی نظر مشاہدۂ حق سے ہی بہرہ ور ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پال رہا ہے، اس کی کفالت کررہا ہے اور اس سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے تو ایسی ماورٰی ہستی سے محبت کرنے والا بندہ مخلوق پر ظلم کس طرح کرسکتا ہے؟.....

رسول اللہ ﷺ کی طرزِ فکر کا یہی رنگ خلفائے راشدین میں بھی نظر آتا ہے۔ چاروں خلفائے راشدین کا چلن بھی یہی تھا کہ اگر باطل کے خلاف مقابلے کی نوبت آجائے تو حد سے نہ گزر جاؤ۔ انسانی قدروں کا احترام کرو۔ پہلے خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیقؓ کا لشکر اسلام کو عام حکم تھا "عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ اونٹ، بکری یا گائے کو غذا کی ضرورت کے ماسوا مت مارنا، غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسمار نہ کرو۔ غیر مسلموں کے گوشہ نشین اہلِ عبادت کو نہ ستانا۔ میوہ دار درخت نہ کاٹنا اور نہ جلانا"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اضطراری صورتحال میں بھی شدت اختیار نہ کی جائے۔

حضرت عمر فاروقؓ عدل گستری میں نہایت سخت موقف اختیار کرتے تھے لیکن بردباری اور تحمل مزاجی کے متعلق آپ کا موقف کیا تھا اس بارے میں عمرو بن مرہؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ گورنروں کو یہ ہدایات کرتے تھے "اے حکام سلطنت! رعیت کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے رعیت پر۔ بردباری سے بڑھ کر کوئی شئے نہیں اور اگر یہ بردباری مسلمانوں کے رہنماؤں اور حاکموں میں پائی جانے لگے تو اس سے زیادہ محترم اور نفع بخش کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اس کے خلاف امام اور قائد کی گمراہی اور بے

Scanned with CamScanner

خبری سے زیادہ نقصان دہ کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی"۔ ان ہدایات کو آج کل کے رہنماؤں پر لاگو کر کے دیکھئے اور ان میں بردباری، انسان دوستی، تحمل و برداشت کا اندازہ کیجئے تو مسلم اُمہ کی موجودہ خرابیوں کی نشاندہی خود بخود ہو جائے گی۔

خلیفۂ سوئم حضرت عثمان غنیؓ کے طرزِ عمل پر بھی ایک نظر ڈالئے۔ آپؓ کی حسرت ناک شہادت کا مطالعہ کریں تو وہاں بھی نظر آتا ہے کہ آپؓ نے اپنی جان کو داؤ پر لگادیا لیکن یہ گوارا نہیں کیا کہ مدینہ منورہ کی گلیاں، کوچے اور بازار مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوں۔ اُس وقت مدینہ پر باغیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ بدامنی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ بہت سے لوگ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ کچھ لوگوں نے گھروں سے نکلنا بند کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کے مکان کو باغیوں نے چاروں طرف سے نرغے میں لے لیا تھا۔ اس وقت ساتھیوں نے کئی مرتبہ مشورہ دیا کہ آپ حکم دیں تو ان باغیوں سے قتال کیا جائے۔ آپؓ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا "خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے لئے کسی کا خون نہ بہایا جائے"۔ اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے امام حسنؓ و حسینؓ، ابن عباسؓ، محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ موجود تھے۔ شہادت والے روز یہ تمام محافظین مکان کے صدر دروازے پر باغیوں کو روکے ہوئے تھے۔ اس موقع پر معمولی جھڑپ بھی ہوئی۔ باغیوں نے تنگ آکر دروازے کو آگ لگادی۔ یہ تمام محافظین چھت پر آگئے اور وہاں سے یورش روکنے کی کوشش کی۔ اسی اثناء میں محلے کے دوسرے مکانات کی چھتیں پھلانگتے ہوئے کچھ لوگ حضرت عثمانؓ کے کمرے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا۔ اس حادثے کے بعد بھی مدینہ پر باغیوں کا قبضہ برقرار رہا۔ بدامنی کی وجہ سے کسی کو گھر سے باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ دو دن تک آپؓ کی لاش یونہی پڑی رہی پھر کچھ لوگوں نے خفیہ طور پر خون آلود کپڑوں سمیت اٹھایا اور نماز جنازہ پڑھی جس میں صرف سترہ آدمی شامل تھے۔ پھر خفیہ طور پر قبرستان لے گئے اور دفن کر کے قبر کا نشان بھی باغیوں کے خوف سے چھپادیا۔ یہ ہے ذوالنورین حضرت عثمان غنیؓ کا کردار..... آپؓ کو خونِ مسلم کا اتنا درد اور پاس رہا کہ اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کی۔

اب باب العلم حضرت علی المرتضیٰؓ کی مثال بھی ملاحظہ کیجئے۔ میدان کارزار میں ایک دشمنِ اسلام کو حضرت علیؓ نے بے بس کر دیا اور اُس کے سینے پر بیٹھ گئے قریب تھا کہ اسے قتل کر دیں۔ لیکن اس سے پیشتر ہی اس شخص نے آپؓ کے چہرے پر تھوک دیا۔ لیکن کسی ردّ عمل کے بغیر آپؓ نے فوری طور پر اسے چھوڑ دیا اور اس کے پوچھنے پر بتایا "میں تجھ سے اللہ کے لئے لڑ رہا تھا جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو مجھے غصہ آگیا۔ میں نے تجھے اس لئے چھوڑ دیا کہ میں اپنے نفس کی تسکین کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے لئے تجھے قتل کرنا چاہتا تھا"۔ وہ شخص فوراً ہی مسلمان ہو گیا۔

آپؓ کو ابن ملجم نامی شقی القلب نے شدید زخمی کر دیا اور اسے رنگے ہاتھوں گرفتار بھی کر لیا گیا۔ اس کے تیسرے روز آپؓ کی شہادت واقع ہوئی۔ حضرت علیؓ نے حضرت امام حسینؓ کو بلایا اور وصیت میں یہ بھی فرمایا "خبردار میرے قتل کی پاداش میں مسلمانوں کا خون نہ بہانا۔ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کرنا۔ جب میں مر جاؤں تو میرے قاتل کو تلوار کی ایک ہی ضرب سے قتل کر دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کے اعضاء کاٹنے لگو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم مثلہ سے بچو خواہ پاگل کتے ہی کا کیوں نہ ہو"۔

حضرت علیؓ کے بعد آپؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ خلیفہ بنے۔ امیر معاویہ جو حضرت علیؓ کے لئے ہر موقع پر سدراہ بنے رہے، جنگ جمل اور جنگ صفین میں در پردہ اور کھلے عام بھی حضرت علیؓ کی ساکھ کو نقصان پہنچایا وہ بھلا امام حسنؓ کی خلافت کو کیونکر قبول کرتے چنانچہ مقابلے کے لئے ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔

Scanned with CamScanner

حضرت امام حسنؓ نے یہ ارادے دیکھے تو خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کرلیا۔ آپؓ کو نظر آرہا تھا کہ اگر اس وقت مقابلہ ہوا تو دونوں طرف مسلمان ہی جان سے جائیں گے۔ آپؓ کی نظر میں جنگ جمل وصفین کے نتائج بھی تھے لہٰذا آپؓ نے مسلمانوں کی جانوں پر اپنے اقتدار کو قربان کردیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت حسنؓ کے متعلق فرمایا تھا "یہ میرا فرزند ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دوگروہوں کے مابین صلح کرادے گا"۔ یہ ہے ہمارے روحانی اسلاف کا طرزِ عمل جس سے رواداری، ضبط وتحمل، بردباری، معاملہ فہمی اور برداشت کا سبق ملتا ہے۔ یہ تمام بزرگ قرآن کی اس آیت کی عملی تفسیر تھے۔ "اے نبی نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے"۔ (حٰم السجدہ)

مسلمان جب تک اس طرزِ فکر پر عمل پیرا رہے اسلام پھلتا پھولتا اور ترقی کرتا رہا۔ قرآن کی یہ آیت لوگوں کے دل جیتنے کا الہامی فارمولا ہے۔ بغض وعداوت کسی طرح سے بھی اچھی نہیں ہے۔ نہ اپنوں کے ساتھ نہ غیروں کے ساتھ۔ ایسی تخریبی سوچ کے لوگ چاہے زبانی طور پر اسلام کا دعویٰ کرتے رہیں اسلام کی اشاعت و ترقی کا ذریعہ کبھی نہیں بن سکتے۔ کسی بھی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے بہت اعلیٰ ظرفی کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی کو اپنا بنانے کے لئے اپنا بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔ ایثار اور قربانی سے کام لینا پڑتا ہے۔ اہلِ مغرب کا مسلمانوں پر یہی الزام ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ بعض نادان لوگ تو نہایت جری ہو کر اور سینہ ٹھونک کر اس الزام کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ جو انقلاب تلواروں کے زور پر چنگیز خان اور ہلاکو خان جیسے بربریت پسندوں کی صورت میں آتے ہیں ان کی عمر بھی محض سو پچاس سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ گذشتہ صدی میں سوویت یونین کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے۔ اسلام آج ایک ارب سے زائد انسانوں کا مذہب ہے جس کی بنیادیں ہلانے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے لیکن مسلمانوں کی تمام تر بے عملی و پسماندگی اور طاغوتی قوتوں کی کوششوں کے باوجود یہ بنیاد محض اس لئے قائم ہے کہ اس ملت کی بنیادیں ایسے نیک سرشت لوگوں نے استوار کی ہیں جن کی زندگی ایثار، قربانی، تحمل، بردباری، برداشت، اعلیٰ ظرفی اور اخلاق کی منہ بولتی تصویر تھی۔

ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑرہا ہے کہ اخلاق کی جب بات کی جائے تو کتنے ہی لوگ اہلِ مغرب کی مثال دیتے ہیں اور آج کے دور میں مسلمانوں کا کردار تصادم، شدت پسندی، بغض وعناد اور جنگ وجدل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے بحیثیت مجموعی تعاون کے کلچر کو نہیں تصادم کے کلچر کو ہی فروغ دیا ہے۔ اگر اب بھی ہم نے حسنِ سلوک اور اخلاص کو نہ اپنایا تو اس مذہبی، لسانی، سیاسی اور گروہی دشمنی کی زد میں اپنے پرائے سب ہی آسکتے ہیں۔

اے کاش! یوم عاشورہ کے موقع پر ہم امام حسینؓ کی شہادت پر غم کے اظہار کے ساتھ ساتھ امام عالی مقامؓ کی طرزِ فکر پر چلنے کا عہد بھی کرلیں اور آپؓ کی طرزِ فکر تو آپؓ کے ان ارشادات سے واضح ہوجاتی ہے:

✿.... لوگوں میں سب سے زیادہ کامیاب وہ ہے جو طاقت رکھنے کے باوجود معاف کردے۔ ✿.... لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا وہ ہے جو اس شخص کے ساتھ رحم کرے جس نے اس کے ساتھ قطع رحم (ظلم) کیا ہو۔ ✿.... جڑیں اپنے جمنے کی جگہوں میں اپنی شاخوں ہی کے ساتھ بڑھتی ہیں لہٰذا جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنے میں جلدی کرے گا تو اپنی بھلائی بھی موجود پائے گا۔ ✿.... بلا شبہ بردباری زینت ہے۔ ✿.... وفا انسانیت کا تقاضا ہے۔ ✿.... تکبر بے غیرتی ہے۔ ✿.... جلد بازی نادانی ہے۔ ✿.... حد سے گزر جانا باعثِ خطرہ ہے۔

Scanned with CamScanner

آنکھ، گردہ اور دیگر اعضاء کا عطیہ

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی سفارشات کے مطابق اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے لیکن کچھ لوگ اب بھی اس بارے میں تحفظات رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن، احادیث مبارکہ اور علمائے کرام کی تصریحات سے کیا روشنی ملتی ہے؟

محمد اقبال جیلانی

بیماری کوئی بھی ہو، تکلیف دیتی ہے لیکن گردے کی بیماری میں مبتلا شخص کی بے چینی اور تکلیف آنکھوں سے نہیں دیکھی جاتی۔ ہمارے ایک دوست کے برادر نسبتی جو ہمارے گھر کے قریب ہی رہتے ہیں گردوں کی خرابی میں بُری طرح گرفتار ہوگئے۔ ایک روز ہم پہنچے تو مریض کی حالت بہت زیادہ ہی بگڑ گئی۔ وہ دونوں ہاتھ کمر کے نچلے حصے پر رکھے تکلیف سے بلبلا رہا تھا۔ اس کی والدہ قریب ہی استری سے کپڑا گرم کرکے سکائی کر رہی تھیں مگر تکلیف تھی کہ کم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ شدتِ تکلیف سے آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ مریض کا کہنا تھا کہ ایسا لگ رہا ہے کہ دو بڑے پتھروں کے درمیان پیٹ کو رکھ کر پیسا جارہا ہے۔ اپنے دوست کے ہمراہ ہم مریض کو لے کر ہسپتال روانہ ہوگئے۔ اسے فوری طور پر ایڈمٹ کرلیا گیا۔ ٹیسٹ رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ ایک گردہ مکمل طور پر ناکارہ ہوچکا ہے اور دوسرا بھی صحیح کام نہیں کررہا ہے اس کی وجہ سے خون میں زہریلے اثرات خطرناک حد تک بڑھنے لگے ہیں۔ اس کا فوری علاج یہ ہے کہ Transplantation کرائی جائے یعنی دوسرے گردے کا انتظام کیا جائے ورنہ جان جانے کا خطرہ ہے۔ ہم مریض کو آئی سی یو پر لگے شیشے سے تڑپتا دیکھ سکتے تھے۔ اس موقع پر ان کے خاندان والے بھی جمع ہوگئے۔ ان میں سے ایک صاحب جو خاندان کے بزرگ لگتے تھے اور مذہبی پس منظر کے حامل تھے کہنے لگے "ڈاکٹروں سے کہو کہ کوئی متبادل علاج کرلیں۔ دوسروں کے گردے لگانا شرعاً جائز نہیں ہے"۔ موقع ایسا تھا کہ ان کی بات کو گھر والوں نے اہمیت نہ دی اور مریض کے والد نے اپنا ایک گردہ دے کر مریض کی جان بچالی۔ اس واقعے کے بعد سے ہی ہمارے ذہن میں اُن بڑے صاحب کی یہ بات نقش ہوگئی اور مختلف کتابوں وغیرہ کا مطالعہ کیا کہ ان کی اس بات میں کہاں تک سچائی ہے کہ ایک مریض کی جان بچانے کے لئے اعضاء عطیہ کرنا ناجائز ہے؟

اس مطالعے سے ہمارے سامنے دو باتیں آئیں۔

ایک طبقہ تو یہ کہتا ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری ناجائز ہے جبکہ دوسرا طبقہ اس کے برعکس یہ کہتا ہے کہ کسی کی جان بچانے کے لئے اعضاء کا عطیہ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بڑے اعزاز، سعادت اور ثواب کی بات ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اجر عطا کرتے ہیں۔

ہمارے ذہن میں سوال یہ تھا کہ ایک ایسا کام جس سے کسی کو زندگی مل رہی ہو، غلط کس طرح ہوسکتا ہے اور اسلام اسے منع کیوں کرے گا۔ جب ہم نے اعضاء

کی پیوند کاری کے بارے میں اعتراضات کا مطالعہ کیا تو اکثر ایسے تھے جن کا کتاب و سنت میں تسلی بخش جواب موجود ہے۔ ابھی پچھلے ہی دنوں اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان نے اپنے تین روزہ اجلاس میں ان نکات پر سفارشات پیش کی ہیں جن میں ایک نکتہ یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے تاہم اس کی تجارت کرنا درست نہیں۔ اس خبر سے دل کو بہت تسلی ہوئی کہ اب ہمارے ملک میں بھی اسلام کے فطری پہلوؤں پر عملی طور پر جرأت کا اظہار کیا جارہا ہے۔

اعضاء کی پیوند کاری کو مکمل طور پر ناجائز یا حرام کہنا ہمارے خیال میں کم علمی کی نشانی محسوس ہوتی ہے کیوں کہ پیوند کاری کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن کو متقدمین و متاخرین علماء اور فقہائے کرام بالاتفاق جائز قرار دیتے ہیں اور اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔ آیئے پہلے تمام صورتوں کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

اعضاء کی پیوند کاری کی تین صورتیں ہیں :-

1- مصنوعی اشیاء کے اعضاء کی پیوند کاری

2- جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری

3- انسانی اعضاء کی پیوند کاری

مصنوعی اشیاء کے اعضاء کی پیوند کاری:- جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور مشکوٰۃ میں یہ حدیث مبارکہ بیان ہوئی ہے کہ "حضرت عبدالرحمٰن بن طرفہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی جنگِ کلاب میں تلوار سے ناک کٹ گئی تھی۔ انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوالی۔ اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا"۔

اس سے متقدین علماء و فقہاء متفقہ طور پر بیان کرتے ہیں کہ کسی معذور اور بیمار کو جس عضو کی ضرورت اور حاجت ہو وہ عضو کسی سونے چاندی پیتل الغرض کسی بھی دھات یا مصالحے مثلاً پلاسٹک اور لکڑی وغیرہ کا بنا کر لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں متعدد اہلِ علم سے مروی ہے کہ "انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا اور اس حدیث میں ان کے لئے دلیل ہے"۔ ملا علی قاری کہتے ہیں "اسی حدیث کی بناء پر علماء نے سونے کی ناک بنا کر لگوانے اور سونے کے ساتھ دانتوں کو باندھنے کو جائز قرار دیا ہے"۔

آج کل، ظاہری اعضاء بالخصوص چہرے کی پلاسٹک سرجری کا طریقہ بھی رائج ہوگیا ہے۔ اسی طرح میڈیکل سائنس میں بعض کیمیائی مصالحوں کے ذریعے بھی اعضاء بنائے جاتے ہیں یہ بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔ علامہ سید محمود احمد رضوی نے بخاری کی شرح لکھی ہے۔ وہ اس پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔ "بلا ضرورت (پلاسٹک سرجری کرانے) کی قید بیکار ہے کیوں کہ کوئی شخص بلا ضرورت پلاسٹک سرجری جیسا مہنگا علاج نہیں کراتا۔ ضرورت کے وقت ہی کراتا ہے ثانیاً محض زیب و زینت کی بناء پر پلاسٹک سرجری کو شیطانی عمل قرار دینا بھی عجیب و غریب اور عقل شکن جملہ ہے۔ جائز زیب و زینت کو آپ نے کس دلیلِ شرعی سے ناجائز قرار دیا؟ جبکہ فقہائے کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ "مستورات کو اپنے خاوند کو خوش رکھنے کے لئے بناؤ سنگھار کرنا اور زیب و زینت اختیار کرنا کارِ ثواب ہے"۔ بنابریں زیب و زینت ہی کے لئے اپنے خاوند کو خوش کرنے کی نیت سے چہرہ کے بدنما داغوں، جھبوں اور مسوں کو ختم کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری کرانا شیطانی عمل اور موجب لعنت ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ کارِ ثواب اور مستحب قرار پائے گا"۔ (ماہنامہ رضوان) یہ بات صرف خواتین تک ہی محدود قرار نہیں دی جاسکتی کیونکہ مذکورہ صحابی مرد تھے عورت نہیں۔ انہوں نے ناک کا کتنا حصہ لگایا اور اسے لگانے کی صورت کیا تھی یہ ہمیں نہیں معلوم لیکن یہ طے ہے کہ مصنوعی ناک کے بغیر بھی ان کو سانس لینے میں کوئی تکلیف نہیں تھی چونکہ ان کا چہرہ بدنما لگ رہا تھا اس لئے حضور ﷺ نے ان کو سونے کی ناک لگانے کا حکم فرمایا۔ اس سے یہ روشنی ملتی ہے کہ کسی وجہ سے مثلاً حادثہ، داغ دھبے، چیچک یا پھنسی وغیرہ کی وجہ سے چہرے کی

بد نمائی کا خدشہ ہو تو پلاسٹک سرجری کرائی جاسکتی ہے۔

جانوروں کے اعضاء کی پیوندکاری:-

اعضاء کی پیوند کاری کی دوسری صورت یہ ہے کہ جانوروں کے اعضاء ضرورت مند انسانوں کے لگا دیئے جائیں۔ اس بارے میں علماء و فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ "حلال جانوروں کے اعضاء سے انسانی جسم میں پیوند کاری کی جاسکتی ہے اور یہ جائز ہے خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی ہڈی، کھر، سینگ، بال اور دباغت کے بعد کھال، یہ سب چیزیں پاک ہیں۔ لہٰذا جانور خواہ حلال ہو یا حرام ان چیزوں سے انسانی علاج اور ان کی انسانی جسم میں پیوند کاری بھی جائز ہے"۔ اس پر دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔

"اور اس نے چوپائے پیدا کئے۔ ان میں تمہارے لئے گرم لباس ہے اور منفعتیں ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو"۔ (سورۂ نحل۔ آیت نمبر 5)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری بھی جانوروں کی منفعتوں میں شامل ہے چنانچہ جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری یا ان سے دواؤں کی تیاری جیسے دیگر فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ان میں ہمارے لئے نفع اور فائدے رکھے گئے ہیں۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب "در مختار" میں ہے "ہمارے مذہب کے مطابق سوائے خنزیر کے مردار کے بال، اس کی ہڈی، پٹھے اور مشہور روایت کے مطابق اس کے کھر اور سینگ جو چکناہٹ اور چربی سے خالی ہوں وہ پاک ہیں"۔

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ 345 پر تحریر ہے کہ "امام محمد نے فرمایا کہ جانوروں میں سے بکری، گائے، اونٹ، گھوڑے یا کسی بھی چوپائے کی ہڈی سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں سوائے خنزیر اور آدمی کی ہڈی کے کیوں کہ اس سے علاج مکروہ ہے"۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری:-

اوپر بیان کی گئی دونوں صورتوں کو علماء و فقہائے کرام متفقہ طور پر قبول کرتے ہیں اور ان کی پیوند کاری جائز ہے۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے بارے میں کچھ لوگ خدشات کا اظہار کرتے ہیں اور کئی نصوص سے اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ پہلا جواز تو یہ دیا جاتا ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری مثلہ کے حکم میں آتی ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے سختی سے ممانعت کی ہے۔ مثلہ کے لغوی معنی اعضاء کا کاٹنا اور شکل بگاڑ دینا ہے۔ زمانہ جاہلیت کی جنگوں میں جنگجو اور درندہ صفت لوگ جب اپنے دشمن کو زیر کر لیتے تو ان کو قتل کرنے کے بعد بھی دل ٹھنڈا نہیں ہوتا اور وہ لاشوں کی بے حرمتی کرتے۔ ان کے ناک، کان، ہاتھ، پاؤں کاٹ دیتے آنکھیں نکال دیتے۔ چہرہ مسخ کر دیتے اور چیر پھاڑ کر دیتے۔ جیسا کہ غزوۂ احد میں سید الشہدا حضرت حمزہؓ کو وحشی نامی غلام نے شہید کر دیا تو ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا۔ آپؓ کی نعشِ مبارک کی بے حرمتی کی، آپؓ کے ناک کان ایک دھاگے میں پرو کر گلے میں ہار کی طرح ڈال کر اس بے رحم عورت نے رقص کیا۔ پھر پیٹ چاک کر کے جگر نکال کر چبا ڈالا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مثلہ بدلہ لینے، غصہ نکالنے، بے حرمتی اور تذلیل و توہین کے لئے کیا جاتا تھا۔ یعنی مثلے کو اگر دوسرا کوئی نام دیا جائے تو انتقام یا وحشی پن کہا جاسکتا ہے۔ اب دوسری جانب اعضاء کی پیوند کاری کی جانب آیئے۔ ایک مریض بستر پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے اسے گردے کے عطیے کی فوری ضرورت ہے۔ ایسے موقع پر کوئی درد مند شخص اپنی خوشی اور کسی دباؤ کے بغیر اپنا گردہ عطیہ کر دیتا ہے اور مریض کی جان بچ جاتی ہے تو اسے آپ ایثار اور قربانی کے سوا کوئی اور نام دے سکتے ہیں؟ دونوں وقوعات کو ذہن میں رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ ان دونوں حالتوں میں کوئی ایک مشابہت بھی پائی جاتی ہے؟ ایک وقوعہ کا مقصد تذلیل، بے حرمتی، انتقام، درندگی اور غصہ نکالنا ہے جب کہ دوسرے کا مقصد کسی جاں بہ لب مریض کی جان بچانا، ایثار، قربانی اور انسانیت ہے۔ کیا ایسے شارحین کے شعور کا دائرہ اتنا محدود ہے کہ انسانیت اور درندگی کے درمیان فرق محسوس نہ کر سکے؟

Scanned with CamScanner

کیا وہ ایثار اور انتقام کے درمیان تفاوت نہیں کر سکتے؟ تو پھر ایسے لوگ عوام کی رہنمائی کیا کریں گے جنہیں خود راستے کا علم نہ ہو وہ لوگوں کے رہنما کا بیڑہ بن کر کیا گل کھلائیں گے اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

پیوند کاری پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ تکریم انسانی کے خلاف ہے۔ ادھر ایک شخص کی موت واقع ہوئی اور اس کے گھر میں کہرام مچا اور ادھر آنکھوں والے اس کی آنکھیں نکالنے آگئے۔ شعبے اپنے کاٹنے کو چلے آئے گردے نکال کر لے جانے والے بھی تیار کھڑے ہیں۔ اب بھلا یہ بتایا جائے کہ اقرباء مرنے والے کا کٹا پھٹا اور نامکمل جسم دیکھنے آئیں گے؟

یہ ایک جذباتی اعتراض ہے ہمارا سوال یہ ہے کہ فرض کریں میت کو اس کے تمام اعضاء سمیت قبر میں لٹا دیا جائے تو کیا اس کی آنکھیں، گردے، دل، جگر سلامت رہ جائیں گے؟ اعضاء علیحدہ کرانے والے تو پھر بھی احتیاط برتتے ہیں لیکن قبر کے اندر طرح طرح کے حشرات الارض، چیونٹیاں، مکڑیاں اس کے جسم پر بری طرح مسلط ہو جائیں گے۔ چند ہی روز میں جسم پھول کر پھٹ جائے گا۔ اس میں کیڑے پڑ جائیں گے اور ایسی بدبو پیدا ہوگی کہ وہ اگر اس سے محبت کا دم بھرنے والوں تک پہنچے تو وہ کوسوں دور بھاگ جائیں۔ یہ ہے اس پیارے جسم کا انجام جسے صرف اقرباء کو دکھانے کے لئے بچا کر رکھا۔ قبر میں کیڑے مکوڑے ان آنکھوں، گردوں اور اعضاء کو چٹ کر جائیں گے اگر وہ بستر مرگ پر پڑے شخص کو زندگی، بے نور آنکھوں کو روشنی دے دیں تو کیا بہتر نہیں ہوگا۔ یعنی کرم حشرات الارض کی غذا بننا تو صحیح لیکن کسی ضرورت مند کو فائدہ ہو جائے تو یہ ناقابل قبول؟؟ یہ فلسفہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا انسان مٹی کا وہ پوست ہے جسے کیڑے مکوڑے چٹ کر جاتے ہیں؟ کیا یہی انسان تھا جو مٹی کے ذروں میں تبدیل ہو گیا یا اس کے اندر موجود روح اصل انسان تھی جس نے اس مٹی کے جسم سے اپنا ناطہ توڑ لیا ہے؟ مرنے والے کو تو اللہ تعالیٰ نے جس دنیا میں بھیجنا تھا وہاں چلا گیا اب جس کا مالک وہ دنیا میں چھوڑ گیا ہے وہ جسم کچھ دن بعد مٹی میں مل جائے گا۔ جس میں روح موجود نہیں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کیا کہتی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچایا تو اس نے گویا سب لوگوں کو زندگی دی" (سورۃ مائدہ 32)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "بے شک دنیا کا نیست و نابود ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ آسان ہے اس سے کہ کسی انسان کو قتل کر دیا جائے" (تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ 847)

ایک اور موقع پر فرمایا "جس نے میرے بعد کسی مسلمان کو خوشی پہنچائی اس نے بلاشک و شبہ مجھے مسرور کیا اور جس نے مجھے مسرور کیا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خوش کر دے گا"

ابن کثیر مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی تشریح یوں کرتے ہیں "مجاہد کہتے ہیں کہ ومن احیاھا کے معنی یہ ہیں کہ کسی آدمی نے کسی کو غرق ہونے، جلنے یا کسی بھی قسم کی ہلاکت سے بچا لیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو بچا لیا" (تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ 80)

اس آیت مبارکہ کی یہی تشریح حضرت شاہ عبدالقادر، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، احمد سعید کاظمی اور احمد علی لاہوری نے کی ہے اور سب متفق ہیں۔"

ذرا غور فرمائیے قرآن کی نظر میں ایک انسانی جان کی کس قدر اہمیت اور قدر و قیمت ہے کہ ایک جان کا بچانا پوری انسانیت کا بچانا، ایک کو زندگی بخشنا پوری نوع انسانی کو زندگی بخشنا ہے کہ ایک جان کو نہ بچا کر ہلاک کرنا پوری انسانیت کو ہلاک کرنے میں شامل ہے۔ دراصل

تکریم انسانی کا سبق دیا جارہا ہے کہ انسانی جان بڑی قیمتی ہے اگر تم کسی انسانی جان کو بچانے کی قدرت رکھتے ہو تو اس اہم معاملہ میں ہرگز تساہل نہ کرنا اس کی زندگی بچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا لیکن اس واضح حکم کے باوجود جو لوگ یہ کہتے ہیں جو شخص مرتا ہے اسے مرنے دو، جو نابینا ہے اسے آنکھیں مت دو، جسے گردے کی ضرورت ہے گردہ نہ دو، اس کو نہ بچاؤ، زندگی بچا سکتے ہو پھر بھی نہ بچاؤ تو بھلا بتائیے کیا یہ اس آیت کا صریح انکار نہیں ہے اور کیا اس آیت کے بموجب ایسے لوگ ساری انسانیت کے قاتل نہیں کہلائے جاسکتے؟ کچھ لوگوں کو یہ خدشہ ہے کہ اگر انسانی اعضاء کی پیوندکاری جائز قرار دے دی گئی تو انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کا ایک کاروبار چل نکلے گا۔ لوگ چند سکوں کے عوض اپنے اعضاء بیچنے لگیں گے۔ غریب انسان، گردے اور دوسرے اعضاء بکاؤ مال کی طرح بازار میں فروخت ہوں گے۔ اگر بالفرض یہ خدشات درست بھی ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی وجہ سے نیک اور جائز کام کو ہی ختم کردیا جائے یا حرام قرار دے دیا جائے؟ مثلاً آج ہمارے معاشرے میں شادی کو جتنا مشکل بنادیا گیا ہے اور طرح طرح کی il-logical رسومات پر پیسہ پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ بتائیے ان غلط رسومات کی بناء پر کیا شادی کو حرام قرار دیا جاسکتا ہے؟

سڑکوں پر چلنے والی ٹریفک پر اکثر و بیشتر حادثات بھی رونما ہوتے ہیں تو کیا ان حادثات کی روک تھام کے طور پر سڑکیں ہی بند کردی جائیں؟ بعض دفعہ سمندری اور ہوائی جہازوں کو کوئی حادثہ بھی پیش آجاتا ہے تو کیا اس بناء پر ان میں سفر کرنا بند کردیا جائے؟ بازار میں کھانے پینے کی بعض چیزوں میں مضر صحت ملاوٹ کی جاتی ہے کیا اس کا حل یہ ہے کہ کھانا پینا چھوڑ دیا جائے؟ کمپیوٹر اور الیکٹرانکس سے بعض مضر صحت شعاعیں نکلتی ہیں کیا اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ ہم الیکٹرانکس سے محروم لالٹین کے دور میں چلے جائیں؟

اب ہم اس خدشے کے ایک دوسرے پہلو کی جانب آتے ہیں۔ طبی ضرورت کے تحت اعضاء جہاں جمع کرائے جائیں انہیں اعضاء کی بینکنگ کہتے ہیں۔ ایسے طرز کے طبی بینکوں کی بعض حالات میں شدید ضرورت پڑتی ہے جیسے جنگ، زلزلہ وغیرہ مثلاً بھارت میں گذشتہ دنوں آنے والے زلزلے میں لاکھوں افراد ہلاک و زخمی ہوئے وہاں ایسے بینکوں کی اشد ضرورت پڑتی ہوگی۔ فی زمانہ صرف عطیات سے اتنی تعداد میں اعضاء کا مطلوبہ ذخیرہ کرنا، سہولیات فراہم کرنا، اسٹاف کی تنخواہیں، عمارت کے اخراجات اور مستقل بنیادوں پر ایسے اداروں کو چلانا ناممکن ہے۔ اس لئے اگر خاص اصول و ضوابط بنا کر کاروباری بنیادوں پر چلنے دیا جائے تو کیا یہ خدمت خلق نہیں ہوگی؟ آپ کو اپنے کسی عزیز کے لئے خون کی ضرورت ہو اور دوست احباب میں کسی کا بلڈ گروپ نہ مل رہا ہو تو کیا بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے بھی آپ مطلوبہ خون نہیں خریدیں گے؟ کیوں کہ وہ مریض کے لئے زندگی ہے لیکن ایسی خدمت کررہا ہے جو دوسرے نہیں کررہے۔ اسی بات کو اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے ہاں ڈاکٹروں کی پچانوے فیصد تعداد پیسے لے کر دوا دیتی ہے۔ فرض کریں یہاں ایک بھی ڈاکٹر نہ ہو تو آپ کیا کریں گے؟ کیا نوٹ اور سکے کھا کر بیماری دور ہو سکتی ہے؟ کہنے کا مقصد یہ ہے ان مسیحاؤں کی موجودگی ہی خدمت خلق ہے چاہے وہ اس کا معاوضہ لیں۔ اسی طرح شہر کے سارے خاکروب صفائی سے ہاتھ اٹھالیں تو گندگی اور تعفن کیسے ختم کریں گے؟ الغرض کتنی ہی مثالیں لے لیں آپ یہی نتیجہ اخذ کریں گے اصل حیثیت سہولت کی ہے پیسہ اور دولت ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ Non technical سوچ سے ایک لمحے کے لئے صرف نظر کر کے سوچئے تو ہماری بات سمجھ میں آجائے گی۔ اعضاء کی پیوندکاری کے جائز ہونے کے بارے میں بہت سے علمائے کرام نے فطری انداز فکر اختیار کیا ہے۔ مفتی ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر الازہری صاحب اپنی کتاب "جدید طبی مسائل کا شرعی حل" کے صفحہ

Scanned with CamScanner

نمبر 19 پر تحریر کرتے ہیں "پیوند کاری کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کا کوئی عضو لے کر کسی دوسرے شخص کے جسم میں لگا دیا جائے، قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء کی روشنی میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے اور شریعت اسلامیہ میں چند قیودات کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے"۔ دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولانا محمد ظفیر الدین لکھتے ہیں "نئی ایجادات سے اگر کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کے دائرے میں رہ کر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے تو ہمیں اس سے ضرور فائدہ اٹھانے کی جدوجہد کرنا چاہیے۔ مثلاً ٹیلی ویژن آج صرف لہو ولعب میں استعمال ہوتا ہے تو ہم اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن اگر اس کا استعمال کتاب وسنت کے دائرے میں رہ کر ہو سکتا ہے مثلاً حدیث کا درس دیا جانے لگے، تفسیر بیان کی جائے اور وعظ ونصائح کے کام لیے جائیں تو جائز ہونے کا فتویٰ دینا ہوگا۔ ریڈیو سے خبریں اور تفسیر سننے کو جائز کہتے ہیں اور مخرب الاخلاق افسانے اور گانے سننے کو حرام لکھتے ہیں۔ یہی صورت اعضاء کی پیوند کاری کی ہے۔ ناجائز چیز لگائی جائے تو اس کی اجازت شریعت نہیں دے گی لیکن اگر جائز اشیاء سے اعضاء کی پیوند کاری کا کام لیا جائے تو پھر اسے ناجائز لکھنے اور کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ان لوگوں کی عقل وفہم پر حیرت ہے جو اعضاء کے عطیہ اور ہبہ کرنے کو بال کٹنے، ختنہ کرنے یا آپریشن کے چیر پھاڑ پر قیاس کرتے ہیں"۔ (ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 1995ء)

عرب محقق اور دانشور ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کی تحقیق بھی یہی ہے کہ مذکورہ صورت کے جائز ہونے میں اضطرار اور ضرورت کا قاعدہ پایا جاتا ہے۔ یعنی جو وصیت کر دی گئی ہو یا وارثوں سے اجازت لے لی گئی ہو۔

کئی اسلامی ممالک میں سرکاری سطح پر بھی اعضاء کی پیوند کاری کی خاص شرائط کے تحت اجازت دے دی گئی ہے جو بہت خوش آئند بات ہے۔ مثلاً سعودی عرب میں سرکاری سطح پر مستقل کمیٹی نے 25 شوال 1598ھ کو ایک قرارداد کی صورت میں یہ فتویٰ دیا "بحث وتحقیق اور نقطہ ہائے نظر کے تبادلے کے بعد کمیٹی نے کثرت رائے سے یہ رائے قائم کی ہے کہ موت کا یقین ہو جانے کے بعد میت کی آنکھ کا قرنیہ لے کر مسلمان کی آنکھ میں لگانا جائز ہے بشرطیکہ وہ مضطر (شدید ضرورت مند) ہو اور متبادل علاج موجود نہ ہو، اس عمل کی کامیابی کا غالب گمان، قوی امید ہو اور میت کے وارثوں نے اجازت دے دی ہو"۔(مجلة البحوث الاسلامیہ صفحہ 67)

الجزائر کی تعلیم اور مذہبی امور کی وزارتی کمیٹی برائے افتاء نے فتویٰ دیا "کمیٹی نے اطباء کا بیان سننے اور علماء کے ساتھ مباحثے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ زندہ انسان کا کوئی عضو نکال کر مریض کو لگانے کے لئے شرط یہ ہے کہ عضو دینے والا خاموشی سے دیتا ہو اور اس کی موت یا ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔ میت کا عضو لے کر پیوند کاری کرنا بھی اسی وقت جائز ہے جب موت پوری طرح واقع ہو گئی ہو"۔(مجلة البحوث الاسلامیہ صفحہ 44)

1969ء میں ملائیشیا میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ایک کمیٹی بنائی گئی جس نے فیصلہ دیا کہ "اعضاء کی پیوند کاری کا عمل جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ مریض اضطراری حالت میں ہو، کوئی متبادل علاج موجود نہ ہو۔ انسانی اعضاء کی تجارت کا ذریعہ نہیں بنے گی۔ مزید کہ میت کے وارثوں کی رضامندی یا مرنے والے کی وصیت حاصل کر لی گئی ہو" (مجلة البحوث الاسلامیہ صفحہ 51)

حال ہی میں پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے تین روزہ اجلاس میں اپنی سفارشات میں کہا کہ اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے لیکن ان کی خرید وفروخت ناجائز ہو گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بہت خوش آئند قدم ہے جو مستقبل میں بے شمار مریضوں کو صحت وزندگی سے ہمکنار کرے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اس عمل میں مزید آسانیاں پیدا ہوں اور ہمارے شعور، فہم وادراک میں وسعت پیدا ہو۔ (آمین)

Scanned with CamScanner

عورت پر تشدد

ہمارے معاشرے میں بیوی کو مارنے پیٹنے اور اس پر تشدد کرنے کے واقعات عام ہیں۔ بعض لوگ تو اسے قرآن کی ایک آیت تک سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے ہمیں اس بارے میں کیا رہنمائی ملتی ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا اسوہ کیا رہا ہے اور ہمارے ملک کا قانون اس موضوع کو کس طرح زیر بحث لاتا ہے؟ ان نکات پر خالد ریاض ایڈووکیٹ کی معلومات افزاء تحریر۔۔۔۔۔

خالد ریاض ایڈووکیٹ

بھائی جان کو مجھ سے اکثر شکایت رہتی تھی کہ میں اُن کی طرف بہت کم آتا ہوں۔ بات بھی ٹھیک تھی پیشہ ورانہ مصروفیات کی بناء پر صبح ساڑھے سات بجے کا نکلا، رات سات بجے گھر آنا روز کا معمول تھا۔ نہانے کے بعد اتنی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی کہ کسی سے ملنے جاتا اُس کے باوجود کم از کم دو مہینے بعد ایک چکر رات کو بھائی جان کی طرف لگ ہی جاتا تھا بھائی جان اور میں P.E.C.H.S. کے علاقے میں ایک ساتھ رہا کرتے تھے لیکن والدین کے انتقال کے بعد ہم انڈیپنڈنٹ ہوگئے اور میں ڈیفنس شفٹ ہو گیا۔

سردیوں کے دن تھے کوئٹہ کی خنک ہوا جسم اور چہرے کو کاٹ رہی تھی بھائی جان کی طرف گئے ہوئے دو مہینے سے اُوپر ہو چکے تھے ساڑھے آٹھ بجے میں اُن کے گھر پہنچ گیا گپ شپ ہوتی رہی خاندان و رشتے داروں کے متعلق گفتگو بھی زیر بحث آئی۔

اسی دوران کال بیل نے سب کو چونکا دیا میرے بھتیجے کاشف نے آکر بتایا کہ سامنے والے پڑوسی نسیم صاحب کی نویاہتا دلہن کچن میں بری طرح جل گئی ہیں اور انہیں فوری طور پر جناح اسپتال لے جانا ہے فی الوقت اُن کے پاس کار کا انتظام نہیں ہے بھائی جان مجھ سے معذرت کر کے کاشف کے ساتھ نسیم صاحب کی دلہن کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال لے گئے اور میں کچھ دیر بھابھی اور بچوں کے پاس بیٹھ کر گھر واپس آگیا۔

تقریباً ایک ہفتے کے بعد مجھے بھائی جان کی طرف ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا۔ باتوں باتوں میں بھائی جان سے میں نے نسیم صاحب کی دلہن کے متعلق دریافت کیا بھائی جان نے جو کہانی مجھے بتائی وہ کچھ یوں ہے۔

”نسیم صاحب کی شادی کو تین مہینے ہوئے تھے اُن کی بیگم رمشا اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ رمشا کے والد مقامی کالج میں پروفیسر تھے اپنا ذاتی گھر تھا اور ضروریات زندگی کی تقریباً ہر آسائش انہیں میسر تھی جتنا کمایا تھا اس کا آدھا بیٹی کی شادی اور جہیز پر لگا دیا تھا۔ اس کے علاوہ کلفٹن میں ایک خوبصورت اپارٹمنٹ بھی رمشا کے نام پر تھا جو کرائے پر اُٹھا دیا گیا تھا، اس منصوبے کے ساتھ کہ جب تک رمشا کے والدین حیات رہیں گے تب تک رمشا کے والدین اُس کا کرایہ وصول کرتے رہیں گے اور پھر ان کی وفات کے بعد رمشا اُس اپارٹمنٹ کی کلی طور پر مالک ہو گی۔

نسیم اور اُن کے گھر والے بنیادی طور پر از حد لالچی واقع ہوئے تھے انہوں نے پوری انکوائری کرنے کے بعد رمشا کے ہاں رشتہ بھجوایا تھا۔ رشتہ طے پا گیا، شادی ہو گئی

Scanned with CamScanner

اور رمشا بے پناہ جہیز و زیورات کے ہمراہ نسیم کے گھر آگئی۔ نسیم کی کپڑے کی دُکان تھی اور گھر کا خرچ خوشی چل رہا تھا۔

نسیم کا گھرانہ اس کی والدہ اور تین بہنوں پر مشتمل تھا والد کا پانچ برس پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی سب بہنوں کی شادی کی عمر نکل چکی تھی۔ خود اپنے بھائی کے لیے اور خصوصاً بھابی کے بارے میں وہ کوئی نہ کوئی نقص نکالتی رہتی تھیں مثلاً لڑکا سانولا ہے، اس کا قد لمبا ہے، قد ناٹا ہے، ناک طوطے جیسی ہے، لڑکا ہماری بیٹی کو امریکا لے جائے گا، پہلے بہنوں کی شادیوں کی ذمہ داری ہے وغیرہ وغیرہ۔

نسیم اور رمشا کی شادی کا ایک مہینہ تو بہت اچھا گزرا لیکن اس کے بعد چھوٹی چھوٹی باتوں پر دونوں میں اکثر و بیشتر لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ رمشا کو کسی طور پر ماں باپ سے ملنے سے منع کر دیا گیا کہ پہلے کار، اپارٹمنٹ نسیم کے نام کیا جائے اور یہ کہ رمشا اپنے والد سے پانچ لاکھ روپیہ نسیم کے کاروبار میں لگانے کے لیے لائے۔ بصورت دیگر مار پیٹ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ نسیم بات بات پر رمشا کو تھپڑوں، گھونسوں اور لاتوں کی مدد سے مارنا شروع کر دیتا تھا۔ لیکن رمشا کا ایک ہی جواب تھا کہ میں کار، اپارٹمنٹ اور پانچ لاکھ روپیہ کہاں سے دوں، یہ کیا ظلم ہے کہ انہوں نے آپ کے بجائے ...

جب کہ نسیم کا کہنا یہ تھا کہ جھگڑے کیا چار ڈالتا ہے۔ اب نسیم وقتاً فوقتاً جلتا ہوا سگریٹ رمشا کے جسم پر جا بجا لگاتا تاکہ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر سکے لیکن رمشا، نسیم کے تمام مظالم برداشت کرتی رہی۔

اُس نے تو جھوٹے منہ بھی نسیم یا اُس کے گھر والوں کی شکایت اپنے گھر والوں سے کبھی بھی نہ کی۔ جب بھی اُس کا حال فون پر پوچھا گیا رمشا نے ایک ہی جواب دیا کہ امی میں نسیم کے ساتھ بہت خوش ہوں، آپ کی طرف اس لیے کئی دنوں بعد آتی ہوں کہ ...

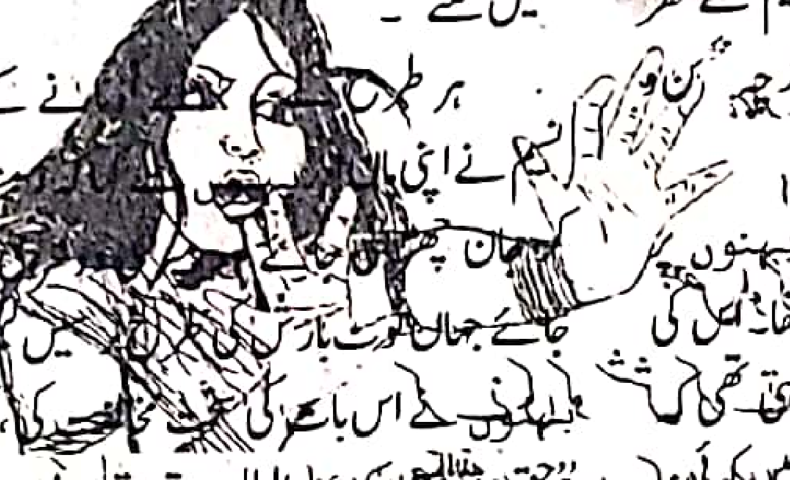

ہر طرح ... نے کے بعد ایک دن نسیم نے اپنی ماں ... رمشا کو طلاق دے جہاں ... جائے جہاں ... بہنوں نے اس بات کی ... کیونکہ رمشا کا ...

آخر کار ... سوچ سمجھے منصوبے کے تحت ایک دن نسیم جو حسب معمول دُکان گیا ہوا تھا اُس کی ماں اور بہنوں نے کہا کہ ہم مغرب کے بعد طارق روڈ کچھ خریداری کے لیے جا رہے ہیں، وہاں سے ہم فلاں رشتے دار کی طرف جائیں گے اور کھانا کھانے کے بعد آئیں گے، تم گھر کا خیال رکھنا۔ مغرب کے بعد ماں اور بہنیں تو چلی گئیں اور دُکان سے نسیم کا فون آیا کہ اسے کسی دوست کے ساتھ دیر ہو جائے اس لیے وہ دیر سے آئے گا ... P.E.C.H.S ...

بھائی جان سانس لینے کے لیے رکے اور کچھ توقف کے بعد بتایا کہ تم جس وقت آئے تھے اس سے کچھ ہی دیر پہلے اہل محلہ نے ایک برقعہ پوش خاتون کو نسیم کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا اور پھر بچاؤ بچاؤ اور رمشا کے شور کی آواز سے اہل محلہ نے دروازہ توڑا اور رمشا آگ کے شعلوں میں گھری چیخ رہی تھی اور آگ نے تمام جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا ... کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ اہل محلہ نے رمشا کو کمبل میں لپیٹ دیا اور پھر تمہارے سامنے اُسے اسپتال لے گیا، جہاں ایک ہفتہ زندگی اور موت کی کشمکش کے بعد رمشا اللہ کو پیاری ہو گئی۔

ہوا یہ تھا کہ جب نسیم نے رمشا کو فون کیا تو اس کے بعد نسیم برقعہ پہن کر گھر میں داخل ہوا، رمشا اس وقت کچن میں تھی، نسیم نے بڑی پھرتی سے اس پر مٹی کے تیل کا تھوڑا سا ... ماچس کی تیلی اس پر پھینک دی۔ رمشا چونکہ نسیم کو دیکھ چکی تھی اس لیے نسیم نے فوراً ... گھر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ دور

> **ٹکڑے کا کیمیائی ...**

Scanned with CamScanner

[illegible]

... بیوی کی ... پر ... جو کر گھر آ گیا اور پھر ...

... کے ساتھ ... کر ... کرنے لگا ...

... صلی اللہ علیہ وسلم ... پولیس ... طلاق ...

... اور ... بھی

... گئی تھی ... پولیس ...

... قابل ... اور ... پولیس کو گواہان کی

... بچانے کی ... ہو گئی۔

... پولیس ... والدہ

اور بہنوں کو حراست ... لیا ہے اور ...

... بھائی جان ... ہوئے اور

... صلی اللہ علیہ وسلم ...

... صلی اللہ علیہ وسلم ...

[illegible]

... صلی اللہ علیہ وسلم ... معمول ... کی

... کو چھوڑ

... گھر آ ... شاید

کسی ڈاکٹری نسخے کے مطابق ... لگتے

... لوگوں کا کہنا

... بھی ...

... رکھتے ہیں

[illegible]

بعض اس وجہ سے تشدد کرتے ہیں ...

... کا ذکر

... یہ تمام

... قرآن ...

... ہیں تو

[illegible]

ہمارے معاشرے ... بیویوں پر تشدد ...

... بیویوں کو روئی کی

... ظلم ... قرآن کی

... قرآن مجید میں

نافرمان بیوی کو نصیحت کرنے، پھر ... خوابگاہ ... کو، پس اگر کہا مانیں تو مت ڈھونڈو

[illegible]

پھر ضرب ... کا حکم ...

[illegible]

[illegible]

پر تنہا چھوڑ دینے ...

... آیت میں بیوی کو

[illegible]

[illegible]

... صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

... بیوی

... آیت

... عورت

[illegible]

... کو ...

اس پر تشدد ... Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 ... بیوی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

... ہیں کہ

... کر

... سورۃ

[illegible]

[illegible]

... اس

کے کہ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے پس نیک ...

... غائب

... تم ڈرتے ہو

... ان کو اور چھوڑ دو ان کو

لور اُن کے راہ، تحقیق اللہ تعالیٰ بلند بڑا ہے"۔ (سورہ النساء 4-34 ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب)

یہ قدیم ترجمہ ہم نے جان بوجھ کر پیش کیا ہے۔ لب اسی کے مقابلے میں اسی آیت کا ترجمہ ایک جدید خیال روشن عالم دین کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: "مرد عورتوں کے سرپرست ہیں، بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے لور بوجہ اس کے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے پس جو نیک بیبیاں ہیں، وہ فرمانبرداری کرنے والی، رازوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں، بوجہ اس کے کہ خدا نے بھی رازوں کی حفاظت فرمائی ہے لور جن سے تمہیں سرتابی کا اندیشہ ہو، تواِن کو نصیحت کرو ان کو اُن کے بستروں میں تنہا چھوڑ دو لور اِن کو سزا دو، پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو اُن کے خلاف راہ نہ ڈھونڈو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بلند اور بڑا ہے"۔ (سورۃ النساء۔ 34 ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب)

ہم نے یہ دونوں ترجمے اس لئے نقل کئے ہیں کہ اس سے ثابت ہو سکے کہ ہمارے اکثر علماء نے قرآنی تعلیمات پر غور کرنے کے بجائے، محض پرانے بزرگوں کے ترجموں کی زبان کو بنیاد بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس سلسلے میں اگر وہ تھوڑی بہت تحقیق کرتے تو اُنہیں اس بارے میں شریعتِ اسلامی کا حکم بھی معلوم ہو جاتا۔ ان حضرات نے اس بارے میں اگر یہ سوچنے کی کوشش کی ہوتی کہ اکثر اوقات زیادتی تو مرد کی جانب سے بھی ہوتی ہے، تو پھر عورتوں کو اپنے شوہروں کو مارنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ پھر چونکہ عورتوں کو اس طرح مارنا انہیں اسلامی تعلیمات کے خلاف نظر آتا تھا، اس لئے انہوں نے اس آیت کی عجیب عجیب تاویلات کی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مرد اکثر عورتوں کو مارا پیٹا کرتے تھے لیکن قرآن مجید نے عورت کا مرتبہ مرد کے برابر قرار دیا تو اُس سے بجا طور پر سمجھا گیا کہ شریعتِ اسلامی مردوں کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنی عورتوں کو ماریں۔ چنانچہ ایک دفعہ جب ایک انصاری نے اپنی بیوی کے منہ پر تھپڑ مارا تو اُس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اُس انصاری کو بھی ویسا ہی تھپڑ مارا جائے۔ آپ کا فیصلہ قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے مطابق تھا۔

ترجمہ:۔ "اگر تم میں سے دونوں (یعنی میاں بیوی) بے حیائی کے مرتکب ہوں، دونوں کو ہلکی سزا دو اور جب وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو پھر اُن سے درگزر کرو" (سورہ النساء۔16)

لیکن ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ پسند نہ کیا۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلے کو جو قرآنی تعلیمات کے عین مطابق تھا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ جو اس دنیا کے تمام منصفوں سے زیادہ منصف اور اعلیٰ و ارفع جج تھے، کیا آپ ایک معمولی سے مسئلہ کے بارے میں قرآنی حکم کو نہ سمجھ سکے۔

پھر چونکہ عورتوں کو مارنا، اسلامی تعلیمات کے خلاف معلوم ہوتا تھا، اس لئے حضرت ابنِ عباس نے اس کی یوں تشریح فرمائی کہ عورت کو صرف مسواک سے مارنے کی اجازت ہے۔ (تفسیر فتح القدیر از علامہ شوکانی، جلد اول صفحہ 462)

حضرت ابنِ عباس جو قرآنِ مجید کے اول شارح تھے، کی اس وضاحت سے تو عورتوں کو مارنے کا معاملہ عجیب دکھائی دیتا ہے۔ امام شافعیؒ نے اس کی ایک دوسرے طریقے سے وضاحت کی ہے اور وہ یہ کہ عورتوں کو مارنے کی اجازت تو دی گئی ہے لیکن اچھا یہ ہے کہ انہیں نہ مارا جائے۔ (ایضاً)

ان کے ساتھ ہی صحیح بخاری نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں یہ شکایت تھی کہ وہ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ

نے انہیں ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ "کتنے شرم کی بات ہے کہ لوگ عورتوں کو مارتے بھی ہیں اور پھر اُن سے مباشرت بھی کرنا چاہتے ہیں"۔

اس آیت میں دراصل میاں بیوی کے تعلقات کا سرے سے ذکر ہی نہیں بلکہ اس آیت میں اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت اور مرتبے سے بحث کی گئی ہے۔ جس لفظ یعنی "ضرب" کا ترجمہ "مارنا" کیا جاتا ہے، عربی زبان میں اس کے متعدد معنی ہیں اور جب کسی لفظ کے متعدد معنی ہوں تو سیاق و سباق کے مطابق اس کا وہ معنی اختیار کیا جاتا ہے جو سب سے زیادہ مناسب ہو۔ عربی زبان کے مشہور ماہر لغت سید مرتضیٰ الحسن الزبیری نے لفظ "ضرب" کے کئی معنی بیان کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ جب اس لفظ کو قانونی مفہوم میں استعمال کیا جائے گا تو اس کا استعمال یوں ہوگا۔

ضرب القاضی علی یدہ ای حجرہ

ترجمہ: قاضی نے اس کے ہاتھ پر مارا، یعنی اُسے روکا۔

تو قارئین ذہن نشین رہے کہ اس آیت میں "ضرب" کے معنی محض روکنے کے ہیں۔ اس معنی کی رُو سے آیت کے معنی یہ ہوں گے۔

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں فحاشی کا خطرہ ہے، تو تم انہیں تنبیہہ کرو اور انہیں اُن کے بستروں میں اکیلا چھوڑ دو اور اُنہیں گھر سے باہر جانے سے روک دو۔

خیال رہے کہ یہاں گھر سے باہر نکلنے پر پابندی لگانے کو سزا قرار دیا گیا ہے، کیونکہ عام حالات میں عورتوں اور مردوں کو گھروں سے نکلنے کی کامل آزادی ہے، لیکن ان کا یہ نکلنا کسی کام کے لئے ہو۔ اس بارے میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے لئے ایک ہی قسم کے احکامات ہیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے کام کاج کے لئے جائیں تو اپنی نظروں کو نیچا رکھیں، لیکن ہمارے ہاں عام طور پر پردے کا یہ غلط مفہوم لیا جاتا ہے کہ عورتوں کو گھروں میں بند کر دیا جائے، حالانکہ قرآنِ مجید کی اس آیت کے مطابق اُنہیں گھروں میں بند کر کے رکھنا ایک سزا ہے اور یہ سزا اُنہیں اُس وقت دی جائے گی جب کہ وہ کسی معاملے میں سرکشی کا رویہ اختیار کریں۔

مختصر یہ کہ شریعت اسلامی میں کسی مرد کو ہرگز یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو مارے پیٹے۔ ہاں جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت 16 کے حوالے سے بیان کیا جاچکا ہے کہ اگر مردوں یا عورتوں میں سے کوئی بھی فحاشی کا ارتکاب کرے تو اسلامی معاشرہ اُنہیں مناسب سزا دے سکتا ہے یعنی دونوں کو سزا ملے گی۔ صرف عورت کو سزا دینا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔

انتقالِ پُر ملال

O..... پشاور مراقبہ ہال کے نگراں نیاز احمد کے والد گذشتہ دنوں انتقال کر گئے۔

O..... سیالکوٹ مراقبہ ہال کے نگراں محمد ایاز کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں۔

O..... راولپنڈی مراقبہ ہال کے نگراں قاضی مقصود احمد کی خوش دامن گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

O..... عظیمیہ جامع مسجد کراچی (مرکزی مراقبہ ہال) کے آفس سیکریٹری اکرام شہابی کے چھوٹے بھائی ملک کے معروف آرٹ ڈائریکٹر اسلام شہابی گذشتہ دنوں لاہور میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

Scanned with CamScanner

ڈپریشن اور آپ

سوشل سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق ڈپریشن کی کیفیت میں فرد کی طرزِ فکر کا بہت عمل دخل ہے۔ ڈپریشن میں آدمی کس طرزِ فکر کو اختیار کرے، اس بارے میں مفید مشورے، معاون مشقیں اور خصوصی مراقبہ۔

رخسانہ کوثر

ابن سینا کے پاس، جو عظیم مسلمان فلسفی، ریاضی دان، طبیب اور موسیقار گزرا ہے، ایک مریض کو لایا گیا جو عجیب و غریب طرح کے اوہام کا شکار تھا اور تمام طبیبوں نے اسے ناقابلِ علاج قرار دے دیا تھا۔ وہ مریض اپنے آپ کو گائے سمجھتا تھا اور وہ تمام عادتیں اپنا چکا تھا جو گائے میں ہوتی ہیں۔ وہ گائے کی طرح ڈکراتا، قریب آنے والوں کو اپنے تئیں سینگ مارتا اور لوگوں سے کہتا کہ وہ گائے ہے جسے عنقریب ذبح کردیا جائے گا۔ بیماری کی شدت کی وجہ سے اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا جس سے وہ روز بروز لاغر ہوتا چلا گیا۔ ابنِ سینا نے مریض کو ایک دن بتایا کہ قصاب اسے ذبح کرنے کے لئے آرہا ہے۔ مریض کے ہاتھ پاؤں کس کے باندھ دیئے گئے۔ ابن سینا اس کے گلے کے قریب چھری لاکر رک گئے، مریض کے جسم کو اچھی طرح ٹٹولا اور کہا کہ گائے بہت لاغر اور کمزور ہے چنانچہ ذبح کرنے کے قابل نہیں۔ جب تک یہ کچھ فربہ نہ ہوجائے اس کا گوشت کھانے کے قابل نہیں ہوسکتا۔ مریض کی رسیاں کھول دی گئیں۔ فربہ ہونے کے خیال سے اس نے خوب کھانا پینا شروع کردیا۔ وہ جب تک خود کو گائے سمجھتا تھا کچی سبزیوں کے علاوہ کچھ نہیں کھاتا تھا پھر آہستہ آہستہ دوسری چیزیں بھی کھانے لگا۔ جسمانی صحت بہتر ہونی شروع ہوئی تو اس کا اثر ذہنی صحت پر بھی پڑا اور اسے فضول و نامعقول خیالات اور اوہام سے نجات مل گئی۔

اگر ہم ابنِ سینا کے مریض کے خیالات کی نوعیت پر غور کریں تو ان میں احمقانہ، غیر معقول اور غیر حقیقی اوہام کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ذہنی مسائل میں فرد کی طرزِ فکر Thinking کا بہت عمل دخل ہے۔ اسی طرح اگر ہم معمولی ذہنی عارضوں اور شدید ذہنی عارضوں پر غور کریں تو ان میں بلا تفریق یہی بات نظر آتی ہے اور اسی طرح ڈپریشن و اسٹریس میں بھی.....

ان باتوں سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ڈپریشن کی روک تھام میں ایسی طرزِ فکر کی ضرورت ہے جس میں ٹھہراؤ ہو ساتھ ہی ساتھ ایسی خوراک استعمال کی جائے جس سے ڈپریشن کا اثر کم سے کم یا بالکل نہ ہو۔ ڈپریشن سے بچنے کے لئے معاون مشورے، مشقیں اور غذائیں ہم آگے بیان کریں گے۔ آئیے پہلے ڈپریشن کے بارے میں چند ضروری باتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

ڈپریشن کی عام علامات یہ ہیں۔ محسوسات کم ہوجانا، ذہنی عدم مرکزیت، پریشان کن خیالات، تفریحی جذبات کی کمی، خودکشی کے خیالات وغیرہ جب

Scanned with CamScanner

کہ اس کی جسمانی علامات یہ ہیں تھکن، وزن کم ہو جانا، کمزوری، نیند میں کمی، جسم میں درد اور کھچاؤ اور ازدواجی جذبات میں بے رغبتی وغیرہ۔

اے بی سی نیوز کے مطابق امریکی جرنل آف پرسنالٹی اینڈ سوشل سائیکالوجی میں ایک تحقیق کے نتائج شائع ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دولت انسان کی سب سے اہم نفسیاتی ضرورت ہے جب کہ عزتِ نفس اور خود پسندی پہلی ضرورت ہے۔ ماہرین نے دیگر نفسیاتی ضرورتوں میں مقبولیت، اثرورسوخ اور تعیشات کو شامل کیا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا کہ جو لوگ ان ضرورتوں کو حد سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں وہ دماغی اعتبار سے بہت کم صحت مند دیکھے گئے ہیں یہ لوگ زیادہ تر ناخوش رہتے ہیں۔

رٹجرز یونیورسٹی میں ماہرین کی کانفرنس کے دوران تمام ہی شرکاء اس بات پر متفق تھے کہ اب جو عوارض سامنے آرہے ہیں ان کے نفسی سماجی عوامل ہوتے ہیں۔ یعنی لوگ کیسا محسوس کرتے ہیں وہ کسی بیماری کے تجربہ سے کس طرح گزرتے ہیں۔ اس بات سے تو تقریباً تمام ماہرین اتفاق کرتے ہیں کہ جدید دور کی تیز رفتاری نے ڈپریشن میں اضافہ کیا ہے۔ پرانے زمانے میں تہذیبیں جب ایک دوسرے کے قریب نہیں آئی تھیں۔ مواصلات کا نظام بھی وسیع تر نہیں تھا تو لوگ عالمی واقعات پر کسی خاص ردِ عمل کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ لیکن اب مواصلات کی ترقی کے بعد بہت سے معاملات میں دنیا کے تمام حصوں کے باشندے تقریباً ایک ہی طرح کے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں مثلاً آلودگی، ایٹمی جنگوں اور معیشت کے خطرات۔ عالمی خطرات کے بعد قومی سطح کے مسائل بھی ڈپریشن کا سبب بن سکتے ہیں۔ مثلاً مہنگائی، کرپشن، بے روزگاری، شادی کے مسائل اور کاروبار میں ناکامی وغیرہ وغیرہ اور یہی چند مسائل ہمارے ہاں زیادہ پائے جاتے ہیں۔

معروف مغربی مصنف اور سرجن کینتھ واکر اپنی کتاب Diagnosis of man میں بتاتا ہے کہ دماغ کے کچھ ایسے حصے بھی ہیں جن کو نقصان پہنچنے کی صورت میں آدمی کی سوچ منفی ہو جاتی ہے۔ کینتھ واکر نے ایک مریض کا مطالعہ کیا وہ پہلے بالکل نارمل تھا لیکن ایک دماغی چوٹ کی وجہ سے ذہنی عارضے کا شکار ہو گیا۔ لیکن اس طرح کے تجربات بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق دنیا کا ہر پانچواں شخص ڈپریشن کا شکار ہے۔ یہ مسئلہ بہت گمبھیر صورت اختیار کر گیا ہے۔

ایک تحقیقی مطالعے کے مطابق امریکہ میں ہر سال دس فیصد (اندازاً 26 لاکھ) افراد ڈپریشن کا شکار ہو رہے ہیں۔ برازیل کی 21 فیصد خواتین اور آٹھ فیصد مرد ڈپریشن کے شکنجے میں نظر آئے۔ یوگنڈہ کے 36 فیصد افراد نے ڈپریشن کی شکایت کی جب کہ برطانیہ کے طلبہ و طالبات میں 50 فیصد طالبات اور 25 فیصد طلبہ اس مرض میں مبتلا ہوئے۔ جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں بھی حالت کم تشویش ناک نہیں ہے۔ ماہرین کے مطابق Chronic depression کے علاوہ پاکستانیوں کی ایک بڑی تعداد ڈپریشن کی عمومی کیفیت میں مبتلا ہے جو پیچیدہ ڈپریشن Chronic depression کی جانب تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ ڈپریشن کی بعض سنگین صورتوں میں کسی ماہر نفسیات یا معالج سے رابطہ کرنا ضروری ہے تاہم اگر اپنی طرزِ فکر اور طرزِ زندگی Life style میں تھوڑی سی تبدیلی کی جائے، چند مشقیں کی جائیں اور مناسب خوراک لی جائے تو ابتدائی Stage پر آپ ڈپریشن کے منہ زور گھوڑے کو لگام دے سکتے ہیں۔

مثبت طرز فکر اختیار کیجئے:- ایک خاتون پرائمری اسکول ٹیچر تھیں۔ شادی ہوئی تو شوہر کی آمدنی بھی محدود تھی ملازمت بھی اکثر چھوٹ جاتی تھی۔ اس طرح گھر کا تقریباً تمام بوجھ خاتون کے کاندھوں پر تھا۔ کچھ عرصے تک اس تنگی میں بھی گزارا آسانی سے ہوتا رہا۔ پھر شوہر کو کم تنخواہ پر ایک مستقل

Scanned with CamScanner

ملازمت مل گئی۔ مہنگائی کے دن۔ دن بڑھنے اور تنخواہ میں عدم اضافے سے خاتون کے ذہن پر دباؤ بڑھنے لگا۔ گھر میاں بیوی دونوں کے شیئر سے چل رہا تھا لیکن خاتون نے تمام تر ذمے داری کا بوجھ ذہنی طور پر اپنے اوپر لے لیا۔ رفتہ رفتہ بوجھ بڑھتا گیا اور وہ مایوس رہنے لگیں۔ ان کی بھوک کم ہونے لگی۔ مزاج میں درشتگی بڑھ گئی اور آخر مایوسی کے طویل دورے پڑنے لگے۔

ایسے چند ایک نہیں بے شمار واقعات ہمارے آس پاس موجود ہیں جن میں لوگوں نے اپنے اوپر اضافی دباؤ مسلط کیا ہوا ہے۔ وہ مسئلے کے منفی پہلو پر زیادہ غور کرتے ہیں ۔ ناکامیاں انہیں زیادہ یاد رہتی ہیں بہ نسبت کامیابیوں کے..... ظاہر ہے ایسی صورت میں ڈپریشن پوری جلوہ سامانی کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے۔

مغربی مصنف راجر ہینڈرسن نے اپنی کتاب Stress Beater میں لکھا ہے "اپنے آس پاس اپنی کامیابیوں کی نشانیاں لگا دیں یا ایسے مختصر جملے دہرائیں جن سے آپ کا حوصلہ بلند رہے یا جن سے آپ متاثر ہوتے ہوں۔ اچھی گفتگو کریں اور سنیں۔ جب کوئی مشکل صورت حال ہو تو مثبت خیالات اور جملوں کے ذریعے منفی افکار کو جھٹک دیں۔ پُر امید رہا کریں"۔

راجر ہینڈرسن نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی ہے۔ انہوں نے جس طرزِ فکر کی طرف اشارہ کیا ہے اسے ہمارے روحانی اسلاف نے پیغمبرانہ طرزِ فکر کے نام سے متعارف کرایا ہے ۔ قرآن ، احادیثِ مبارکہ اور اہلِ روحانیت پیغمبرانہ طرزِ فکر کے شارح ہیں۔ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ"۔ (سورہ یوسف)

"آپ فرما دیجئے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سارے گناہ بخش دیتا ہے"۔ (سورہ زمر)

ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ابو امامہؓ حاضر ہوئے۔ ان کی حالت دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا اِس وقت تم کیسے آ گئے۔ انہوں نے جواب دیا حضور قرضوں اور غموں نے پریشان کر کے یہاں لا بٹھایا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر انہیں ایک دعا صبح شام پڑھنے کو دی جب ہم اس کا مفہوم دیکھتے ہیں تو اس میں تکلیف غم اور تشویش کے وقت اللہ تعالیٰ پر بھروسے کا سبق ملتا ہے جس کی بناء پر دل کو سکون میسر آتا ہے، ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے نتیجتاً تکلیفوں سے نکلنے کے اسباب پیدا ہونے لگتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعا بتائی اس کا ترجمہ یہ ہے "اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں غم اور خوف سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں کمزوری اور سستی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں کنجوسی اور بخل سے اور پناہ مانگتا ہوں قرضوں کے بوجھ سے اور لوگوں کے ستم سے"۔ ابو امامہؓ کہتے ہیں اس دعا کو حسبِ ہدایت پڑھنے سے میرے غم جاتے رہے اور قرض اتر گیا۔ ظاہر ہے جب آدمی کے اندر سے غم، خوف، کمزوری اور سستی نکل جائے تو کامیابیاں تو ملنی ہی ہیں۔ ایسی صورت میں ڈپریشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پیار، محبت، خلوص، استغنا، عجز و انکساری، توکل، صبر و ایثار، رواداری، درگزر، اعتدال پسندی اور روحانی اقدار کی پاسداری ذہنی بگاڑ اور ڈپریشن کے خلاف ایک ڈھال کا کام کرتے ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم ذہنی صحت کے ان پیغمبرانہ فارمولوں کو جانیں اور انہیں اپنی عملی زندگی میں اپلائی کریں۔

مصروفیت تلاش کریں:- عام کہاوت ہے "خالی دماغ شیطان کا کارخانہ ہے"۔ ڈپریشن کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس غمناک باتوں اور اندیشوں میں مبتلا ہونے کے لئے کافی وقت ہو۔ بہت سے بے روزگار نوجوان گھر میں پڑے پڑے نہ صرف اپنی صلاحیتوں کو زنگ لگا لیتے ہیں بلکہ بیروزگاری کا روگ ڈپریشن کا روپ دھار لیتا ہے۔ ایسے تمام نوجوانوں کے لئے مشورہ ہے کہ وہ خود کو مصروف رکھیں۔ ملازمت کی

تلاش کے لئے گھر سے باہر نکلیں۔ کوئی چھوٹی موٹی اور معمولی ملازمت مل رہی ہو تو کرلیں کچھ نہ ہونے سے بہتر یہ ہے کہ کچھ آمدنی ہو جائے۔ اس سے آپ کا ذہن مستقل مصروف رہے گا تھوڑی بہت آمدنی ہو گی تو پورے Confidance کے ساتھ احباب کو Face کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی اچھی ملازمت کی کوششیں بھی جاری رکھئے۔

مصروفیت تلاش کرنے کا ایک ذریعہ درخت یا پودے لگانا اور ان کی نگہداشت کرنا ہے۔ پودوں کے لئے کیاری بنائیں یا گملوں میں لگائیں ان کی روزانہ دیکھ بھال کریں۔ مٹی کو نرم کریں، خراب پتوں کو چھانٹیں اور غیر ضروری گھاس صاف کریں۔ ان کے سبز پتوں کو دیر تک دیکھیں۔ پتوں کی رگوں میں موجود پانی پہنچنے کے پروسس پر غور کریں کہ کس طرح جڑیں زمین سے پانی جذب کر کے اوپر پتوں تک پہنچاتی ہیں۔ درخت یا پودے کے متناسب پھیلاؤ پر غور کریں کہ کشش ثقل اور ہوا کے دباؤ کے باوجود کس طرح کھڑا ہے۔ اس کا پوائنٹ آف گریویٹی کس طرح اسے متوازن رکھتا ہے وغیرہ۔

بعض لوگوں کو پرندے یا جانور پالنے کا شوق ہوتا ہے۔ یہ بھی بہت مناسب مشغلہ ہے۔ حیوانات فطرت سے قریب ہوتے ہیں ان کے بارے میں سوچنے اور غور کرنے سے ذہن بھی فطرت کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے اور فطرت سے قربت ذہنی سکون کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

عام طور پر خواتین کی مصروفیت کا دائرہ صرف گھر تک محدود ہوتا ہے۔ اسی بناء پر مختلف مسائل کا بہت گہرا اثر قبول کرتی ہیں۔ گھریلو خواتین کے لئے ڈپریشن سے محفوظ رہنے کا سامان گھر میں ہی موجود ہے۔ فینگ شوئی کا طریقہ روحانی ڈائجسٹ میں کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے جو جسم میں توانائی کے بہاؤ کو درست رکھتا ہے۔ اس اصول کے مطابق گھر کی تزئین و آرائش کیجئے۔ اس کا پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ گھر کو غیر ضروری سامان اور کاٹھ کباڑ سے پاک کریں۔ فالتو کاغذ، کپڑے اور دیگر چیزیں ضائع کردیں۔

مصروفیات میں سے وقت نکالیں:- عنوان پڑھ کر یقیناً آپ حیران ہونے ہوں گے کہ ایک جانب ہم مصروفیت تلاش کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مصروفیت میں سے وقت نکالیں۔ دراصل یہ مشورہ ان افراد کے لئے ہے جو کارخانۂ حیات میں اس طرح مصروف ہیں کہ ان کا کام ڈپریشن کا سبب بن گیا ہے۔ اہلِ خانہ یا قریبی دوستوں سے گپ شپ اور تبادلۂ خیال بھی ذہنی پریشانی اور دباؤ ختم کرنے کا ایک عمل ہے۔ دن بھر میں کم از کم ایک گھنٹہ ضرور اس مقصد کے لئے نکالئے۔ مہینے میں چھٹی کا ایک دن تفریح کے لئے مخصوص کرلیں۔

امریکی ماہر نفسیات ڈاکٹر ولیم فرائے انسانی جسم پر مزاح کے اثرات پر تحقیق کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر فرائے کا کہنا ہے کہ اس سے جسم میں آکسیجن کا انجذاب بھی بڑھ جاتا ہے۔ میٹابولزم اور عضلات کی سرگرمی بڑھ جاتی ہے دل کے عضلات کو توانائی ملتی ہے۔ مغرب میں ہنسنے اور قہقہے لگانے کے کلب تک وجود میں آچکے ہیں۔ ہنسنے اور قہقہہ لگانے کے مواقع تلاش کیجئے۔ یہ ڈپریشن سے بہترین مدافعت ہے۔

انبیائے علیہم السلام اور اولیاء کرامؒ کی زندگی کے بارے میں پڑھنے سے ذہنی سکون میسر آتا ہے۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیجئے جن میں اللہ کے دوستوں اور پسندیدہ بندوں کا تذکرہ ہو۔ ڈپریشن کا ایک آزمودہ علاج جس پر بے شمار لوگوں نے عمل کیا یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی آیات کی تلاوت کر کے اور ترجمہ پڑھ کے اس پر غور و فکر کریں۔ اس کی نورانیت ساری مایوسی، غم، ذہنی دباؤ اور ڈپریشن کا خاتمہ کر دے گی اور آپ اپنے اندر نئی توانائی محسوس کریں گے۔

خوش رہنا سیکھئے:- شکاگو یونیورسٹی نے ایک سروے کیا جس سے پتہ چلا کہ دس میں سے تین

امریکی خود کو بے حد خوش قرار دیتے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ خوش رہنے والے افراد کو اپنے اوپر بہت کنٹرول محسوس ہوتا ہے۔ ایسے لوگ پر اُمید ہوتے اور مختلف حالات کا مقابلہ کرنے کے فن سے آشنا ہوتے ہیں۔ ڈپریشن سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے ماحول میں سے خوشی اور اطمینان ڈھونڈ نکالیں۔ خوش اور مطمئن رہنے کی عادت ڈالیں تاکہ آپ کی صحت پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں۔

دکھ غم اور تکلیف کے مقابلہ میں سوشل سائنسدانوں نے 1967ء سے 1994ء تک خوشی کے موضوع پر جو اعداد و شمار پیش کئے اس کے مطابق ڈپریشن سے متعلق لکھے جانے والے مضامین کی تعداد 4638، انگزائٹی 3685، ناراضگی اور خفگی پر 5099 اور خوشی پر مبنی مضامین کی تعداد صرف 2389 تھی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خوشی کو کتنا AVOID کیا جاتا ہے۔

مساج تھراپی سے مدد لیں:- جاپانی تکنیک "شیاٹسو" کے بارے میں تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ اس کا مطلب ہے انگلیوں کا دباؤ۔ اس کی بنیاد اس قدیم نظریئے پر ہے کہ انگلیوں کے ذریعے جسم کے ایکوپریشر پوائنٹ پر دباؤ ڈال کر جسم میں توانائی کا بہاؤ درست کیا جاتا ہے۔ مساج کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دونوں کندھوں کے درمیان ریڑھ کی ہڈی کے اطراف جہاں گردن ختم ہوتی ہے، دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دباؤ کے ساتھ مساج کریں۔ اس سے نہ صرف تھکن ختم ہوتی ہے بلکہ سکون اور فرحت کا احساس بھی ہوتا ہے۔

آپ کی خوراک:- خوراک اور صحت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جسم صحت مند ہو تو دماغ تک خون پوری مقدار میں پہنچتا ہے ایسی صورت میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بہتر ہوتی ہیں۔ خوراک لیتے وقت یہ خیال رہے کہ غذا صاف، تازہ اور صحت بخش ہو۔ ڈاکٹر سے مشورے کے بعد روزانہ کھانے کے علاوہ ایک گلاس دودھ، بیس دانے کلونجی ایک چمچہ شہد کے ہمراہ (ذیابیطس کے مریض شہد استعمال نہ کریں)، پندرہ عدد پستے، دس عدد بادام، بیس عدد کشمش (ذیابیطس کے مریض اس سے مستثنیٰ ہیں)، ایک سیب یا کوئی بھی موسمی پھل لیا جاسکتا ہے۔ روزانہ دو لیٹر (تقریباً آٹھ گلاس) پانی پییں۔ اپنی خوراک میں کیلوریز کا خیال رکھیں۔ روزانہ ورزش کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ اس کے بعد آپ اپنے آپ کو زیادہ پرسکون اور مطمئن محسوس کریں گے۔

مراقبہ سے مدد لیجئے:- ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ہربرٹ بینسن نے اپنی مشہور کتاب Relaxation Response میں لکھا ہے "مراقبہ میں انسان اپنی توجہ ایک نقطہ پر مرکوز کرلیتا ہے۔ ذہنی بیماریوں پر قابو پالیتا ہے۔ ارتکازِ توجہ سے دل کی حرکت، سانس کی رفتار اور دماغی پٹھے متوازن اور پرسکون ہوجاتے ہیں اور دماغی پریشانی پیدا کرنے والے ہارمونز غائب ہوجاتے ہیں"۔

ڈپریشن سے بچاؤ کے لئے مراقبہ سے بھی مدد لیں۔ رات کو تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد وضو کریں اور کسی کمرے میں شمال رخ بیٹھ جائیں۔ سو مرتبہ درود شریف اور سو مرتبہ یاحی یاقیوم کے بعد آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ آسمان سے نیلی روشنی برس رہی ہے اور میرے دماغ میں جمع ہورہی ہے۔ یہ مراقبہ پندرہ سے بیس منٹ تک کریں۔

روحانی تعلیمات سے استفادہ کرنے والے لوگ زیادہ پرسکون اور مطمئن رہتے ہیں اس بات کی اب سائنسی طور پر بھی تصدیق ہوگئی ہے۔ گذشتہ دنوں 16 اقوام میں ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار افراد کا سروے کیا گیا تو پتہ چلا کہ جب لوگ اپنے مذہب اور عقیدے سے زیادہ وابستہ ہوتے ہیں، عبادات خشوع خضوع اور مراقبہ یکسوئی سے کرتے ہیں، لائف اسٹائل میں اعلیٰ اخلاقی کردار کا اظہار کرتے ہیں تو ان میں خوشی اور اطمینان بڑھ جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

جدید سائنسی تحقیق کے بعد اب بانجھ پن کی مایوسی کو امید میں تبدیل کیا جاسکتا ہے

ڈاکٹر سجاد حسین سے ایک گفتگو

اولاد اللہ کی عطا کردہ ایک عظیم دولت ہے۔ بچوں کی معصوم شرارتیں اور بھولی بھالی باتیں ماں اور باپ کو شاد کام کر دیتی ہیں۔ دن بھر کا تھکا ہارا باپ جب گھر پہنچ کر بچوں کو دیکھتا ہے تو اس کی آدھی تھکن تو یونہی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح گھر کے کاموں سے نڈھال ماں کی گود میں اس کا بچہ ہلکی کلکاری مار دے تو اس کی ساری کلفت دور ہو جاتی ہے۔ شادی کے بعد ایسے جوڑے جنہیں اولاد کی خوشی نہ ملے وہ دیگر تمام خوشیاں ہونے کے باوجود غمگین نظر آتے ہیں۔ یہ ایسا خلاء ہے جسے صرف اولاد ہی پورا کر سکتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ اس طرح کے جوڑے اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے ہر ممکنہ علاج کرتے ہیں۔ ایلوپیتھک، ہربل اور تقریباً تمام ممکنہ طریقہ علاج سے رجوع کرتے ہیں۔ کافی سرمایہ اور وقت خرچ کرتے ہیں۔

اولاد سے محرومی کی اہم وجہ شوہر، بیوی یا دونوں کا بانجھ پن ہے۔ اس وقت بانجھ پن دور کرنے کا ایک منفرد بین الاقوامی ادارہ کام کر رہا ہے جس کے تحت سینکڑوں شادی شدہ جوڑے اولاد کی خوشی سے ہمکنار ہوئے۔ اس ادارے کا نام آسٹریلین کونسیپٹ میڈیکل سینٹر ہے۔ آسٹریلین کونسیپٹ سینٹر 1982ء سے قائم ہے۔ اس ادارے نے جدید آسٹریلین ٹیکنالوجی کے ذریعے یہ مقصد حاصل کیا۔

آسٹریلین میڈیکل سینٹر کراچی کا قیام اگست 1998ء میں ہوا اور آسٹریلین کونسیپٹ سینٹر نے اب تک پندرہ سو سے زائد شادی شدہ جوڑوں کو بچوں کی ولادت کی خوشی سے ہمکنار کیا ہے۔ یہ میڈیکل سینٹر دنیا کے تسلیم شدہ فرٹیلٹی کے ماہر ڈاکٹر بورس ہیلیج کی رہنمائی میں کام کر رہا ہے۔ پاکستان میں آسٹریلین کونسیپٹ سینٹر کے کوآرڈینیٹر اور ڈائریکٹر ڈاکٹر سجاد حسین ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بانجھ پن ایک بیماری ہے جو 99 فیصد تک قابل علاج ہے۔ بانجھ پن عورتوں میں ہی نہیں مردوں میں بھی ہوتا ہے۔ اگر عورت میں بانجھ پن ہو اور اس کی عمر 35 سال سے کم ہے تو اس کے ہاں اولاد ہونے کے 99 فیصد چانس ہوتے ہیں۔ ہر دس شادی شدہ جوڑوں میں سے ایک جوڑا اس بیماری کا شکار ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والے معاشرتی مسائل بہت زیادہ ہیں۔

اس تکنیک کو فروزن ایمبریو ٹرانسفر تکنیک کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس تکنیک کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ آسٹریلین کونسیپٹ میڈیکل سینٹر کے ماہرین کی کوششوں سے گذشتہ سال 31 مارچ کو پہلی فروزن بے بی کی پیدائش عمل میں آئی۔ سینٹر کی ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر سلمیٰ بتول نقوی نے بتایا کہ "دنیا بھر میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی پیدائش میں 2 سے 3 برس کا عرصہ لگ جاتا ہے لیکن یہ ہماری کامیابی تھی کہ جب ہم نے اپنے سینٹر کی پہلی سالگرہ

منائی تو اس وقت ہماری پہلی ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ولادت عمل میں آچکی تھی اور اب فروزن بے بی کی پیدائش پاکستان اور ہماری ایک بڑی کامیابی ہے جس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں"۔ اس ٹیم میں ڈاکٹر بورس ہیلیج، ڈاکٹر سجاد حسین کے علاوہ ڈاکٹر عطیہ، ڈاکٹر نسرین، بائیو کیمسٹ اسماء، ڈاکٹر شہناز، سرجن حسین طارق (مرحوم) اور دیگر اسٹاف شامل تھا۔

ڈاکٹر سلمیٰ نے بتایا کہ اب کسی بھی بے اولاد جوڑے کو فریز ڈ ایمبریو ٹرانسفر ٹیکنالوجی اپنانے کے لئے بیرونِ ملک جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے سینٹر میں وہ تمام سہولیات موجود ہیں جن کا کسی بھی بہترین سینٹر میں ہونا ضروری ہے۔

ڈاکٹر سجاد حسین نے ٹریٹمنٹ کا طریقہ کار بتاتے ہوئے کہا کہ جب ہم ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے لئے کسی خاتون کو ٹریٹمنٹ دے رہے ہوں تو کبھی کبھی ادویات کے مابعد اثرات کی وجہ سے یہ عمل بہت تیز ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم Overy سے Ovuls نکال کر انہیں مرد کے Sperm سے خاص تکنیک کے ذریعے ملاتے ہیں پھر اس سے جو ایمبریو بنتا ہے اسے فریز کر دیتے ہیں۔ ایمبریو منفی 196 ڈگری پر منجمد کئے جاتے ہیں جسے کئی برس تک منجمد رکھا جا سکتا ہے تاہم ایمبریو کو دو ماہ بعد عام درجہ حرارت تک لاکر رحم مادر میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ایمبریو کو منجمد کرنے اور عام درجہ حرارت میں لانے کے عمل میں ایمبریو کے ذریعے بچہ پیدا ہونے کا تناسب ترقی یافتہ دنیا میں 11 سے 18 فیصد ہے جب کہ ہمارے سینٹر میں یہ تناسب فی الوقت 11 فیصد بن رہا ہے لیکن ہمیں قوی امید ہے کہ یہ تناسب بڑھ جائے گا۔ بانجھ پن کا مرض 20 سال قبل تک ایک معمہ سمجھا جاتا تھا اور میڈیکل سائنس اس مرض کے شکار مرد اور خواتین کا کوئی قابل قدر علاج نہیں کر سکتی تھی لیکن پچھلی دو دہائیوں میں میڈیکل سائنس کی اس شاخ میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔

یہ طریقہ علاج بہت نازک اور تکنیکی عوامل پر منحصر ہوتا ہے۔ اعلیٰ مہارت و تجربہ، جدید لیبارٹری، آپریشن تھیٹر اور اعلیٰ معیار کا علاج کونسیپٹ میڈیکل سینٹر کی چند نمایاں خصوصیات ہیں لہٰذا اب اس مقصد کے لئے ترقی یافتہ ممالک میں جانے اور کثیر سرمایہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ڈاکٹر سجاد حسین نے بتایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس نئی تکنیک سے زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کریں اس لئے ہم نے مریضوں کا معائنہ اور تشخیص مفت کر دی ہے۔ ہمیں نہایت خوشی ہے کہ کراچی میں آسٹریلین کونسیپٹ میڈیکل سینٹر کو اچھا رسپانس ملا ہے۔ ڈاکٹر فریدون سیٹھنا، پرزین کانجی، ڈاکٹر سعدیہ رضوی، ڈاکٹر حبیبہ اور سلمیٰ بتول جیسے ماہر ڈاکٹرز کی ٹیم ہماری مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور ڈاکٹر جاوید رضوی ٹیم کے سربراہ ہیں۔

ڈاکٹر سجاد نے بتایا کہ میرے پاس ایک چالیس سالہ صاحب آئے جن کی چار بیویاں بھی ان کے ہمراہ تھیں جن کی عمریں بالترتیب اٹھارہ، بائیس، اٹھائیس اور بتیس سال تھیں۔ مگر چار شادیوں کے باوجود ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی۔ جب ان کا معائنہ کیا گیا اور تشخیص کی گئی تو پتہ چلا کہ ان میں باپ بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ آپ بے شک اور کئی شادیاں کر لیں مگر کوئی رزلٹ نہیں آئے گا۔ اس لئے ایسے تمام لوگوں کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ شادیاں پر شادیاں کرنے کے بجائے اپنا معائنہ اور تشخیص کروالیں تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ہم نے معائنہ اور تشخیص مفت رکھی ہے۔

اولاد سے محروم شادی شدہ جوڑوں کے لئے یہ ادارہ امید کی ایک کرن ہے جہاں نہ صرف بیوی اور شوہر کی جسمانی کمزوری کی جانچ کی جا سکتی ہے بلکہ اس کا علاج بھی ممکن ہے۔ اس ادارہ کے ڈائریکٹر کے مطابق یہاں سائنسی طریقے سے تشخیص و معائنے کی سہولت مفت ہے۔ بانجھ پن بھی ایک بیماری ہے جس کا علاج ممکن ہے اس لئے اسے بیماری ہی تصور کریں اور جیسے دوسری بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہے اس کا بھی علاج کرائیں۔

Scanned with CamScanner

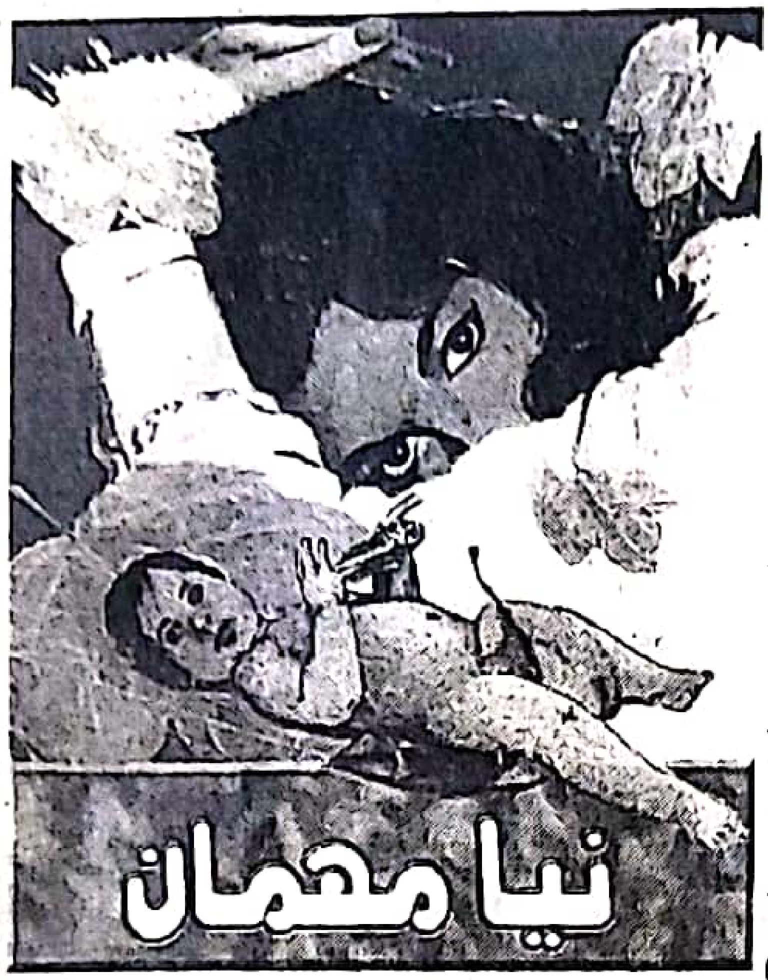

ماں کا درجہ جب کسی عورت کو عطا ہوتا ہے تو ساری کائنات کھل اُٹھتی ہے کیونکہ اس وقت عورت کائنات کے تسلسل کی مضبوط کڑی بن جاتی ہے اور زندگی کے کارواں کی سالار قرار پاتی ہے۔ دنیاوی لحاظ سے ماں کو بہت اہمیت حاصل ہے الہامی مذاہب میں بھی اسے خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ عورت ایک زندگی اور ایک نئے شعور کو جنم دیتی ہے۔ اگر عورت ماں بننے کے عمل میں چند ضروری باتوں کا خیال رکھے تو اس کے بطن سے ایسا بچہ جنم لے سکتا ہے جو کچھ تربیت کے بعد اللہ کی پسندیدہ طرزِ فکر پر گامزن ہو کر اللہ کا دوست بن سکتا ہے۔ جنوری 2001ء میں مضمون ''اپنی اولاد کو اللہ کا دوست بنایئے'' کی اشاعت کے بعد قارئینِ کرام کی بڑی تعداد نے خطوط ارسال کیے اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ ماں بننے والی عورت کے لئے مرحلہ بہ مرحلہ معلومات فراہم کی جائیں۔ قارئین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہم ایک سلسلہ وار مضمون شائع کر رہے ہیں جس میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، روحانی تعلیمات اور سائنسی و طبی معلومات کی روشنی میں اپنی اولاد کو اللہ کا دوست بنانے کے طریقے بتائے جائیں گے۔ اس ماہ ہم تخلیق کے پہلے مہینے کے بارے میں احتیاط، ورزش، مفید مشورے اور رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ وظائف پیش کر رہے ہیں۔

شہناز بخاری

عورت ہمیشہ سے شاعروں، مصوروں اور مجسمہ سازوں کا موضوع بنی رہی ہے۔ بعض اوقات تو یہ خیال بھی آتا ہے کہ اگر عورت نہ ہوتی تو ان لوگوں کا دال دلیہ کس طرح چلتا۔ مونالیزا کی حسین مسکراہٹ پر مبنی پینٹنگ سے ہم شاید محروم رہ جاتے اور قلوپطرہ طرز کی حسن کی دیویوں کے قصیدے کیونکر سامنے آتے۔ اردو ادب کی شاہکار صنف غزل کی تو مخاطب ہی عورت بتائی جاتی ہے۔ نہ جانے چچا غالب کا غزل کے بغیر کیا مقام ہوتا وغیرہ وغیرہ۔ شاید عورت کی یہی وہ خصوصیت ہے جس کو دیکھتے ہوئے کہا گیا ''وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ''

عورت کی حسن و دلکشی اپنی جگہ لیکن عورت کی اولین خصوصیت اور وجۂ عظمت و منزلت کچھ اور ہے جس نے اسے کائنات کی پاکیزہ، عظیم اور منفرد ہستی کا مقام دیا ہے۔ اسی کی بناء پر اسے مادرِ کائنات کہا گیا۔ سطورِ بالا میں ظرافت کے انداز میں کہی گئی بات کا سنجیدہ پہلو یہ ہے کہ عورت نہ ہوتی تو دنیا میں شاید انسان کا وجود ہی نہ ہوتا یا اگر وجود ہوتا بھی تو تخلیق کا انداز کچھ اور ہی ہوتا۔

جی ہاں آپ کا اندازہ یکسر درست اور بالکل صحیح ہے عورت کی عظمت و منزلت کا وہ پاکیزہ روپ ہے ''ماں'' کا روپ..... عورت جب ماں کے روپ میں ڈھلتی ہے تو ساری کائنات کھلِ اُٹھتی ہے کیونکہ اس وقت عورت قدرت کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے۔ کائنات کے تسلسل کی مضبوط کڑی بنتی ہے اور زندگی کے کارواں کی سالار قرار پاتی ہے۔ اپنی اس منفرد اور یکتا حیثیت میں ماں نوعِ انسانی کے حال اور مستقبل کو نئی امید کی روشنی عطا کرتی ہے۔ اسی کی بدولت دنیا میں آنے والا بچہ نسلِ انسانی کی بقا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ خواتین جو یہ عظیم سعادت

حاصل کرنے والی ہیں، قدرت نے اپنے اظہار کے لئے ان کو چن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے تسلسل کے لئے ان کا انتخاب کر لیا ہے۔ یہ ایسا مرحلہ ہے جو پورے خاندان کے لئے خوشی کا لمحہ اور شوہر و بیوی کی زندگی میں ایک عظیم مسرت لے کر آتا ہے۔ زیادہ تر خواتین اس مرحلے سے خیر و خوبی گزر جاتی ہیں۔ اس کی دیگر وجوہات میں سے یہ بھی ہوتا ہے کہ انہیں شوہر اور گھر والوں کا تعاون حاصل ہوتا ہے نیز وہ معالج کی ہدایات پر عمل کرتی ہیں۔ لیکن کچھ خواتین اس دوران کئی مسائل سے بھی دوچار ہو جاتی ہیں جن میں سے اکثر کیسز عدم معلومات یا عدم توجہی کی بناء پر رونما ہوتے ہیں۔

اگلی سطور میں دی گئی معلومات میں ہماری پہلی مخاطب ایسی مائیں ہیں جو تخلیق کے عمل سے گزر رہی ہیں، دوئم ایسے شوہر ہیں جو اپنی بیوی کی کیفیات اور تغیرات سے آگاہی چاہتے ہیں اور پھر وہ تمام لوگ جو قدرت کے اس عظیم معجزے کے حقائق جان کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا احساس دل میں جاگزیں کرنا چاہتے ہیں۔

تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات تخلیق کرنے والے عظیم سائنسدان ہیں اللہ تعالیٰ قرآن میں اپنی اس صفت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں :

بدیع السمٰوٰت والارض

"(اللہ) زمین و آسمان کو ایجاد کرنے والا ہے"۔

انسانوں میں تخلیق کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کو منتخب کیا ہے۔ ازل سے عورت اس منصب کو اپنے نازک کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

تخلیق انسانی کے بارے میں قرآن مجید نے بہت واضح اور ٹھوس نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے۔ قرآن میں کئی مقامات پر اس کا تذکرہ ہے اور جب ہم موجودہ سائنس کی روشنی میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر ہمارا یقین مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے نزول کی پہلی وحی میں ہی تخلیق انسانی کا فارمولا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اقرا باسم ربك الذی خلقo خلق الانسان من علق"

ترجمہ : پڑھ اپنے رب کے اسم سے جس نے پیدا کیا۔ تخلیق کیا انسان کو علق سے۔

سورہ مومنون میں ارشاد ہوتا ہے :

ثم جعلنه نطفة فی قرار مکینo

ثم خلقنا النطقة علقة

ترجمہ : پھر ہم نے اس نطفہ کو قرار مکین میں رکھا۔ پھر اس نطفہ کو علق کی شکل دی۔

آپ نے ان آیات کا پہلے بھی کئی بار مطالعہ کیا ہوگا۔ ان آیات میں لفظ "علق" کا ترجمہ اکثر خون کا لوتھڑا یا خون کی پھٹکی کیا گیا ہے۔ یہ اصل میں اس لفظ کا مفہوم ہے ترجمہ نہیں۔ علق کا لفظی ترجمہ ہے جونک۔ جونک ایک خون چوسنے والے کیڑے کو کہتے ہیں۔ علق کو خون کا لوتھڑا قرار دینا سائنسی لحاظ سے درست تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن نے براہ راست سائنسی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے نطفہ کو جونک کی شکل دی ہے۔ یاد رہے نطفہ خون نہیں ہوتا۔ عورت کے جسم میں منتقلی کے بعد جب دونوں نطفے یکجا ہو جاتے ہیں تب بھی اسے خون نہیں کہا جاسکتا بلکہ ایک پھٹکی بن کر رحم کی ایک دیوار سے چپک جاتی ہے اور اس دیوار سے خون چوس کر یہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے اسے علق یعنی جونک کے نام سے موسوم کیا ہے۔ آیئے اسی قرآنی حقیقت کا سائنسی مطالعہ کرتے ہوئے قدرت کے اس عظیم معجزے کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ مرد کے نطفے کے خلیات کو سائنسی زبان میں اسپرم Sperms اور عورت کے خلیے کو اوویوم Ovum کہتے ہیں۔ اسپرم کو ہم بیج اور اوویوم کو کھیتی سے تشبیہہ دے سکتے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ بیویوں کے بارے میں فرماتے ہیں "بے شک وہ (عورتیں) تمہاری کھیتیاں

ہیں"۔(سورہ بقرہ)

یہ آیت بھی اسی سائنسی حقیقت کی جانب اشارہ ہے۔ پہلے مرحلے میں اسپرم اور اوویوم کے سیلز میں سے کوئی دو آپس میں ملتے ہیں تو اسپرم سیل کا سر اوویوم کے چھوٹے نیوکلیس میں داخل ہو جاتا ہے تو اوویوم کا جینیاتی مادہ اس نیوکلیس میں مرتکز ہو جاتا ہے۔ اس دوران دونوں (مرد و عورت) کے جین آپس میں خلط ملط ہو جاتے ہیں۔DNA کی تقسیم شروع ہو جاتی ہے۔ سیل کا تمام مواد بہت تیزی سے حرکت کرنے لگتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کوئی طاقت ان جینیاتی مادوں کو مکس کر رہی ہے۔ دونوں سیلز ملنے کے بعد جو بار آور خلیہ بنتا ہے اسے Zygote کہتے ہیں۔ اس میں اوویوم اور اسپرم مکس ہو کر پلازمہ میں چلے جاتے ہیں۔ زائیگوٹ Fallopian Tube کے راستے رحم Uterus کی طرف چل دیتا ہے۔ بارہ گھنٹے کے بعد زائیگوٹ کی تقسیم در تقسیم سے 12 یا 16 چھوٹے اجسام بنتے ہیں جن کو Blastomeres کہتے ہیں۔ یہ چھوٹے اجسام مخلوط ہو کر ایک گولی سی بناتے ہیں جسے Morula کہتے ہیں۔ یہ گولی نما جسم رحم Uterus کی دیوار سے جالگتا ہے اور پھر نشوونما کا آغاز ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ بالآخر حمل کی صورت میں نکلتا ہے۔ رحم میں پہنچنے کے بعد جو کیمیائی تعاملات ہوتے ہیں ان کے اشارے عورت اپنے جسم میں محسوس کر سکتی ہے۔ چوتھے روز مورولا جو یوٹرس کی دیوار سے لگا ہوتا ہے اس کی بیرونی دیوار ختم ہو جاتی ہے اب اس کو Blastosyst کہتے ہیں۔ اب یہ ایک طرح سے عورت کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے اور اسی کے خون سے غذا حاصل کرتا ہے۔ اس حالت میں خون کا ٹیسٹ کرایا جائے تو حمل کی تصدیق ہو جاتی ہے اور ماہانہ نظام بند ہو جاتا ہے۔

قرآن میں اسی طفلی کیفیت کو "علق" یعنی جونک کہا گیا ہے کیونکہ نطفہ عورت کے جسم میں پہنچ کر ایک جگہ چپک کر وہاں سے خوراک حاصل کرتا ہے اور بڑھنے لگتا ہے۔ اس چپک کے بعد رحم سے نسوانی ہارمون پروگیسٹرون خارج ہونے لگتا ہے۔ اسی ہارمون کی بدولت پچوٹری گلینڈ کو حمل کے استقرار کی خبر ہوتی ہے اور ماہانہ نظام رک جاتا ہے۔ Blastosyst کی چپک کے دوسرے ہفتے میں ایک جھلی ظاہر ہوتی ہے جس سے جنین Embryo کی ابتداء ہونے لگتی ہے۔ بارہویں روز یہ مزید بڑھ کر ابھرے ہوئے گوشت کی طرح ہو جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ یہ معمولی سا ملغوبہ ایک روز زندہ انسان بن جائے گا۔

تیسرے ہفتے میں یہ ملغوبہ جنین Embryo کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کا سائز دو سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔ اس میں اعضاء نمایاں نہیں ہوتے لیکن یہی دو سینٹی میٹر کا لوتھڑا آئندہ آٹھ ماہ میں ایک مکمل نوزائیدہ بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں جسمانی نظام کی ابتداء ہونے لگتی ہے۔ Embryo کے بارے میں تفصیلی معلومات آئندہ کبھی پیش کی جائیں گی۔ ابھی ہم جنین بننے سے پہلے ماں کے ذہن و جسم پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لیتے ہیں۔

علامات اور تکالیف:- حمل کے دوسرے ہفتے میں جسم کے اندر کیمیائی عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پروگیسٹرون نامی ہارمون کی وجہ سے جسم اور ذہن میں کئی تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں۔

1- اس کے جسمانی اعضاء میں تبدیلی اور بھاری پن آنے لگتا ہے۔

2- عام حالات میں ماہانہ نظام رک جاتا ہے اور اسی کو حمل کی پہلی اور اہم علامت سمجھا جاتا ہے۔

3- تیسرے یا چوتھے ہفتے سے متلی اور قے کی شکایت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ کیفیت چھ سے بارہ ہفتے تک جاری رہ سکتی ہے۔ یہ معمول کی علامات سمجھی جاتی ہیں جو عورت کے جسم میں ہارمونز سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔

4- کچھ دن گزر جانے کے بعد سر چکرانے اور بعض اوقات بے ہوشی طاری ہونے کی شکایت پیدا ہو جاتی

ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زائیگوٹ رحم کی دیوار سے چپک جاتا ہے اور خون جذب کر کے نشوونما پانے لگتا ہے۔ نشوونما کے ساتھ خون جذب کرنے کی مقدار بڑھنے لگتی ہے اس لئے خون کی نالیاں کشادہ ہو جاتی ہیں تاکہ بچے کی نشوونما کے لئے معقول اور ضروری مقدار میں خون کی رسد جاری رہے۔

5- دوسرے ہفتے میں کیمیائی تبدیلیوں کی وجہ سے ذہن پر بھی اثرات پڑتے ہیں۔ وہ خود کو تھکا تھکا اور تنہا محسوس کرنے لگتی ہے۔ عدم دلچسپی، بے رغبتی اور کچھ چڑچڑا پن بھی ہو سکتا ہے۔

6- عورت کے منہ کا ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ بعض خاص قسم کے کھانوں کی اشتہاء پیدا ہوتی ہے۔ بالخصوص انتہائی کھٹی چیزوں کی خواہش وغیرہ۔ یہ تبدیلی دراصل کیلشیم کی ضرورت بڑھ جانے کا اشارہ ہے۔

اس حالت میں شوہر کیا کرے؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "سب سے زیادہ کامل مومن وہ ہے جو سب سے زیادہ بااخلاق ہے اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو"۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "کوئی مسلمان مرد اپنی عورت سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر اس کی کوئی بات ناگوار ہو گی تو دوسری ضرور خوش کر دے گی"۔

ان احادیثِ مبارکہ کو پیش کرنے کا پس منظر یہ ہے کہ حمل کے استقرار کے بعد عورت کے جسم اور ذہن پر کئی اثرات پڑتے ہیں۔ ہارمونی ردوبدل کی وجہ سے اس کے مزاج میں بے رغبتی پیدا ہو سکتی ہے یا وہ خود کو تنہا محسوس کرنے لگتی ہے اسے اخلاقی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ آنے والا مہمان اس کے جسم کا ایک حصہ بن کر پروان چڑھ رہا ہے اس کی ذہنی و جسمانی نشوونما کے لئے ماں کا ذہنی و جسمانی طور پر صحت مند ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے ایسا ماحول تیار کیجئے کہ وہ پورے ذہنی سکون کے ساتھ اس ذمہ داری کو پورا کر سکے۔ ہمارے ہاں عام طور پر پہلے مہینے کے بعد سے ہی بزرگ خواتین احتیاط شروع کر دیتی ہیں۔ ان کا تجربہ بہر حال قابل قدر ہے لیکن میڈیکل سائنس جو بے پناہ ترقی کر رہی ہے اس سے بھی تو فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کسی اچھی لیڈی ڈاکٹر سے باقاعدہ چیک اپ کرائیں اور اس کے مشوروں کو اہمیت دیں۔ اچھا ماحول، تفریح اور اچھی خوراک دراصل ماں کے ساتھ نئے مہمان کے لئے بھی ضروری ہے۔

کیسی خوراک لی جائے؟

نارمل عورت کو روزانہ کی خوراک سے 2100 کیلوریز لینا چاہئیں لیکن ماں بننے والی عورت کی روزانہ کیلوریز کی ضرورت نارمل عورت سے 300 کیلوریز اضافی ہونی چاہیے۔ اسے نہ صرف اپنی غذائی ضروریات پوری کرنی ہوتی ہیں بلکہ نشوونما پاتے ہوئے بچے کی ضروریات بھی پوری کرنا ہوتی ہیں۔ ماں بننے والی ماؤں کے لئے مثالی غذا یہ ہے۔

ناشتہ:- پھل، پھلوں کا جوس، دالیں، قیمہ، ابلے ہوئے تازہ انڈے، پنیر، روٹی (چپاتی یا ڈبل روٹی کے سلائس) مکھن، دودھ، چائے یا کافی۔

مندرجہ بالا اشیاء میں سے چار یا پانچ چیزیں منتخب کی جا سکتی ہیں۔

دوپہر کا کھانا:- چاول، دال، پکی ہوئی یا کچی سبزیاں، چپاتی، ڈبل روٹی، دودھ، پھل، دہی، انڈے، مچھلی یا گوشت (مرغی، بکرے یا گائے) اور پنیر۔ ان میں سے چار یا پانچ چیزیں بیک وقت منتخب کی جا سکتی ہے۔

رات کا کھانا:- کھچڑی، سبزیوں کا شوربہ، چپاتی یا ڈبل روٹی، دودھ، پھل، مٹر، گوشت، انڈے، مچھلی، پنیر، مرغی یا سفید گوشت ان میں سے ایک وقت کے کھانے کے لئے چار یا پانچ چیزیں استعمال کی جا سکتی ہیں۔

ورزش کا معمول بنائیے:- بعض لوگ ورزش کو ماں بننے والی خواتین کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض گھرانوں میں تو یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ دو چار سیڑھیاں چڑھنے یا اترنے پر کہرام مچ جاتا ہے۔ سخت ورزشیں ایسی خواتین کے لئے یقیناً نقصان دہ ہیں لیکن ہلکی پھلکی جسمانی

حرکت کو بالکل ہی ترک کردینا بھی نہایت غلط طرزِ عمل ہے۔ ہم یہاں نہایت آسان ورزش تحریر کررہے ہیں جو اکثر معالجین اپنے مریضوں کو بتاتے ہیں اور بے ضرر تسلیم کی جاتی ہے۔ روزانہ دس سے پندرہ منٹ پیدل چلئے۔ میدان میسر نہ ہو تو صحن میں ہی واکنگ کرلی جائے۔ مغربی ممالک میں تو حاملہ خواتین سوئمنگ، سائکلنگ اور جاگنگ تک کرتی ہیں اور ان کے بچے بھی مشرقی ممالک کے مقابلے میں صحت مند ہوتے ہیں۔ دراصل ہمارے خیال میں اکثر اوقات ماں بننے والی عورت کو بڑی بوڑھیاں یا دیگر عورتیں اتنا ڈرا دیتی ہیں کہ بے چاری کا سارا حوصلہ ہی جاتا رہتا ہے۔

روحانی علاج:- حمل کے پہلے مہینے میں مایوسی، چڑچڑاپن، تنہائی پسندی وغیرہ سے نجات کے لئے رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ ایک وظیفہ ملتا ہے۔ روزانہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے بعد اکتالیس مرتبہ یہ وظیفہ پڑھیں۔

لاحول ولاقوۃ الاباللہ

پہلی دفعہ اس تجربہ سے گزرنے والی خواتین بہت خوفزدہ نظر آتی ہیں۔ وہ اس کے بجائے رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ مندرجہ ذیل وظیفہ کا ورد مندرجہ بالا طریقے کے مطابق کریں۔

حسبنااللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا

اس کے علاوہ چڑچڑاپن زیادہ ہو تو پانی پینے سے پہلے اس پر ایک مرتبہ یاودود پڑھ کر دم کردیں۔ اس کے ساتھ ہی زیادہ سے زیادہ خوش رہنے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید کی ترجمے کے ساتھ تلاوت کریں اور اس کی آیات پر غور کریں۔ صحن میں کیاری یا گملے ہوں تو ان کو پانی دیں۔ سبز پتوں اور پھولوں کو توجہ سے دیکھیں یا کسی باغ یا کھیت میں چلی جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کریں۔ شوہر کو کھانا دے کر کچھ دیر اس کے پاس بیٹھیں۔ اس سے اچھی اچھی باتیں کریں۔ اس کے علاوہ صلوٰۃ قائم کریں اور نیلی روشنی کا مراقبہ کریں رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ انبیائے کرامؑ کے حالات، صوفیائے کرامؒ کے واقعات اور کرامات کا مطالعہ کریں۔

یہاں تک ہم نے تخلیق کے پہلے مہینے کے بارے میں چند باتیں بتائیں۔ آئندہ ماہ ہم تخلیق کے دوسرے مہینے میں پیدا ہونے والے تغیرات، ماؤں کے جسم اور ذہن پر اس کے اثرات، ان سے بچنے کے لئے احتیاط اور مناسب خوراک کے علاوہ خاص ورد پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ اس لئے آئندہ ماہ کے شمارے کا انتظار کیجئے۔

سن ریز ہربل شیمپو کی ہوم ڈیلیوری اسکیم

بالوں کی دیکھ بھال، انہیں مضبوط بنانے، خشکی و سکری سے نجات اور بالوں کو لمبا کرنے میں قدرتی جڑی بوٹیوں اور ہیلیو سن ریز کے ذریعے تیار کیا جانے والا

عظیمی کا

سن ریز ہربل شیمپو

کراچی و حیدر آباد میں بڑے میڈیکل و جنرل اسٹورز پر دستیاب ہے۔ دیگر شہروں میں مسلسل بڑھتی ہوئی طلب کو دیکھتے ہوئے بذریعہ ڈاک ہوم ڈیلیوری اسکیم کا آغاز کیا جارہا ہے۔ اس اسکیم سے آپ بھی فائدہ اٹھائیے۔ ہوم ڈیلیوری اسکیم کے تحت آپ

اگر 1 بوتل منگوانا چاہیں تو =/50 روپے
یا 2 بوتل منگوانا چاہیں تو =/75 روپے
یا 3 بوتل منگوانا چاہیں تو =/105 روپے

بذریعہ منی آرڈر بنام

عظیمی ہربل 1-J-34/1 ناظم آباد کراچی کو ارسال کیجئے۔

شیمپو آپ کو رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کردیا جائے گا۔

آپ کی خدمت ہمارا افتخار ہے

عظیمی ہربل

Scanned with CamScanner

(دوسرا حصّہ)

اسلام، سائنس اور تہذیب

آج مغرب نے سائنس و ٹیکنالوجی کی جو عمارت کھڑی کی ہے اُس کی اساس موجودہ مسلمانوں کے اسلاف نے رکھی تھی......
ہمارے اسلاف علم الابدان سے لے کر کیمیا تک، ہیئت سے فلکیات، فلسفہ سے عمرانیات، ریاضی سے روحانیت و عرفان تک ...... غرض علم کے ہر شعبے پر بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلاف کے کارناموں کو نئی نسل کے سامنے پیش کرنے سے اُن کے اندر جدوجہد، تفکر، جستجو اور آگے بڑھنے کے جذبات کو مہمیز مل سکے گی۔ (ادارہ)

کونسٹنٹائن (تاریخ وفات 337ء) جس نے نظریہ تثلیث کو رائج کیا اُس کے جانشینوں کے ماتحت مغرب میں طب و حکمت کے ادارے ہمیشہ کے لئے بند کردیئے گئے تھے۔ علم و حکمت کو جادو کی طرح حرام اور بغاوت کی طرح قابلِ گردن زدنی قرار دیا گیا۔ فلسفہ اور سائنس کا قلع قمع کردیا گیا۔ کلیسا کو علم و حکمت سے نفرت اور چڑ تھی اُس کا اظہار اِس ضرب المثل سے ہوا جو اُس دور میں مغربی معاشرے کے اندر رائج کی گئی تھی کہ "جہالت عقیدت کی ماں ہے"۔ پاپائے روم گریگوری دی گریٹ نے 590ء میں اس رجعت پسندانہ ضرب المثل کو یوں عملی جامہ پہنایا کہ اُس نے سائنسی اور علمی تحقیق کو روم سے شہر بدر کردیا اور آگسٹس سیزر کے قائم کئے ہوئے شاہی کتب خانہ کو نذر آتش کردیا۔

یہ وہی دور تھا جب کہ مسلمان علم و حکمت کا بول بالا کر رہے تھے۔ مشہور مغربی مورخ DUTSCH تحریر کرتا ہے "قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کی مدد سے مسلمانوں نے سکندر اعظم کی فتوحات سے بھی زیادہ وسیع فتوحات کیں اور روم کی سلطنت سے بھی بڑی سلطنت قائم کی اور مسلمانوں کی یہ سلطنت رومی سلطنت کے قیام کی مدت کے صرف دسویں حصے میں ہی قائم ہوگئی تھی۔ قرآن ہی کے فیض سے انہیں یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ تمام سامی اقوام میں پہلی قوم تھے جو یورپ میں فاتح بن کر داخل ہوئی۔ یورپ جہاں فینیقی تاجر بن کر آئے اور یہودی پناہ گزیں یا قیدی بن کر ...... یہ قرآن ہی کی برکت تھی کہ مسلمانوں نے ایسے وقت میں جب کہ چاروں اطراف تاریکی چھائی ہوئی تھی، علم و حکمت کو دنیا میں از سر نو زندہ کیا۔ مغرب کو فلسفہ، طب، فلکیات، ریاضی کا زرّیں فن سکھایا"۔

سلیم آفاقی

علم و حکمت اور شعوری آزادی کی پہلی جھلک مغرب کے اُس حصے میں ظاہر ہوئی جو سب سے پہلے اسلامی دنیا کے زیرِ نگیں آیا۔ کلیسا اور پاپائیت کے جمود نے علم و سائنس کو کچل کر دنیا کی ترقی کو صدیوں پیچھے دھکیل دیا تھا، آزادی فکر اور علم و حکمت کی نئی جہتیں جو اسلام کی اساس میں شامل ہیں...... نے ہی یورپ میں بیداری کی روح پھونکی۔ مغرب کے ایبلارڈ، ہابز اور لاک جیسے مفکروں نے اپنی فکری اساس اسلامی دنیا کے مختلف دانشوروں کے نظریات پر قائم کی تھیں۔

عہدِ اسلامی کا تعلیمی نظام

علوم کی اسلامی درجہ بندی اُس نظریہ حیات پر مبنی ہے جو صدیوں سے مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا مرکزی نکتہ فکر اور محور رہا ہے۔ اسی لئے علوم کی وحدت کو اولین اور مرکزی تقاضا سمجھا جاتا رہا اور اسی نظریے

کے مطابق مختلف علوم کا مطالعہ جاری رہا۔ یعنی مختلف شعبوں کو ایک نا قابلِ تغیر مرکزی وحدت کے تابع تسلیم کیا گیا۔

چوں کہ اسلام کی تعلیمات اپنی فطرت کے لحاظ سے عرفانی ہیں۔ لہٰذا اسلام کے تحت علم کی ہر ایک قسم کو تقدس کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہاں عرفانی سے مراد یہ ہے کہ کائنات کے اجزاء کا علم و عرفان کائنات کے خالق کی صفات کا ادراک عطا کرتا ہے۔ چاہے اُس علم کی حیثیت کسی قدر مادّی اور ظاہری ہی کیوں نہ ہو۔

معروف مسلم دانشور، فلسفی اور سائنسدان ابو نصر الفارابی (870ء۔950ء) نے علوم کی تقسیم و ترتیب کا نظریہ اپنی کتاب "فی تحصیل السعادۃ" میں پیش کیا ہے۔ فارابی ایک درویش صفت عالم تھا اور مسلسل تحقیق و تصنیف میں مصروف رہا۔ اُس کی ایک کتاب "احصاءُ العلوم" جس کا ترجمہ لاطینی زبان میں SCIENTUS DE کے نام سے ہوا، سائنس کی ایک اعلیٰ درجے کی کتاب ہے۔

الفارابی "فی تحصیل السعادۃ" میں تحریر کرتے ہیں :

"سب سے پہلے اعداد اور مقدار کے بارے میں علم حاصل کرنا چاہئے، یہ انسان کے لئے آسان ہے اور اس میں پریشانی اور ذہنی الجھن کا امکان کم ہے۔

علم حساب اعداد سے شروع ہوتا ہے اُس کے بعد مقدار یعنی ہندسہ آتا ہے۔ پھر وہ چیزیں آتی ہیں جن میں اعداد اور مقدار لازمی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً بصریات اور وہ مقادیر جو حرکت میں ہیں یعنی اجسامِ فلکی، موسیقی اور وزن کا مطالعہ اور علم سکون و حرکت۔ اس طرح آدمی اُن چیزوں سے ابتداء کرتا ہے جنہیں بغیر کسی مادّی شکل کے سمجھا جاسکتا ہے اور تصور کیا جاسکتا ہے، پھر وہ ان چیزوں کی جانب بڑھتا ہے جنہیں کسی حد تک مادّی شکل کے ساتھ جانا، سمجھا اور خیال کیا جاتا ہے۔ اُس کے بعد وہ اُن چیزوں کی طرف بڑھتا ہے کہ جن کا فہم مادّی اشیاء کے تعلق سے حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ طالب علم ان چیزوں کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے کہ جن میں عدد و مقدار ذاتی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ اب طالب علم کو "کیا"، "کس سے" اور "کیوں" کے علاوہ دوسرے اصولوں پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ اس کے بعد اُسے اجسام اور دیگر مادّی چیزوں کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں۔

آخر میں جب آدمی اجسام فلکی کے بارے میں دریافت کرنے لگتا ہے اور اُن کے وجود کے بارے میں تحقیقات کرتا ہے تو اُن کے وجود کے اصولوں کی یہ تفتیش اُسے لامحالہ ایسے اصولوں کی تلاش میں لگا دیتی ہے جو فطرت یا فطری چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ فطرت اور فطری چیزوں سے بھی زیادہ کامل ہیں۔ یہ نہ تو اجسام ہیں نہ ہی اجسام کے اندر موجود ہیں۔ لہٰذا طالب علم کو یہاں پر پہنچ کر اپنی تحقیقات کا زاویہ تبدیل کرنا پڑتا ہے اور ایک ایسے علم کی ضرورت پڑتی ہے جو مابعدالطبیعاتی موضوع پر تحقیق کرتا ہے"۔

الفارابی کے علاوہ ابن خلدون کے مقدمہ میں بھی اصولِ تعلیم کے تفصیلی بیان کے ساتھ ساتھ مختلف علوم کا تذکرہ بھی ملتا ہے ابن خلدون نے اس حوالے سے بھی بحث کی ہے کہ ایک طالب علم کو مختلف علوم کس طرح پڑھائے جائیں۔ ابن خلدون تحریر کرتے ہیں :

"یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ بچوں کے لئے قرآنی تعلیم دینی شعائر میں تعلیم کی اساس اور اُن عادات واطوار کی بنیاد ہے جو بعد میں اختیار کی جاسکتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو بچپن میں جو کچھ سکھایا جاتا ہے اُس کی جڑیں دوسری چیزوں کے مقابلے میں زیادہ گہری ہوتی ہیں۔ وہی بعد کے تمام علم و ادراک کی بنیاد بنتی ہیں۔ دل پر جو پہلا نقش مرتسم ہوتا ہے وہی ایک اعتبار سے تمام علمی عادات کی بنیاد ہوتا ہے اور بنیاد کی خصوصیت تعمیر کی خصوصیات کا تعین کرتی ہے"۔

تعلیمی ادارے

قرآن کی 700 سے زائد آیات میں تفکر، علم اور ...

Scanned with CamScanner

ادراک کی تلقین ملتی ہے اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ مقدس اقوال "مہد سے لحد تک علم کی جستجو کرتے رہو" اور "علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں چین ہی جانا پڑے" "علم کی تدریس اور اُس کے ابلاغ کے لئے مستند دلیل کا کام دیتے رہے۔ البتہ کچھ لوگوں نے علم کی فرضیت کے حوالے سے یہ محدود نظریہ پیش کیا کہ یہ ارشاد صرف قرآنی ترتیل اور فقہ و حدیث کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن یہ نظریہ عالم اسلام میں اس قدر عام نہیں ہو سکا اس لئے ہر ایک خطے میں علم و حکمت کے تمام شعبوں میں وسیع النظری کے ساتھ کام جاری رہا۔

خلیفہ دوئم حضرت عمرؓ نے کوفہ بصرہ اور دمشق جیسے شہروں کی مسجدوں میں قرآن اور حدیث سنانے کے لئے خطیب مقرر کئے جن کا کام یہ تھا کہ قرآن اور احادیث خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کر کے سناتے تھے۔ رفتہ رفتہ عربی قواعد، زبان اور ادب کو بھی اس سیدھی سادی ابتدائی تعلیم میں شامل کر دیا گیا جو بعد کے ادوار میں مزید ترقی یافتہ تعلیمی اداروں کا مرکزی حصہ بن گئے۔ زبان اور مذہب کی اس ابتدائی تعلیم سے وہ ابتدائی اسکول بھی پیدا ہوئے جسے مکتب کہا جاتا تھا اور پھر اسی مکتب سے وہ ترقی یافتہ علمی ادارے بھی قائم ہوئے جو بعد میں چل کر قرونِ وسطیٰ کی پہلی یونیورسٹیاں بن گئے اور 11 ویں اور 12 ویں صدی میں ابتدائی یورپین یونیورسٹیوں کے لئے ایک نمونہ ثابت ہوئے۔ مکتب کا ادارہ آج بھی اسلامی دنیا میں اُسی طرح قائم ہے اور اس کا مقصد یہی ہے کہ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیا جائے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو بالعموم مسجد ہی میں تعلیم دی جاتی تھی۔ طالب علم کو یہ سکھایا جاتا تھا کہ وہ اپنے استاد کی بھی عزت کرے اور جو کچھ پڑھایا جارہا ہے اُس کا بھی احترام کرے۔ لائق بچوں کو مکتب کی ابتدائی سطح سے ہی شناخت کر کے اعلیٰ سطح تک تعلیم حاصل کرنے کے لئے ان کی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ آج ہمارے لئے یہ بات نہایت اہم ہے کہ مکتب ہی ان ترقی یافتہ تعلیمی اداروں کے لئے تیاری کا زینہ بنا رہا جن میں مختلف النوع علوم پڑھائے جاتے اور پروان بھی چڑھائے جاتے تھے۔

دسویں صدی عیسوی تک عالم اسلام میں مکتب کے علاوہ علم حاصل کرنے کا خاص ادارہ وہ مجلس ہوا کرتی تھی جس کی صدارت ایک پروفیسر کی قابلیت کا شخص کیا کرتا تھا اور اُسے، شیخ، حکیم یا استاد کہا جاتا تھا۔ اس مجلس میں مختلف علوم پر بحث ہوا کرتی تھی جن کے موضوعات کائنات، مخلوقات، معاشرت، فلسفہ اور معاد یعنی روحانیت وغیرہ پر مبنی ہوتے تھے۔

صرف قاہرہ کے ایک تعلیمی ادارے، جس میں ریاضی اور طبیعات کی تعلیم دی جاتی تھی اور جس کی تعمیر 395 ہجری میں مکمل ہوئی، کے کتب خانے میں دس لاکھ سے بھی زیادہ کتابیں موجود تھیں۔ موجودہ دور کی یونیورسٹیوں، کالجوں اور اسکولوں کے درجے کے تعلیمی اداروں کا سلسلہ بغداد سے لے کر نیشاپور تک پھیلا ہوا تھا۔ بغداد کا مشہور و معروف تعلیمی ادارہ مدرسہ نظامیہ جسے استاد ابو اسحاق الشیرازی کے ماتحت قائم کیا گیا تھا اور بعد میں جس کے وائس چانسلر کے برابر عہدے یعنی صدر مدرس پر حضرت امام غزالیؒ جیسی شہرہ آفاق ہستی بھی 484 سن ہجری میں فائز ہوئی۔ یہ اُس وقت عالم اسلام کی سب سے بڑی علمی درسگاہ تھی پھر اس تعلیمی ادارے کے ماتحت اسلامی دنیا میں بہت سے مدرسے (تعلیمی ادارے) قائم ہوئے۔ مثال کے طور پر سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے بیت المقدس میں رائج کیا۔ تقریباً اسی زمانے میں الموحد نے شمالی افریقہ میں مدارس بنوائے۔ مدرسوں سے یہاں مراد یونیورسٹیاں ہیں جہاں کائنات، معاشرت، فلسفہ و روحانیت کے علوم پڑھائے جاتے تھے۔

پھر مدرسہ نظامیہ کے درجے کا ایک مدرسہ 750 ہجری میں غرناطہ میں قائم کیا گیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد ایک مدرسہ مراکش کے شہر فاس کی خوبصورت جامع مسجد العطارین میں قائم ہوا۔ وسطی ایشیا میں خاص طور پر

Scanned with CamScanner

سمرقند اور پھر فارس (ایران) میں اصفہان ، مشہد اور شیراز میں اس طرز کے اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ مثال کے طور پر اصفہان کا مدرسہ چہارباغ جس کی عمارت اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہے اور شیراز کا مدرسہ خان شیراز جہاں کے استادوں میں مشہور عالم ملا صدرا کا نام بھی ملتا ہے۔ بعض مغربی مورخوں نے گیارہویں صدی ہجری کے دوران خان شیراز کی فعال علمی سرگرمیوں کا احوال تحریر کیا۔

جہاں تک ان مدارس کے تعلیمی طریقہ کار کا تعلق ہے مختلف مکاتب فکر کے اداروں میں ایک ہی طریقہ رائج رہا۔ نصاب کے حوالے سے کچھ فرق تھا۔ ایک محدود طبقے نے اپنے تعلیمی اداروں کو صرف مذہبی علوم تک مخصوص کر رکھا تھا..... امام غزالیؒ نے دنیاوی علوم کو فرض کفایہ قرار دیا تو اس طبقے نے اپنے ہاں کچھ درجوں میں فلسفہ تاریخ اور کچھ ریاضی کے مضامین بھی شامل کرلئے۔ لیکن تعلیمی اداروں کی اکثریت میں علم کے تمام موضوعات پر ہمہ جہت تحقیق و تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

علم کے ابلاغ و ترویج میں یہ پہلو اس لحاظ سے اہم سمجھا جائے کہ اکثر طلبہ نے کسی مخصوص ادارے کے بجائے کسی خاص استاد جنہیں عموماً شیخ کہا جاتا تھا، کی شاگردی کے لئے جستجو کی اور پھر اپنے آپ کو اُس استاد کی مکمل سپردگی میں دے دیا۔ اس رشتے میں شاگرد اُستاد کا احترام بالکل اُسی طرح کرتا جس طرح کہ وہ اپنے حقیقی باپ کا کرتا تھا، تعلیم کے علاوہ بہت سے ذاتی معاملات میں بھی جن کا تعلق کسی بھی طرح تعلیم سے جوڑا نہیں جاسکتا وہ اپنے اُستاد کی اطاعت کرتا۔

اسلامی دنیا کے تعلیمی اداروں کا ماحول ہمیشہ نہایت پُر سکون اور بے تکلف رہا۔ طالب علموں پر کسی بھی قسم کا علمی یا مالی دباؤ نہیں پڑتا تھا، انہیں ہاسٹل میں مفت رہائش، کھانا، لباس اور دیگر ضروریات زندگی کے لئے ماہانہ خرچ حکومت کی جانب سے دیا جاتا تھا اور سند دینے کے بعد بھی کسی طالب علم سے معاشی یا معاشرتی منفعت کی توقع نہیں رکھی جاتی تھی یعنی وہ آزاد ہوتا تھا کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں جاکر اُس علم کی ترویج کرسکے جس کی تعلیم اُس نے حاصل کی ہے۔ بعض طلبہ ساری زندگی طالب علم ہی رہتے یعنی ایک مضمون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد دوسرے مضمون کی مہارت کے لئے داخلہ لیتے، یا ایک اُستاد سے استفادہ کے بعد دوسرے اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے۔ اکثر طالب علم کسی مضمون میں مہارت کی سند لینے کے بعد اُس مضمون کی تدریس میں مشغول ہوجاتے۔

علوم وفنون کے حصول کا شوق اسلامی دنیا میں صرف مردوں کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ ہر دور میں خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ علمی سرگرمیوں میں مصروف رہتیں، اُن میں ادب وسائنس سے اُتنا ہی شغف تھا جتنا کہ مردوں کو وہ طب و حکمت، معاشرت، بلاغت، ادب، سائنس، فلسفہ اور دیگر علوم نہ صرف سیکھتی تھیں بلکہ تدریس کے فرائض بھی انجام دیا کرتی تھیں۔ اسلامی دنیا میں یہ رواج تھا کہ سلاطین ، امراء وزراء کی بیویاں اور بیٹیاں اپنی جائیدادیں یونیورسٹیوں، کالجوں اور اسکولوں کے قیام کے لئے وقف کردیا کرتی تھیں اس کے علاوہ اپنے مال و دولت کا کثیر حصہ تعلیمی اداروں کے چلانے پر خرچ کیا کرتیں۔

اب ہم علم کے مختلف شعبوں میں مسلمانوں کے شاندار کارناموں کا مطالعہ کریں گے۔

ریاضی

اسلامی زاویہ نگاہ سے، ریاضی وہ دروازہ ہے جو محسوسات سے عالمِ معقولات کی راہ دکھاتا ہے۔ یہ جہانِ تغیر سے آسمانِ اعیان و حقائق تک پہنچنے کا زینہ ہے جس طرح تمام شکلیں نقطے سے اور تمام اعداد اکائی سے بنتے ہیں اسی طرح تمام کثرت اس خالقِ حقیقی سے عالم وجود میں آتی ہیں جو واحد و یکتا ہے۔ اعداد و اشکال کثرت میں وحدت کے اظہار کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ذہن ہمیشہ ریاضی کی طرف مائل رہے۔ علم

ریاضیات میں مسلمانوں نے جو کام کیا ہے مغربی محققین اُس کا اعتراف تو کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اُس کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے شرطیہ اور استثنائی جملوں کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً Legacy of Islam میں تحریر ہے کہ "ہمیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ عربوں میں وہی طاقتور عبقریت، وہی علمی تحقیق و جستجو، وہی ذوق و شوق اور وہی جدتِ فکر کی خوبیاں ہوں گی جن سے اہلِ یونان مالا مال تھے۔ عرب کچھ بھی ہوں وہ سب سے پہلے یونانیوں کے شاگرد ہیں"۔

یہ انداز بیان خالصتاً مغالطہ آمیز، غیر علمی اور غیر تحقیقی ہے۔ دنیا میں کون سی قوم ہے جس نے اپنی پیش رو قوم سے علمی استفادہ نہیں کیا.....؟ خود مغربی دنیا کی تمام ترقیاں کیا مسلمانوں کی علمی بنیادوں پر استوار نہیں ہوئی ہیں؟.....

یہ افادہ و استفادہ تو نسلِ انسانی کی روایت فطری ہے۔ مسلمانوں نے اس حقیقت کو نہیں چھپایا کہ انہوں نے یونانیوں سے بلکہ تمام عالم سے استفادہ کیا اور قرآن میں موجود کائناتی فارمولوں کے لئے تشریحی مواد جمع کیا۔ مسلمانوں کی یہ احسان شناسی تھی کہ انہوں نے یورپ کی طرح اپنے علمی محسنوں کی کردار کشی نہیں کی بلکہ انہیں ہمیشہ یاد رکھا ان کا ذکر ہمیشہ احترام کے ساتھ کیا اور اُن کے علوم و فنون کو بقائے دوام بخشا..... مسلم دنیا میں افلاطون، ارسطو اور جالینوس کے نام اس قدر مانوس ہوگئے کہ بعض اوقات غیریت کا گمان بھی ختم ہوتا محسوس ہوا۔ کیا مسلمانوں کی احسان شناسی کے لئے یہ مثال کافی نہیں ہے کہ طبِ اسلامی کو آج بھی طبِ یونانی کہا جاتا ہے کیوں کہ ابتداء میں مسلمانوں نے علم طب میں کچھ استفادہ یونانی علوم سے بھی کیا تھا اگرچہ بعد میں اس شعبے میں گراں قدر علمی و تحقیقی اضافے بھی کیے۔

ہمارا خیال ہے کہ یورپ کے بعض دانشوروں کی یہ کوشش بھی دراصل اُسی علمی بددیانتی کا ایک حصہ محسوس ہوتی ہے کہ عہدِ اسلامی کا ہر سائنسی اور ریاضیاتی کارنامہ کسی یہودی یا کسی ہندو سے منسوب کر کے مسلمانوں کو صرف سرپرستی کی داد دی جائے۔ پھر بھی ایک مغربی مفکر Caradevaux کو یا ایں ہمہ کا ریہ اعتراف کرنا پڑا کہ "مسلمانوں نے مختلف علوم میں بہت بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ انہوں نے ریاضیات میں اعداد کا استعمال سکھایا۔ حالانکہ وہ ان کے موجد نہ تھے اور اس طرح وہ روز مرہ زندگی میں علم حساب کے بانی بن گئے۔ انہوں نے الجبرا کو زیادہ صحیح علم بنایا اور اس کو بے انتہا ترقی دی۔ اس کے علاوہ ہندسہ تحلیلی کی بنیادیں استوار کیں۔ وہ بلاشبہ سطحی و کروی مثلثات Trigonometry کے موجد تھے۔ جن کا یونان میں کوئی وجود نہ تھا۔ فلکیات میں انہوں نے بیش بہا ایجادات کیں۔ انہوں نے ایسی متعدد یونانی تصانیف کا ترجمہ کر کے انہیں ہمارے لیے محفوظ کر دیا جن کے اصل متن تلف ہو چکے تھے۔ جس زمانے میں مسیحی مغرب بربریت کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ان دونوں عربوں نے بلند تر علمی زندگی اور مطالعے کی شمع روشن رکھی"۔

Caradevaux کے ساتھ ساتھ مغربی محققین و مورخین کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جنہوں نے مسلمانوں کی شاندار علمی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور اُن کے علمی کارناموں کو مفصلاً اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ ان کتابوں کے مطالعے سے علوم ریاضی میں مسلمانوں کی عظیم ریاضت کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ اس مشاہدے سے ہمیں علم ریاضی و دیگر اسلامی فنون میں قدرے مماثلت ہی محسوس ہوتی ہے۔ عدد کا روایتی تصور دراصل وحدت کی صورت میں ہے۔ یہ مبداء اور مرکز کا وہ پہلو ہے جو اپنے ماخذ سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ بلحاظِ کمیت کسی عدد کی تقسیم و تفریق ممکن ہے۔ لیکن کیفیتی اعتبار سے وہ کثرت کو دوبارہ وحدت میں سمو دیتا ہے۔ ہندسی اشکال کے ساتھ گہرا تعلق ہونے کے باعث ریاضی میں عدد کا ایک قسم کا تشخص پیدا ہوجاتا ہے۔

(جاری ہے)

Scanned with CamScanner

مختلف معاشرتی موضوعات پر اجتماعی طور پر غور وفکر اور اظہارِ رائے کے لئے اوپن فورم-----

جہیز کی لعنت

ایثار خان۔ کراچی

اگر آپ راہ چلتے شخص سے بھی جہیز کے لئے اس کی رائے کے متعلق پوچھ لیں تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ "جہیز ایک لعنت ہے"۔ جہیز ایک ایسا عمل ہے جسے سارا معاشرہ لعنت کے طور پر جانتا ہے۔ ہر کوئی اسے برا بھلا کہتا دکھائی دیتا ہے۔ ٹی وی اس کے خلاف ڈرامے پیش کرتا ہے۔ اخبارات میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے سیمینارز اس مسئلے کے حل کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں۔ مگر سب بے سود رہ جاتا ہے جب شادی کا موقع آتا ہے تو جہیز ہی وہ شے ہے جسے پہلی ترجیح کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ قوم کی اکثریت کے ساتھ ساتھ بعض علماء کرام کا بھی یہ خیال ہے کہ "جہیز اسلامی شعار میں سے ہے اور اس کا تعلق سنت نبوی ﷺ سے ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو ان کی شادی پر جہیز دیا تھا۔ اس وجہ سے یہ ایک شرعی اور جائز عمل ہے"۔

ذیل میں ہم اس "رواج" کی تاریخ اور پس منظر پر بحث کریں گے۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ جہیز کے متعلق قرآن پاک میں کون کون سے مقام پر ہدایت نازل ہوئی ہے۔ دوم یہ کہ احادیث مبارکہ میں کتنی بار جہیز لینے یا دینے کی تاکید کی گئی ہے۔

ہمارے خیال میں قرآن اور احادیث دونوں میں جہیز دینے یا لینے کے بارے میں کوئی واضح اشارہ نظر نہیں آتا جہاں تک رہ گئی بات آنحضرت ﷺ کی طرف سے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو جہیز دینے کی روایت تو آیئے سب سے پہلے ان حالات کا جائزہ لیتے ہیں جنہیں آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو جہیز عطا فرمایا:

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی پرورش نبی آخر زماں فخر کائنات آقائے دوجہاں حضور پر نور ﷺ کے زیر سایہ تکمیل کو پہنچی اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بیٹوں کی طرح پالا۔ نتیجتاً آپ ﷺ کی طرز فکر حضرت علیؓ کی طرز فکر کا حصہ بن گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا یہ معمول تھا کہ آپ جو کچھ بھی کماتے، بکمال فیاضی سے راہِ خدا میں خرچ کر دیتے اور اپنے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے۔

آنحضرت ﷺ نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہ سے اپنی صاحبزادی کی شادی کا ارادہ فرمایا تو اس وقت حضرت علیؓ کے گھر میں روزمرہ کی ضروریاتِ زندگی کے سامان کا بہت فقدان تھا۔ اس بات کا احساس محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی تھا۔ لہٰذا حالات کا جائزہ لیتے ہوئے آپ ﷺ نے شادی کے موقع پر اپنی صاحبزادی کو تحائف کی صورت میں ضروریاتِ زندگی کا سامان فراہم کر دیا جس میں چٹائی، پیالے، مشکیزہ، کمبل وغیرہ شامل تھے۔ چونکہ یہ تحائف ایک باپ کی طرف سے اپنی بیٹی کے لئے تھے اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی

منع نہ کر سکے اور یوں یہاں بھی حضور ﷺ کی کمال فراست نے اس مسئلے کا حل پیش کر دیا۔

یہ ہے وہ موقع جس کو جہیز کی شروعات یا Base کہا جاتا ہے اگر جہیز اسلامی فرائض یا حکمِ رسول ﷺ ہے تو آپ اسلامی تاریخ میں سے کوئی دوسری مثال دکھا دیجیے جس میں چاروں خلفائے راشدین میں سے کسی ایک نے بھی اپنی اولاد کو شادی کے موقع پر جہیز دیا ہو۔

ایک اور لمحہ فکر یہ ہے کہ جہیز صرف برصغیر ہی کا حصہ ہے تمام عرب ممالک بشمول سعودی عرب میں جہیز کا کوئی Concept ہی نہیں ہے۔ خود ہمارے صوبہ سرحد میں بھی جہیز کا کوئی تصور موجود نہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے معاشرے میں جہیز کا رواج آیا کیسے؟۔۔۔

دراصل جہیز ہمارے معاشرے کا حصہ بالکل اسی طرح بن گیا۔ جس طرح شب برات پر پٹاخے چھوڑنے کی رسم ہمارے اسلامی کلچر کا حصہ بن گئی ہے۔ جس میں خاندان کے بڑے بزرگ بچوں کو پٹاخے خریدنے کے لیے خاصی رقم عیدی کے طور پر دیتے ہیں۔ جہیز ہمارے خیال میں ہندو کلچر سے ہمارے کلچر میں سرایت کر گیا اور لالچی اور ہوس کے ماروں اور شیخی خوروں نے اس پر لبیک کہا اور اس رسم کو قبول کر لیا دوسرے لوگوں کو بھی تحریک دی کہ وہ اس کو آگے بڑھائیں اور جہیز ہمارے کلچر کا اس طرح حصہ بنا کہ ہم اس کی اصل ہی بھول گئے جیسے ہم یہ بھول گئے کہ قرآن و سنت میں کہاں ہے کہ:

1- کالی بلی راستہ کاٹے تو خطرہ ہے۔

2- کوا بولے تو مہمان آئے گا۔

3- ہچکی آئے تو کوئی کہیں دور سے یاد کر رہا ہے وغیرہ۔۔۔۔۔

مجھے کہنے دیجیے کہ اب ہم لوگ اسلام کو اپنے روزمرہ کے مسائل میں صرف اس وقت ترجیح دیتے ہیں جب ہم لوگوں کو اپنا کوئی فائدہ Interest نظر آ رہا ہو۔

کوئی حاجی صاحب سے پوچھے کہ جناب اپنے آپ کو "حاجی" کیوں کہلواتے ہیں؟۔۔۔۔۔ کیا حضور ﷺ نے اپنے آپ کو کبھی حاجی کہلوایا تھا؟۔۔۔۔۔

پھر آپ کیوں؟؟!؟۔۔۔۔۔

تو جناب اگر جہیز اسلامی شعار میں سے ہے تو پھر شادی کے موقع پر یہ رسومات جس میں آرسی مصحف، گود بھرائی، اپٹن، ڈھولکی، پہنوتیاں وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب کہاں سے ہماری زندگی کا لازمی حصہ بن گئی ہیں۔؟؟!؟ میں نے دیکھا ہے کہ بعض اچھے خاصے کھاتے پیتے لوگ اپنے گھر کے لئے فرنیچر صرف اس لئے نہیں خریدتے کہ بیٹوں کی شادیاں کر دیں گے تو خود ہی فرنیچر اور دوسرے سامان سے گھر بھر جائے گا۔ لہٰذا اس خیال کے تحت وہ صرف اُن گھروں میں رشتے طے کرتے ہیں جہاں سے خاصا "مال" ملنے کی اُمید ہوتی ہے اور اب تو اکثر لڑکے والوں کی طرف سے لسٹ آجاتی ہے جس میں ٹی وی، فریج، موٹر سائیکل بھی فرنیچر، کپڑوں اور برتنوں کے علاوہ دینے کی فرمائش کی گئی ہوتی ہے۔ یوں قیمتی جہیز جمع کرنے کے لئے باپ کو کسی نہ کسی طرح سے قرض لینا پڑتا ہے اور اکثر و بیشتر کئی بیٹیاں اپنا جہیز کمانے کے لئے نوکری کرتی ہیں۔

اسلام تو ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے کا نام ہے نہ کہ دوسروں کو ذمہ داریوں کے بوجھ تلے کچل دینے کا آپ سب سے سوال ہے کہ بتائیے کہ اس مسئلہ کا حل یا اس لعنت سے چھٹکارے کے لئے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

اس مضمون میں ایثار خان نے جہیز کو لعنت اور اسے لڑکیوں کی شادی میں حائل سب سے اہم رکاوٹ قرار دیا ہے۔ ہم اس اہم معاشرتی موضوع پر قارئین خواتین و حضرات سے آراء اور تجاویز ارسال کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اپنے خطوط اس طرح ارسال کریں کہ اپریل کی 12 تاریخ سے قبل ہمیں موصول ہو جائیں۔

گذشتہ ماہ ایوانِ فکر میں "معاشرے کا تعلیم یافتہ نوجوان" کے عنوان سے سید حسن علی نے اظہارِ خیال کیا تھا۔ اس پر قارئین کرام کی بڑی تعداد نے اپنے تاثرات ارسال کیے۔ یہاں ہم منتخب تاثرات پیش کر رہے ہیں۔

ہم زندہ قوم ہیں

محمد شریف بٹ۔ لاہور

سید حسن علی صاحب ایک چھوٹی سی بات سے ذرا زیادہ ہی تشویش میں مبتلا ہوگئے اور ایک چھوٹے سے واقعہ کا بہت زیادہ اثر لے لیا۔ وہ جس ملک کے باشندے ہیں اس سرزمین نے قائداعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال، لیاقت علی خان جیسے افراد کو جنم دیا جن کی بصیرت و دانائی کی ایک دنیا تعریف کرتی ہے۔ جہاں ڈاکٹر عبد القدیر خان، ڈاکٹر عبد السلام اور پروفیسر سلیم الزماں صدیقی جیسے سائنسدان پیدا ہوئے۔ جس سرزمین کے خمیر سے علم و فن میں ایسے ماہر افراد اٹھے جو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا معتبر بنے ہوئے ہیں۔ اس وطنِ عزیز کے باشندے عقل و شعور سے خالی نہیں ہیں وہ اپنا اچھا برا جانتے ہیں۔ دنیا کی بڑی بڑی طاغوتی طاقتوں کے لئے سیسہ پلائی دیوار بنے ہوئے ہیں۔ برسوں کے کرپشن اور بدعنوانیوں کے باوجود اپنے ملک کے لئے جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ ان سے بھلا یہ توقع کس طرح کی جاسکتی ہے کہ کوئی ان سے کہے کہ کنوئیں میں کود جاؤ اور وہ کود جائیں۔ برسوں کی تاریخ شاہد ہے کہ ہم نے کسی کی جارحیت کو قبول نہیں کیا۔ اگر ہمیں کوئی علم و فنون سے روک دے، سائنس و ٹیکنالوجی کے دروازے بند کرنے لگے تو کیا ہم ایسے گئے گزرے ہیں کہ اسے آسانی سے قبول کرلیں گے۔

میرے دوست!! ایک دو آدمی کی وجہ سے اس طرح پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ ہم آپ کی کامیابی کے منتظر اور دعا گو ہیں۔ آپ تمام توجہ تعلیم پر مرکوز کیجئے اور مٹھی بھر ایسے لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں جو علم کی حقیقت سے ہی آشنا نہیں۔

بہتری ہر سمت ہونی چاہئے

صالحہ خاتون۔ لاہور

ڈش، کیبل اور وی سی آر کے نقصان دہ اثرات کے بارے میں حسن صاحب نے ساری ذمہ داری یک طرفہ طور پر لوگوں پر ڈال دی ہے۔ انفرادی طور پر بہتری پیدا کرنے کی اہمیت اپنی جگہ مگر اجتماعی طور پر کوئی تبدیلی آئے تو اس کے نتائج دوررس ہوتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ انہوں نے ان چیزوں کے منفی اثرات پر بھی بڑا اچھا نکتہ نظر پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی ہمارے شعور کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ ہم تباہی کا سامان گھر کے بیڈروم تک خود ہی لے کر آئے ہیں۔ اس مسئلہ کا حل ہمیں مل بیٹھ کر تلاش کرنا ہوگا اور ہر سطح پر اس کا سدباب کرنا ہوگا۔ ہمیں پہلے خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی چاہئے، پھر اپنے گھر میں۔ اس کے بعد ہی ہمیں دوسروں کی بہتری کی بات کرنا چاہئے۔ ہم خود صحیح نہ ہوں اور اولاد کو نصیحت کریں تو ہماری بات میں اثر نہ ہوگا اور اگر دوسروں کی غلطیوں کی نشاندہی کریں گے تو خود ہی ہدفِ تنقید بن جائیں گے۔

والدین بصیرت سے کام لیں

حامد رئیس۔ جہلم

عام طور پر جب بھی پابندی کا تذکرہ کریں تو اس کا مطلب صرف سختی اور سزا ہی لیا جاتا ہے۔ زندگی میں کتنے ہی مواقع پر پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ بچہ آگ کی طرف جانے لگے تو آپ اس کو روک لیں گے یہ بھی پابندی ہے۔ کسی کو معلوم ہو کہ اس کا بیٹا خراب کردار کے لڑکوں میں اٹھنے بیٹھنے لگا ہے تو وہ لڑکے کو روکنے کے لئے جو بھی اقدام کرے گا اسے پابندی ہی کہا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکے کے باہر نکلنے پر پابندی لگادے یا اسے کسی ایسی مصروفیت میں لگادے جس سے اس کا ذہن خراب دوستوں سے ہٹ جائے۔ نئی نسل کی تعلیم و تربیت میں بصیرت کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر آج کل کے والدین اولاد کی تربیت میں بصیرت سے کام لیں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ برائی کے راستے پر نکل جائے۔

علم مومن کی گمشدہ میراث ہے

مظفر حسین خان۔ کراچی

میرے خیال میں چونکہ ہمارے ملک میں علم کا صحیح فہم بہت کم ہے اسی لئے یہاں پر کچھ لوگوں نے اکثریت کیجئے میں "ناجائز" کام بھی شروع کر رکھا ہے اور کم فہم نوجوانوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہماری تربیت اور تعلیم میں آخر کیا کمی ہے کہ ہم

تعلیم کے مقاصد پورے نہیں کر پارہے ہیں۔

سید حسن علی کی یہ بات دل کو لگتی ہے کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے پہلے کیا برائیاں نہیں تھیں اور اس سے لاتعلق ہو کر شر کا وجود ختم کیا جاسکتا ہے؟ بالکل ٹھیک! آپ نے بالکل صحیح فرمایا میں بھی کہوں گا کہ "کسی بھی چیز کا استعمال اسے اچھا یا بُرا بناتا ہے"۔ آپ اور ان صاحب میں فرق یہ ہے کہ آپ کو کمپیوٹر کی جو تعلیم اور اہمیت بتائی گئی ہے اس کے لئے آپ کو کمپیوٹر بہت کار آمد ایجاد نظر آرہی ہے جب کہ انہوں نے وہ باتیں کی جو اُن کے شعور میں آسکی۔ دراصل اسی وجہ سے ہمارے مذہب نے "علم" پر زور دیا ہے اور علم کا مطلب ہے "جاننا" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر تک" ہمارے مذہب میں تو علم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ مجھے وزیر داخلہ "معین الدین حیدر" کی ایک بات یاد آرہی ہے جو انہوں نے کمپیوٹر کے ایک انسٹیٹیوٹ کا افتتاح کرتے وقت کہی تھی کہ "ہمارے پیارے نبی حضور ﷺ کے دور میں ایک غزوے میں چند کافر جنگی قیدی بنا کر لائے گئے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ میں سے کوئی تعلیم یافتہ ہے تو چند قیدی اٹھ کر آئے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو حکم دیا کہ تم لوگ ہمارے لوگوں کو تعلیم دو"۔ ہمیں علم کی ضرورت ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ ہی رہے گی ہم اس پیغمبری ورثے سے کس قدر اپنے آپ کو سنوار سکتے ہیں اور کس قدر اپنے دل و دماغ کو روشن کر سکتے ہیں یہ ہم پر منحصر ہے۔ میرا تجزیہ یہ بیان کرتا ہے کہ

کوئی ہے ستم یقیناً ہماری سوچ میں کھوٹ
وگرنہ ظلم کی ہم پر ہی انتہا کیوں ہو

انتہا پسندی بری چیز ہے

وجاہت اللہ خان۔ مکلی، ٹھٹھہ

کمپیوٹر واقعی موجودہ دور کی ایک بہترین ایجاد ہے جس کی بدولت بہت سارے کام آسان ہو گئے ہیں اور وقت کی بچت کے ساتھ ساتھ کام کرنے کی رفتار بھی بڑھ گئی ہے۔ کمپیوٹر کے علاوہ اور دوسری بہت ساری سائنسی ایجادات ہیں جن کی بدولت مشکل کام بھی آسان ہو گئے ہیں۔

جس طرح سے انسان کی سوچ مثبت اور منفی ہوتی ہے اسی طرح سے ہر چیز کے بھی دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک اچھا اور دوسرا بُرا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچنے اور سمجھنے کے لئے دماغ جیسی نعمت عطا کی تاکہ انسان اپنے دماغ کو استعمال کر کے نئی نئی راہیں نکالے، ترقی کرے اور فائدے اٹھائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو انسان سے صرف عبادت ہی کروانی ہوتی تو فرشتے اس کام کے لئے پہلے سے ہی موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس سے تعلق قائم کرے۔

دین اور دنیا دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ انتہا پسندی ہر چیز کی بُری ہوتی ہے۔ دنیا کو چھوڑ کر صرف اور صرف عبادت میں مصروف رہنا کسی طرح سے بھی صحیح نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ Internet، Dish، T.V جس طرح سے معلومات کے بہترین ذرائع ہیں اسی طرح سے ان کے نقصانات سے بھی ہم واقف ہیں۔ یہ ہمارے اوپر منحصر ہے کہ ہم کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جدید ایجادات پر پابندی لگا دینا کوئی عقل مندی کا کام نہیں ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جس چیز پر پابندی ہوتی ہے لوگ وہ کام ضرور کرتے ہیں اس لئے ہمیں اپنے نوجوانوں کو بتانا چاہئے کہ کس چیز کے کیا نقصانات ہیں تاکہ ہم انہیں سرے سے ہی ان چیزوں کو استعمال کرنے سے منع کر دیں۔

جواب موجود ہے

شمع محمد حنیف۔

چندریگر، حیدرآباد

مارچ کے روحانی ڈائجسٹ میں حسن علی نے جدید دور کی ایک ایجاد کمپیوٹر کو موضوع گفتگو بنایا ہے۔ جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ کمپیوٹر وغیرہ معاشرتی بگاڑ کے آلات نہیں ہیں۔ دراصل ان صاحب کا جواب ان ہی کے سوال میں موجود ہے اور وہ اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں کہ اگر ہماری طرز فکر مثبت ہے تو معاشرے کا بگاڑ درست ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بات تو ایک عام سا آدمی بھی جان سکتا ہے کہ کوئی بھی شے نہ تو مکمل طور سے فائدہ مند ہوتی ہے اور نہ ہی نقصان دہ یعنی فائدے اور نقصانات ہم خود متعین کرتے ہیں۔ اب یہ ہماری سوچ پر منحصر ہے کہ ہم اسے کس زاویے سے استعمال کر رہے ہیں کیا ہم اس سے سیدھی راہ جا رہے ہیں یا غلط۔

اسلام میں فلاح ہے

ظفر احمد خان۔

جہانگیر روڈ، کراچی

روحانی ڈائجسٹ ماہ مارچ 2001ء میں ایک تعلیم یافتہ شعبۂ کمپیوٹر سے متعلق صاحب نے جن حوالوں سے سوالات کئے

ہیں واقعی یہ صرف اس ایک نوجوان کا مسئلہ نہیں بلکہ لاتعداد نوجوانوں کا مسئلہ ہے اور مسئلہ فکر طلب بھی ہے۔ مگر افسوس جنہیں زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر غور و فکر کرنا چاہئے وہ اس سے کیوں محروم ہیں آج ہم جن خون آشام حالات سے دوچار ہیں وہ انہی غیر فکری ذہنوں کی چشم پوشی کا نتیجہ ہے۔

حکم خداوندی یہ ہے کہ ظالم کا ہاتھ روکو اگر اس قوت سے محروم ہو تو زبانی اس کی کھلے عام مخالفت کرو اور انتہائی ایمان یہ ہے کہ اس کو دل سے برا سمجھو...... یہ کم تر ایمان کی نشانی ہے۔

تاریخ کے کسی گوشے میں اور حضور ﷺ کے کسی فرمان سے اور قرآن کے کسی حوالے سے بتایئے کہ مخالفین کو ذبح کرنے کا ثبوت ملتا ہو۔ اسلام تو سلامتی کا مذہب ہے۔ اسلام میں فلاح ہے۔ بھلائی اور سکون ہے۔ اسلام نے علم کا راستہ کبھی نہیں روکا۔ جو لوگ اسلام کے نام پر علم کے دروازے بند کر رہے ہیں وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ اس لئے اے نوجوان دوست! آج کل کی اس جاہلانہ فکر سے کیوں پریشان ہوتے ہو جو لوگ کمپیوٹر جیسے ترقی یافتہ نظام بند کرنے کو کہتے ہیں اصل میں ان کی آنکھیں اسلام کے فہم سے ناآشنا ہیں۔ اے کاش کوئی ان دو عقلین کو سمجھائے کہ وہ پہلے سوچنے اور بولنے پر کاربند ہو جائیں۔

انگور کھٹے ہیں

جمال کھوکھر۔ فیصل آباد

نئی نسل کو اہم مواقع پر بڑوں کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑے نظر انداز کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے نسل خراب ہوتی جا رہی ہے اکثریت کو صرف اپنے مفادات سے پیار ہے نسل کی بقا کی فکر نہیں ہے مثلاً جب بھی حکومت نے ٹیکس مانگا تاجروں نے مارکیٹیں بند کر دیں۔ تنخواہوں میں اضافہ نہیں ہوا تو سرکاری ملازمین نے ہڑتال کر دی۔ ایڈھاک ٹیچرز مستقل نہیں کیا گیا تو کلاسوں کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ کورٹ میں گولی چلی وکلاء نے ہڑتال کر دی۔ ڈاکٹرز کے تبادلے دیہی علاقوں میں ہونے لگے تو انہوں نے ہڑتال کر دی۔ مذہبی اور لسانی فساد ہوا تو یہ لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ لیکن اس وقت کیوں نہیں سوچا گیا اور مل بیٹھ کر بچاؤ کے انتظامات کی فکر کی گئی۔ جب فحش تصاویر، عریاں لٹریچر اور فلمیں مارکیٹ میں دھڑا دھڑ بکنا شروع ہوئیں؟ اس وقت کیوں نہ غور کیا گیا۔ جب ڈش اور کیبل پر رنگین چینلز شروع ہوئے؟ اس کے برعکس آج صورتحال یہ ہے کہ ہماری اکثریت نیم عریاں چینلز سے لطف اندوز ہو رہی ہے..... کوئی چوری چوری اور کسی نے سرعام دیکھنا شروع کر دیا اور جسے یہ موقع نہیں ملا اس نے "انگور کھٹے ہیں" کہہ کر شور مچانا شروع کر دیا کہ نئی نسل خراب ہو رہی ہے۔ خرابی پہلے معاشرے میں ہوتی ہے پھر نئی نسل میں منتقل ہوتی ہے۔ ہر سطح کے لوگ اپنے مفادات کے بجائے نئی نسل کو سامنے رکھ کر اس مسئلے کا حل تلاش کریں۔ اپنے اور نئی نسل کے ذہنوں میں قرآن میں تفکر کا پیٹرن قائم کریں۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو صدق دل سے اپنالیں تو ایک تو کیا ہزار ہا ڈش، وی سی آر، انٹرنیٹ یا چینلز کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

ستاروں سے آگے .....

سہیل شمیم مرزا۔ گجرات

محترم علی حسن صاحب آپ نے مضمون کے اختتام پر سوالات تو بہت اچھے اٹھائے ہیں لیکن انتہائی معذرت کے ساتھ کہ آپ نے جدید ٹیکنالوجی کی اہمیت کچھ اس انداز سے بیان فرمائی ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہماری بقاء کی ضامن صرف جدید ٹیکنالوجی ہی ہے۔ ہمیں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ایسے رنگ میں رنگا جا رہا ہے جس میں ہماری اپنی شناخت ہی نہیں رہی اور یقین کیجئے ہمارا تشخص ٹی وی، ڈش اور کیبلز نے ہی چھینا ہے۔ بچپن سے لے کر عالم شباب تک کھلے ماحول میں پرورش پانے کے بعد ہمارے ذہن اس حد تک پراگندہ ہو جاتے ہیں کہ ماسوائے نفسانی سوچوں کے ان میں کچھ نہیں سموتا۔ اسی طرح آپ نے جو مثبت اور منفی رویے کا تذکرہ کیا ہے کہ آدمی کی ذہنی سوچ اور طرز فکر کا بڑا کردار ہوتا ہے میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن جس طرح کے ماحول میں موجودہ نسل پروان چڑھ رہی ہے تو کیا ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس قابل ہیں کہ فحش مناظر دیکھ کر اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکیں؟ آخر میں ناقص رائے یہی ہے کہ جہاں تک ٹی وی، ڈش اور کیبلز کا تعلق ہے تو ان سب کا بائیکاٹ ہونا چاہئے جہاں تک کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ بات طے ہے کہ ہم ان سے منہ موڑ کر نہ ہی ترقی کر سکتے ہیں اور نہ جدید چیلنجز کا سامنا کر سکتے ہیں لیکن ان سے ہم فائدہ تبھی اٹھا سکتے ہیں جب ہم ایک باکردار باغیرت امت کے سانچے میں ڈھل جائیں۔

تعمیری کردار کی حوصلہ افزائی کریں

عبد الصمد۔ کراچی

کہا جاتا ہے بہت سے نوجوان اخلاقی پستی میں گر رہے ہیں۔ نافرمانی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حسد اور بدتمیزی جیسے مسائل کے شکار ہیں اور جنسی بے راہ روی ان میں عام ہوتی جارہی ہے...... لیکن دوسری طرف یہ بھی تو دیکھیں کہ علم کے مختلف شعبوں میں آگے بڑھنے والے بھی تو نوجوان ہی ہیں۔ پاکستان کی شرح خواندگی اگر بڑھ رہی ہے تو نوجوانوں ہی کی بدولت۔ انجینئرنگ، میڈیکل، بینکنگ، فنانس اور آئی ٹی کی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان ہیں۔ یہی تربیت یافتہ نوجوان پاکستان کے اداروں سے وابستہ ہو کر ہی تو ملک کی ترقی کا سبب بن رہے ہیں اور اگر ملک سے باہر ہوں تو پاکستان کے زر مبادلہ میں اضافہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ بعض نوجوانوں کا طرز عمل اگر تخریبی ہے تو ہمیں ان دوسرے بے شمار نوجوانوں کے تعمیری کردار سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جس چیز کی پبلسٹی زیادہ کی جائے وہی زیادہ بڑھتی ہے۔ اگر ہم نوجوانوں کو یہی احساس دلاتے رہیں کہ تم برے ہو، تمہارے اندر یہ خامیاں ہیں تمہارا کردار مثالی نہیں ہے تو اس کا ایک اثر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مایوس اور دل برداشتہ ہو کر ایسا ہی کرنے لگیں۔ ہمیں نوجوانوں کی اچھی چیزوں کی پروجیکشن کرنی چاہیے اور ان کے تعمیری کردار کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے۔ میں نے فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن لینے والے طالب علم کی خبر شہ سرخی میں شائع ہوتے دیکھی۔ ہاں قتل و غارت اور لوٹ مار پر مبنی خبروں کو نمایاں کوریج دیکھنے کو ملتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟..... بعض مایوس یا محدود ذہن کے نوجوان یہ دیکھتے ہیں کہ سب ہی ایسا کر رہے ہیں تو وہ بھی برائی کو برائی سمجھنے کے باوجود اسے اختیار کر لیتے ہیں۔ ہمیں اس ٹرینڈ کو روکنا ہوگا۔ اس کا طریقہ صرف یہی ہے کہ نوجوانوں کے اچھے کاموں کی بے حد حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کے اچھے خیالات کو سراہا جائے۔

ابلاغ کے طریقے بدلتے رہتے ہیں

محمد اشرف قریشی۔ کراچی

کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ یونانی دور کا ایک وسیع غار دریافت ہوا ہے جس کے اندر ہزاروں سال پرانے مجسمے اور اسٹیچو موجود ہیں۔ اس غار میں خواتین کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجسمے اس قدر قابل اعتراض اور عریاں ہیں کہ جس مغرب کو آزاد خیالی میں سب سے آگے سمجھا جاتا ہے وہاں کی خواتین کو بھی اسے دیکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکی۔ ہزاروں سال پہلے جب ٹی وی اور وی سی آر نہیں تھے، ڈش انٹینا اور کیبل سسٹم بھی موجود نہیں تھے اس کے باوجود عریانیت کے ابلاغ کا طریقہ لوگوں نے دریافت کر لیا۔ قدیم روم میں سالانہ میلہ لگتا تھا جس میں وسیع و عریض اسٹیڈیم کے اطراف عورتوں اور مردوں کا جم غفیر ہوتا۔ مرکزی تقریب کے میدان میں ایک سانڈ اور سانڈنی کو چھوڑ دیا جاتا۔ وہ جب لذت اندوز ہو جاتے تو انسان ہونے کے دعوے دار شراب و شباب میں دھت مرد اور عورتیں تمام قیود و حدود سے آزاد ہو جاتے اور شراب و شباب کا یہ دور صبح تک جاری رہتا۔ ہم کہتے ہیں موجودہ الیکٹرانک میڈیا بے حیائی اور فحاشی کا پرچار کر رہا ہے ایسا تو ہر دور میں ہوتا آیا ہے بس ابلاغ کے ذرائع بدلتے رہے۔ مجسمہ سازی کے دور میں نفسانی خواہشات کے زیر اثر ذہن نے اس کا ابلاغ عریاں مجسموں کی شکل میں کیا۔ تصویری عکاسی کے دور میں اسے تصویروں میں ڈھال دیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ ابلاغی ذرائع غلط نہیں ہیں بلکہ ان ذرائع ابلاغ کے پس پردہ جو سوچ کام کر رہی ہے وہ اس چیز کی ذمہ دار ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کا کردار اس وقت وہ نہیں جو ہونا چاہیے تھا۔ ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا اور کیبل سسٹم کا نصف سے زیادہ کردار منفی ہی سمجھا جارہا ہے لیکن اس کا حل صرف یہی تو نہیں کہ ان چیزوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے۔ سید حسن علی کی یہ رائے حقیقت پر مبنی ہے کہ مسائل کے حل کا تعلق ہماری ذہنی سوچ اور طرز فکر سے ہے۔ اجتماعی طور پر اس کا حل ہمیں نہیں مل سکا ہے لیکن انفرادی طور پر تو ہم اپنی طرز فکر کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ ہمیں خرابیوں میں سے اچھائی تلاش کرنی ہوگی۔ کمپیوٹر بھی ہماری نئی نسل کے لئے اہم نعمت ہو سکتا ہے اسی طرح انٹرنیٹ بھی۔ کمپیوٹر کو کسی طور پر بھی منفی نہیں کہا جاسکتا۔ دراصل تمام ایجادات والدین کی تربیت کا امتحان ہیں کہ انہوں نے اولاد کے اندر اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے کا تصور بیدار کر دیا ہے یا نہیں......

Scanned with CamScanner

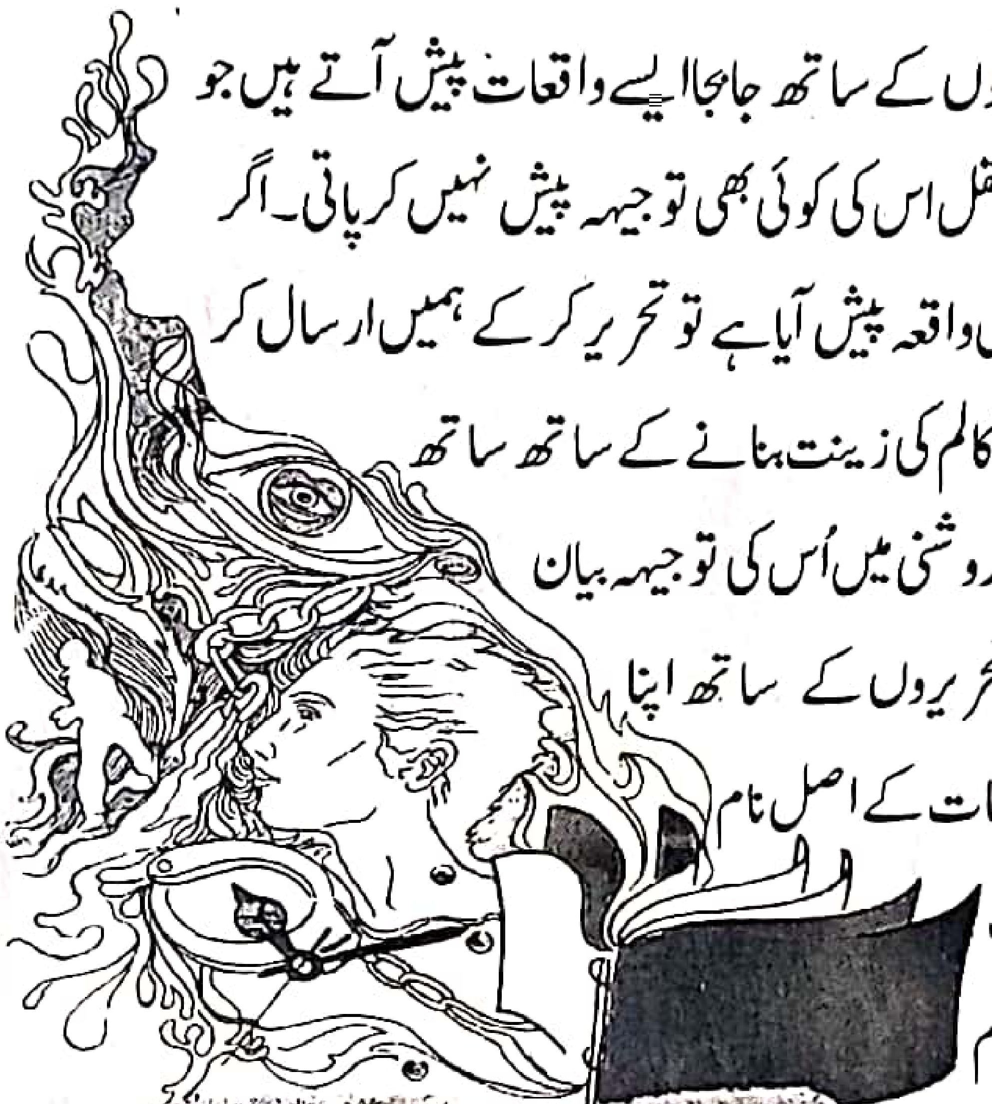

حیرت کدہ

دنیا ایک حیرت کدۂ عالم ہے جہاں لوگوں کے ساتھ جابجا ایسے واقعات پیش آتے ہیں جو ان کے ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں اور عقل اس کی کوئی بھی توجیہہ پیش نہیں کرپاتی۔ اگر آپ کے ساتھ بھی کوئی ناقابلِ فراموش واقعہ پیش آیا ہے تو تحریر کر کے ہمیں ارسال کر دیجئے۔ نوک پلک سنوار کرا سے ہم اس کالم کی زینت بنانے کے ساتھ ساتھ حضرت عظیمی صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں اُس کی توجیہہ بیان کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ اپنی تحریروں کے ساتھ اپنا مکمل پتہ، واقعات میں بیان کئے گئے مقامات کے اصل نام اور مکمل تفصیل ضرور درج کریں۔ آپ کی خواہش پر کردار و مقامات کا اصل نام تبدیل کر دیا جائے گا۔ لفافے پر "حیرت کدہ" ضرور تحریر کردیں۔ (ادارہ)

سواری

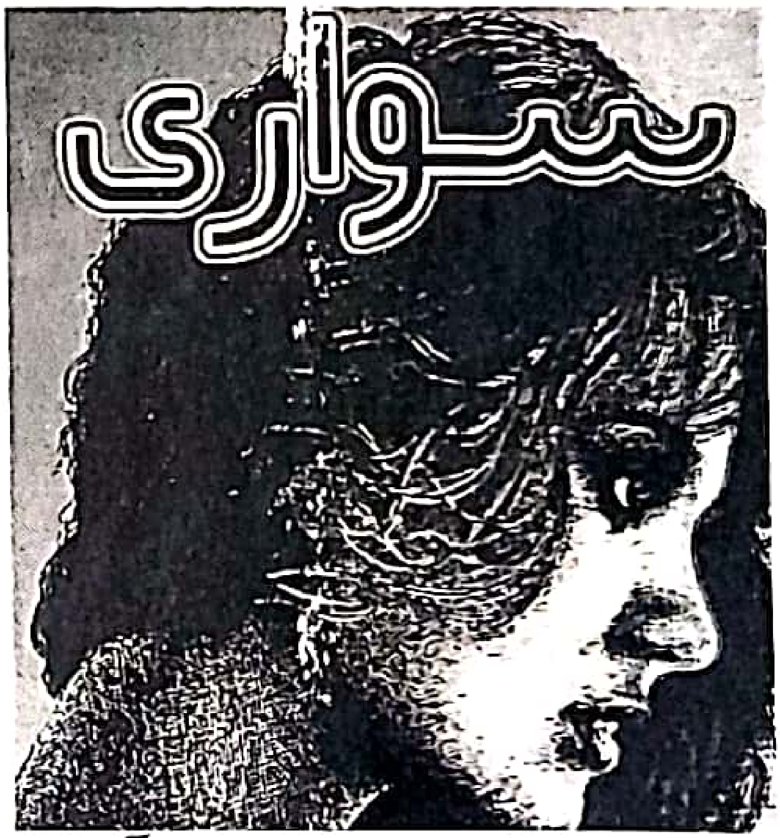

(فرزانہ جاوید۔ حیدرآباد)

میری پڑوسن گزشتہ ایک مہینے سے مجھ پر زور ڈال رہی تھی کہ میں نیک بی بی کی محفل میں چلوں۔ وہاں جاکر میرے مسائل کا حل نکل آئے گا.....

گزشتہ تین چار مہینے ہمارے لئے قدرے سخت گزرے تھے۔ پہلے میرے شوہر جاوید کو ڈبل ٹائیفائیڈ ہو گیا۔ ایک ڈیڑھ ماہ وہ آفس نہ جاسکے جب طبیعت بحال ہوئی اور آفس پہنچے تو ان کی جگہ کسی دوسرے آدمی کو رکھ لیا گیا تھا بقایا جات ادا کر کے اُن کی چھٹی کر دی گئی۔ یہ ہمارے لئے ایک دھچکا تھا لیکن جہاں ایک در بند ہوتا ہے وہیں اللہ کی طرف سے سینکڑوں در کھل جاتے ہیں اُس کے اگلے مہینے جاوید کو ایک بڑی فرم میں مستقل ملازمت مل گئی، یہاں تنخواہ کے علاوہ سال میں پانچ بونس بھی ملتے ہیں۔ خدا خدا کر کے روزگار کا مسئلہ حل ہوا تھا کہ سات سال کے پپو نے اپنے اوپر گرم گرم چائے گرالی، پیروں پر آبلے پڑ گئے.....ایک مہینے میں جاکر یہ آبلے ٹھیک ہوئے اور پپو میاں چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔ اس دوران میں نے اُس کا صدقہ بھی کروایا۔ پپو میاں ٹھیک ہوئے تو وولٹیج کی کمی زیادتی کی وجہ سے ہمارا کلر ٹی وی خراب ہو گیا۔

مکینک کو بُلا کر دکھایا تو اُس نے کہا کہ اس پر اندازاً تین سے چار ہزار خرچ ہو جائیں گے۔

ہماری پڑوسن صاحبہ کا مزاج ہمیشہ سے ہی بہت زیادہ توہم پرستانہ رہا ہے ذرا ذرا سی بات کو پہاڑ بنا لیا کرتی ہیں۔ وہ کیا اُن کا پورا گھر ان ہی کی طرح کا ہے۔ ہمارے گھر روز اخبار اور ہفتہ وار میگزین آتا ہے۔ جاوید کو مطالعے کا بہت شوق ہے ہمارے چھوٹے سے گھر میں ایک الماری پر مشتمل لائبریری بھی موجود ہے۔ اخبار تو جاوید آفس میں لنچ ٹائم کے دوران پڑھ ہی لیتے ہیں لیکن گھر میں انہوں نے اخبار اس لئے لگوایا ہے کہ بچوں کی جنرل نالج میں اضافہ ہو۔ میرے تینوں بچے اور میں خود بھی مطالعے کے بہت شوقین ہیں گذشتہ ایک سال سے روحانی ڈائجسٹ بھی ہمارے ہاں باقاعدہ آرہا ہے اس کے مطالعے سے بھی ہمیں بہت زیادہ شعوری استعداد حاصل ہوئی ہے۔

ہماری پڑوسن بھی ہم سے اخبار کا ہفت روزہ میگزین مانگ کر لے جاتی ہیں لیکن اس میں سے وہ فلمی اداکاراؤں کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ خاص طور پر یہ ہفتہ کیسا رہے گا کا مطالعہ کرتی ہیں۔ جس میں اکثر یہ لکھا ہوتا ہے کہ "مجموعی طور پر یہ ہفتہ آپ کے لئے خوشگوار رہے گا لیکن ایک شخص جو بظاہر آپ کا دوست ہے آپ کے لئے مشکلات کھڑی کرنے کی کوشش کر رہا ہے..... یا پھر..... اگر آپ نیلے رنگ کا سوٹ پہن کر فلاں دن گھر سے باہر نکلے تو ممکن ہے کہ یہ ہو جائے یا وہ ہو جائے..... وغیرہ وغیرہ"۔

چنانچہ ہماری پڑوسن صاحبہ ہمہ وقت مختلف شکوک میں مبتلا رہا کرتی ہیں۔ انہیں ہر وقت بہت سے حاسدوں اور دشمنوں کا خوف لاحق رہتا ہے جو اُن کے خیال میں اُن کے اوپر مختلف اقسام کے تعویز اور ٹونے کرواتے رہتے ہیں..... اکثر اُن کے ہاں سے تعویز بھی نکلتے تھے اور اس کے توڑ کے لئے وہ مختلف عاملوں اور مولویوں سے رجوع کرتی رہتی ہیں۔ پہلے تو میں اُن کی اس بات پر یقین نہیں کرتی تھی لیکن ایک روز جب میں ان کے گھر کسی کام سے گئی ہوئی تھی تو ان کی بیٹی کو ڈسٹنگ کے دوران ایک تعویز کرسی کے پائے کے نیچے دبا ہوا ملا۔ وہ تو شکر ہے کہ بی پڑوسن کو پکا یقین ہے کہ میں اس طرح کی باتوں پر یقین ہی نہیں کرتی اس لئے انہیں مجھ پر شک نہیں ہوا ورنہ تو وہ ..... خیر میں آپ کو بتا رہی تھی کہ میں بی پڑوسن کے ساتھ نیک بی بی کی محفل میں کیسے پہنچی جیسا کہ میں نے بتایا کہ ہمارے ساتھ گذشتہ تین چار ماہ سے مستقل پریشانی لگی ہوئی تھی اُسے دیکھتے ہوئے ہماری پڑوسن مستقل مشورہ دے رہی تھیں کہ نیک بی بی کی محفل میں چلو..... یہ نیک بی بی کیا چیز ہیں؟ اُن کا تعارف یہ ہے کہ ہفتے میں ایک خاص دن اور خاص وقت اُن پر سواری آتی ہے سواری کے وقت اُن کے گھر میں محفل جمتی ہے بہت ساری خواتین اُن کے سامنے اپنے مسائل پیش کرتی اور وہ نیک بی بی اُس کا مختلف حل تجویز کرتی ہیں۔ ہاں یہ بات میرے لئے شروع ہی سے تشویش ناک تھی کہ نیک بی بی کسی پیچیدہ مسئلے کا حل بتانے کے بعد اکثر سائل خاتون کے گلے سے گولڈ کا ہار یا کڑے بھی اُتروا لیا کرتی تھیں..... پڑوسن صاحبہ کے اصرار پر میں نے سوچا کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے، معلوم تو ہو کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ ایک روز تینوں بچے اپنی خالہ کے گھر گئے ہوئے تھے اور اتفاق سے نیک بی بی کی محفل کا دن بھی تھا تو میں پڑوسن کے ہمراہ نیک بی بی کی محفل جا پہنچی۔

تین منزلہ گھر بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔ ہم ایک ہال نما کمرے میں پہنچے جہاں سُرخ رنگ کا دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ مخملی قالین اتنا نرم تھا کہ پیر اندر دھنسے جاتے تھے۔ کمرے میں لوبان کی دھونی دی جا رہی تھی اور روشنی خاصی مدھم سی تھی صرف ایک چھوٹی سی چوکی کے اوپر لیمپ روشن تھا۔ کچھ دیر میں کمرہ عورتوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ کمرے سے باہر بھی بہت سی عورتیں کھڑی تھیں کچھ عورتیں اپنے ساتھ مٹھائی کے ڈبے اور پھولوں کے ہار بھی لائی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ دو

Scanned with CamScanner

عورتیں ایک نوجوان لڑکی کو جس کے بال کھلے ہوئے ہیں اور آنکھوں اور چہرے سے وحشت ٹپک رہی ہے سہارا دے کر کمرے میں لا رہی ہیں۔ اس لڑکی کو چوکی پر بٹھا دیا گیا۔ بیٹھتے ہی اس لڑکی نے آنکھیں بند کر کے جھومنا شروع کر دیا۔ پہلے تو منہ ہی منہ میں نجانے کیا بڑبڑاتی رہی پھر اُس کو سہارا دے کر لانے والی پختہ عمر عورت نے ''اللہ ہو اللہ ہو'' کا ورد شروع کیا تو اُس لڑکی یعنی نیک بی بی نے بھی زور دار آواز میں اللہ ہو اللہ ہو کا ورد شروع کر دیا بس پھر کیا تھا کمرے میں بھری ساری عورتوں نے اللہ ہو اللہ ہو با آواز بلند پڑھنا شروع کر دیا..... کمرے کا ماحول پہلے ہی خاصا پر اسرار تھا، اس ردھم سے مزید خوفناک سا محسوس ہونے لگا..... کیوں کہ پورے کمرے میں اندھیرا تھا صرف نیک بی بی پر چھت سے لگے لیمپ سے روشنی ایک دائرے کی صورت میں پڑ رہی تھی۔ کچھ دیر یہ ورد ہوتا رہا۔ پھر اچانک اُس نیک بی بی نے بھاری اور مردانہ آواز میں ''السلام علیکم'' کہا تو بہت سی کمزور دل عورتوں کی چیخیں نکل گئیں ایک عورت تو خوف کے مارے بے ہوش ہوگئی۔ جسے اُٹھا کر کمرے سے باہر لے جایا گیا۔

پھر نیک بی بی نے اپنا تعارف کرایا ''ہم قطب الاقطاب فرد الاحباب غوث اعظم شیخ شیوخ العالم، غوث الثقلین، امام الطائفین، شیخ الطالبین، شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی ہیں..... مانگو کیا مانگتی ہو.....؟''

پھر باری باری ایک ایک عورت نیک بی بی کے سامنے جاتی اپنی مسئلہ بیان کرتی..... نیک بی بی اُسی طرح مردانہ لہجے میں مختلف ہدایتیں کرتی..... زیادہ تر عورتوں کو یہ بتایا گیا کہ تمہارے اوپر سخت کالا علم کیا گیا ہے..... تمہاری نند نے گندے تعویز گھول کر پلا دیئے ہیں..... تمہارا شوہر کسی خوبصورت لڑکی پر عاشق ہوگیا ہے اور آدھی سے زیادہ تنخواہ اُس پر خرچ کرتا ہے..... تمہاری بہو منحوس ہے اُس کی وجہ سے تمہارے گھر میں بلائیں نازل ہو رہی ہیں..... وغیرہ وغیرہ.....

ایک ڈیڑھ گھنٹے تک یہ سلسلہ چلتا رہا پھر یہ نیک بی بی چیخ نما ایک نعرہ مار کر اپنے گھٹنوں پر کھڑی ہوگئی اور زوردار آواز میں بولی ''اب ہم جاتے ہیں..... خدا حافظ.....'' اور یہ کہہ کر بے ہوش ہوگئی..... اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور منہ سے رال بھی بہہ رہی تھی..... تین چار عورتیں اُسے اُٹھا کر کمرے سے باہر لے گئیں اور میں اپنی پڑوسن کے ہمراہ واپس آگئی۔ نہ میرا پہلے یقین نیک بی بی کے اوپر تھا نہ اب ہے لیکن آج تک میرے ذہن میں یہ گتھی سلجھ نہیں سکی کہ وہ نیک بی بی اچانک بے ہوش کیوں ہوگئی..... میں خود بڑے پیر صاحب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی بہت عقیدت مند ہوں لیکن یہ بات میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ وہ کسی پر سواری کریں..... کیا ایسا ممکن ہے؟۔ دوسرے نیک بی بی کی آواز مردانہ کیوں ہوگئی تھی.....؟

روحانی توجیہہ:- محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی کی ریسرچ کے مطابق انسان کی شخصیت نورانی لہروں سے بنتی ہے۔ اس کا ہر رجحان، ہر جذبہ، ہر صلاحیت نورانی لہروں کا مکمل شخصی تمثل Pattern ہے۔ آدمی ان ماورائی لہروں کے زیر اثر زندہ رہتا ہے اور اسی سے اس کی سوچ بنتی ہے ارادہ سوچ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جب کسی وجہ سے سوچ کسی ایک ہی محدود خول میں بند ہو جائے تو نورانی لہروں کا نظام متاثر ہونے لگتا ہے اور یہ لہریں شخصی تمثل پر اثر انداز ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں بعض اوقات جسم مثالی کا کوئی ایک لاشعوری پرت ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب یہ تمثل ظاہر ہوتا ہے تو اس شخص کی آواز انداز گفتگو بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسی کو اکثر اوقات جنات یا کسی بزرگ کی سواری کہا جاتا ہے۔ ایسا عموماً خواتین کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ ناآسودہ خواہشات کو دباتے دباتے ان کی لہروں کے توازن میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایسی خواتین عموماً

کنواری ہوتی ہیں۔ پرانے زمانے میں لڑکیوں کو اس طرح کے دورے پڑتے تھے تو بزرگ فوراً ان کی شادی کردیا کرتے تھے اور عموماً وہ لڑکیاں ٹھیک بھی ہو جایا کرتی تھیں۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ناآسودہ خواہشات کو دبانے کے سبب ایسا ہوتا ہے۔ دماغ میں ایک ہی خیال یا کسی خواہش کا اس طرح نقش ہو جانا کہ اُس کے شخصی تمثل پر اثرانداز ہو جائے شیزوفرینیا کا مرض کہلاتا ہے۔ ایسے مریض کو طرح طرح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور ماورائی لوگ نظر آتے ہیں۔ اسے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ کوئی عظیم ہستی ہے۔ جہاں تک سوال رہا روحانی بزرگوں کی سواری کا تو یہ ان برگزیدہ ہستیوں کی شان میں گستاخی ہے۔ ان ہستیوں نے اپنی زندگی کو لوگوں کے لئے وقف کردیا، ان کی ہر ممکن امداد کی، غریبوں کی دستگیری کی اور مظلوموں کی مدد کی۔ جن ہستیوں نے اپنی زندگی میں لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ کام کیا وہ اپنے وصال کے بعد نعوذباللہ کسی کو تکلیف کیوں دیں گے؟ یہاں سوال یہ ہے کہ پھر مریض کسی خاص بزرگ یا پھر جنات کا نام کس طرح بتاتے ہیں؟ دراصل دورے کی حالت میں مریض کا شعور معطل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے لواحقین یا آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ اس کے سامنے کسی ہستی یا جنات وغیرہ کا تذکرہ کریں تو مریض کا جسم مثالی اسی نام کو اپنی شناخت سمجھ لیتا ہے اور انہی ناموں اور القابات سے اپنا تعارف کراتا ہے۔

اس طرح کے تجربات عموماً پسماندہ خواتین ہی میں دیکھنے میں آتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شعوری علمی اور ذہنی اعتبار سے بہت کمزور ہوتی ہیں اور اس طرح کی خواتین کو ناآسودہ خواہشات کی تکمیل کا کوئی راستہ نہیں مل پاتا۔ ان کے سرپرستوں کو بھی چونکہ اس دورے کی وجہ سے چڑھاوے، نذرانے اور نقدی ملتی ہے اس لئے مریضہ کی شادی نہیں کرتے کہ کہیں نام نہاد بزرگ رخصت نہ ہو جائیں۔

★ ★ ★

(نودین مرزا - لاہور)

کبھی ہمارا گھرانہ بھی ہنستا مسکراتا ہوا کرتا تھا، ہمہ وقت گھر کے درودیوار سے ہنسی اور قہقہوں سے گونجا کرتے تھے۔ ہم سات بہن بھائی اُس وقت تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ بھائی جی کو ابو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے ابو کو مجبور کیا کہ وہ برسرِروزگار ہو کر اُن کا ہاتھ بٹانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے انجینئرنگ یونیورسٹی کے بجائے ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ میں تین سالہ ڈپلومے کے لئے داخلہ لے لیا تھا۔ پھر تین سال بھی یوں لگا کہ پلک جھپکتے میں گزر گئے۔ اور بھائی جی نے سالانہ امتحان کے بعد بھاگ دوڑ کر کے ایک بڑی کمپنی کو ٹرینی سپروائزر کی حیثیت سے جوائن کرلیا۔

ہم تین بہنیں تھیں سب سے چھوٹی بہن نور جس کی عمر اُس وقت چھ سال کی ہی رہی ہوگی سارے گھر کی لاڈلی تھی۔ وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ ذہین تھی۔ بعض اوقات وہ باتوں باتوں میں کچھ ایسی باتیں کر جاتی جو کچھ عرصے بعد من و عن پوری ہو جاتی۔ مثلاً ایک مرتبہ اُس نے لوڈو کھیلتے ہوئے کہا تھا کہ ”چھوٹے بھائی آپ بے مانٹی (بے ایمانی) بہت کرتے ہیں تب ہی آپ کی گوٹیں پٹتی ہیں ایسا نہ ہو آپ خود پٹ جائیں“۔ چونکہ یہ بات کھیل ہی کھیل میں کہی گئی تھی اس لئے کسی نے اُس پر توجہ نہ دی۔ اگلے ہی ہفتے چھوٹے بھائی امتحان کے دوران نقل کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ انہیں معائنے کے لئے آئے ہوئے ایک انسپکٹر نے پکڑا، ممتحن نے اپنی کلاس میں

Scanned with CamScanner

نقل کو اپنی بے عزتی پر محمول کیا اور غصے میں آکر چھوٹے بھائی کو کس کس کر تین چار تھپڑ بھی جڑ دیئے۔ ممتحن خاصے لحیم شحیم تھے اُن کے بھاری بھر کم ہاتھ کا تھپڑ کھانے سے بھائی کا سر گھوم گیا اور مسوڑھوں سے خون بہنے لگا۔ گھر آئے تو اُن کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ بھائی جی نے اُن کی یہ حالت دیکھی تو جوش میں آکر کہنے لگے میں اُس ممتحن کی ٹانگیں توڑ دوں گا بتاؤ وہ کہاں رہتا ہے ؟"۔ چھوٹے بھائی نے انہیں منع کیا اور بتایا کہ غلطی اُن ہی کی ہے اور انہوں نے کہا کہ "اب میں نے نقل کرنے سے توبہ کرلی ہے اور آئندہ محنت اور ایمانداری سے زندگی کے سارے امتحانات دینے کا عہد کرتا ہوں"۔

پھر جب نور نے انہیں یاد دلایا کہ "میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ بے ایمانی چھوڑ دیں ورنہ گوٹ کے ساتھ ساتھ آپ خود بھی پٹ سکتے ہیں لیکن آپ نے میری بات نہیں مانی..... "تو سب ہی کو اس روز کی بات یاد آگئی.....

ایک روز شیخوپورہ سے ہماری خالہ آئی ہوئی تھیں سب ہی لوگ ٹی وی لاونج میں کارپٹ پر بیٹھے تھے ٹی وی چل رہا تھا لیکن کسی کی توجہ ٹی وی کی جانب نہیں تھی کہ سب خالہ سے باتوں میں مشغول تھے۔ خالہ بتا رہی تھیں کہ اُن کے بڑے بیٹے محمود ایک سال سے سعودیہ جانے کی کوشش کررہے ہیں لیکن کئی نہ کوئی رکاوٹ آجاتی ہے۔ ڈرائنگ پیپرز پر بڑے بڑے کارٹون بناتی ہوئی نور نے اچانک کہا "خالہ جی محمود بھائی سے کہیں امریکہ چلے جائیں اور وہیں شادی بھی کرلیں..... سیٹ ہو جائیں گے"۔ اُس وقت تو سب نے یہ بات ہنسی میں اُڑا دی لیکن گھر جاکر خالہ جی نے محمود بھائی کو نور کی بات بتائی تو یہ بات محمود بھائی کے ذہن میں بیٹھ گئی اور انہوں نے اگلے روز سے امریکہ کے لئے کوششیں شروع کردیں اور دیکھتے ہی دیکھتے انہیں امریکہ میں ملازمت مل گئی اور ایک ماہ بعد ہی وہ امریکہ چلے گئے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے چھوٹے موٹے واقعات ایسے ہوتے رہے جس سے ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ نور کو اللہ تعالیٰ نے کچھ غیر معمولی صلاحیتیں بھی عطا کی ہیں۔

لیکن پھر ہمارے ہنستے بستے گھرانے کو نجانے کس کی نظر لگ گئی ایک روز ابو گھر آئے تو خاصے تھکے اور مضمحل نظر آرہے تھے۔ گھر کے اندر آتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑے پچھلے کئی مہینے سے اُن کے اوپر دفتر کے کام کا لوڈ بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ اُس روز ابو کو دیکھ کر نجانے کیوں سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ نور تو ابو سے لپٹ کر بیٹھی رہی بھائی جی ڈاکٹر کو گھر پر ہی لے آئے۔ انہوں نے ابو کا اچھی طرح چیک اپ کیا پھر مختلف ٹیسٹ لکھ کر دیئے دو تین روز بعد ٹیسٹ کی رپورٹس آئیں تو پتہ چلا کہ ابو کو کئی بیماریوں نے اپنے شکنجوں میں جکڑا ہوا ہے۔ بلڈ پریشر اور شوگر کے ساتھ ساتھ کینسر کا عفریت بھی چمٹا ہوا تھا۔

پھر ہمارے رات دن دعائیں مانگتے گزرنے لگے کہ کسی طرح ابو صحت یاب ہو جائیں۔ ابو کی ملازمت بہت اچھی تھی وہ خاصے سینئر تھے اس لئے کمپنی والوں نے انہیں بہترین ہسپتال میں علاج کی آفر کی لیکن ابو کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ بعد میں ہمیں امی نے بتایا کہ ابو یہ کہتے تھے کہ میں اپنے گھر میں اپنے بچوں کے درمیان دنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔

ہماری کوئی دعا کام نہ آسکی اور ابو ہمیں روتا دھوتا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابو کے انتقال کے بعد ایک مہینے تک تو ہمارے ذہن ماؤف رہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا ہوگا ؟ اس حال میں نور کی باتوں سے ہمیں کافی سہارا ملا...... وہ بتاتی تھی کہ روزانہ ابو اُس کے خواب میں آتے ہیں اور بعض اوقات گھر میں کھلی آنکھوں سے چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہمارے گھر کو واقعی کسی کی نظر لگ گئی اس لئے کہ ابو کے انتقال کے بعد بھائی بہنوں میں دن رات ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا ہونے لگا.....

جب بھائی جی نے کہا کہ "اس مکان کو بیچ دینا چاہئے اور فلیٹ لے کر بقیہ رقم بہنوں کے نام سے اکاؤنٹ میں جمع کرادی جائے جوان کی شادیوں کے وقت کام آسکے" تو سب نے اُس کی شدید مخالفت کی کوئی اس گھر کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔ امی ہماری بہت سیدھی سادی ہیں وہ محض رونے کے علاوہ کچھ نہ کرسکیں۔ چاروں بھائیوں میں خوب زوردار بحث ہوئی۔ اُس روز کسی نے کھانا نہیں کھایا۔

صبح ہوئی تو امی نے ہمیں آکر بتایا کہ نور اپنے بستر پر نہیں..... ہم دونوں بہنیں رات کے واقعہ سے بہت سہم گئی تھیں اس لئے یہ سن کر چیخ کر رونے لگیں پھر چاروں بھائی بھی جمع ہوگئے۔ سب مل کر نور کو تلاش کرنے لگے۔ گھر کا کوریڈار یا گرل لگا کر محفوظ کیا گیا ہے۔ گرل کھولی چاروں اطراف تلاش کیا..... کوئی چھت پر بھی چلا گیا۔ لیکن نور کہیں نہیں تھی..... پھر مجھے خیال آیا کہ ابو کا اسٹڈی روم جو اُن کے انتقال کے بعد بند پڑا ہے وہاں دیکھا جائے۔ یہ اسٹڈی روم تو نہیں تھا ہاں اس چھوٹے سے کمرے میں دو الماریاں اور ایک ٹیبل رکھی ہوئی تھی ابو اکثر اپنے آفس کا کام رات گئے تک یہاں بیٹھ کر کیا کرتے تھے۔

میں جب اُس کمرے کے سامنے پہنچی تو مجھے یقین ہوگیا کہ نور اس کمرے میں ہے کیوں کہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوئی تو حیرت زدہ رہ گئی۔ میں نے ابو کی ایک واضح جھلک دیکھی وہ نور کو کچھ بتا رہے تھے نور الماری میں سے فائلیں نکال کر میز پر رکھ کر اُس میں کچھ تلاش کررہی تھی..... یہ ایک لمحے کا منظر تھا جو میں نے دیکھا پھر ابو نظر نہیں آئے۔ ایسا لگتا تھا کہ میری قوتِ گویائی سلب ہوگئی ہے، اور میرے پیر منوں وزنی ہوگئے ہیں۔ پھر گھر کے سارے لوگ یہاں پہنچ گئے۔ امی نے نور سے پوچھا "بیٹی تم یہاں کیا کررہی ہو؟"

"امی! ابو نے مجھے آکر کہا کہ یہ لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں ان سے کہو ایسا نہ کریں اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، جیسے پہلے میرے سامنے مل جل کر ہنس بول کر رہتے تھے اُسی طرح رہیں..... میں موجود ہوں اُنہیں دیکھ رہا ہوں..... بس یہ لوگ مجھے نہیں دیکھ سکتے..... انہوں نے کہا ہے کہ بھائی جی سے کہو مکان نہ بیچیں..... اللہ پر بھروسہ رکھیں سب کام اچھے طریقے سے ہوجائیں گے..... پھر ابو مجھے یہاں لے کر آئے اور انہوں نے یہ فائل نکلوائی اس میں ایک پلاٹ کے کاغذات ہیں..... انہوں نے کہا کہ اس کو فروخت کرکے اتنی رقم آجائے گی کہ چھوٹے بھائی، مجھلے بھائی کو کاروبار کرایا جاسکے اور تینوں بہنوں کی شادیوں کے لئے رقم بنک میں جمع کرائی جاسکے"۔

اُس روز ہم سب لوگ اُس کمرے میں ایک ڈیڑھ گھنٹے تک بیٹھے روتے رہے۔ پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے جلدی سے اگربتی جلائی اور سب کو قرآن کے سپارے لاکر دیئے کہ پڑھ کر ابو کو ایصال ثواب کریں۔

روحانی توجیہہ:- یہ بات ہم پچھلے شمارے میں وضاحت سے بیان کرچکے ہیں کہ آدمی جب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ دوسری دنیا میں منتقل ہوجاتا ہے وہاں زندگی کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ حضرت عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ دوسری دنیا جسے عالم اعراف کہتے ہیں اس دنیا یعنی عالم ناسوت سے منتقل ہونے والوں کا اپنے بچوں اور عزیزوں سے چالیس سال تک تعلق قائم رہتا ہے۔ عالم ناسوت کے لوگوں کا عالم اعراف کے لوگوں سے تعلق قائم رکھنے کے لئے ذہن کا پاکیزہ اور یکسو ہونا ضروری ہے آپ کی بہن اپنی عمر کی مناسبت سے پاکیزہ ذہن اور یکسو تھی۔ آپ کے مرحوم والد سے اپنی اولاد کا باہم جھگڑنا دیکھا نہیں گیا اور انہوں نے آپ کی بہن کو میڈیم بناتے ہوئے اس مسئلے کو حل کردیا۔

★ ★ ★

Scanned with CamScanner

صدیوں سے دنیا کے گوشے گوشے میں سحر کے دھندلکے سے لے کر رات کی تاریکی تک کے وقفوں کے دوران بلند آواز میں چند کلمات ادا ہوتے ہیں۔ جو انسانوں کو ان کی اصل کی طرف متوجہ کرتے ہیں تاکہ وہ فلاح کی راہ پر گامزن ہو جائیں اور اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے کائنات کے خالق کی ربوبیت کا قولی، قلبی اور بدنی طور پر اقرار کریں۔

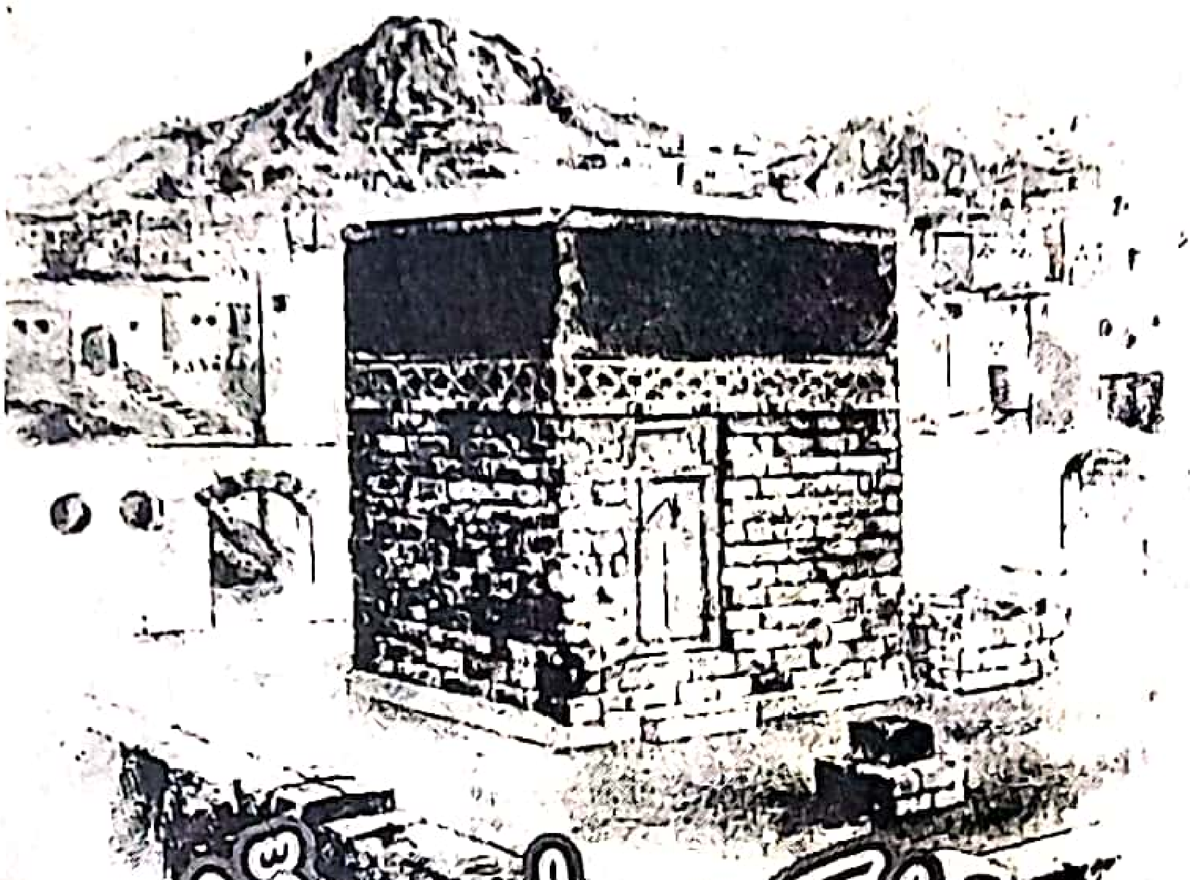

دنیا کے پہلے موذن

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

”بلال ؓ کتنا اچھا آدمی ہے وہ تمام موذنوں کا سردار ہے“۔

سید نعمان ظفر عالم

اللہ سب سے بڑا ہے...... کی صدائے توحید سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلند آواز میں متوجہ کرنے کی سعادت سب سے پہلے جس ہستی کے حصہ میں آئی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے محبوب سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے ”بلال ؓ کتنا اچھا آدمی ہے وہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے“۔

حضرت نوح کے بیٹے حام کی اولاد میں دو بیٹے زنج اور حبش تھے اور انہی دونوں بیٹوں سے زنگی اور حبشی نسلیں جاری ہوئیں۔ حضرت بلال ؓ حبشی نژاد تھے۔ وہ دور سرزمین عرب کا تاریک ترین دور تھا جب انسانیت پستی کی گہرائیوں میں جا گری تھی اور اس پر گمراہی مسلط ہو گئی تھی۔ لوگوں کی اکثریت دوسروں کا حق مارنے پر تلی ہوئی تھی کمزور طبقوں سے زندگی کے بنیادی حقوق بھی چھینے جا رہے تھے اس وقت ظلم و ستم کا سب سے زیادہ شکار غلام طبقہ تھا۔ حضرت بلال ؓ بھی اسی طبقے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ قبیلہ بنو جمح میں غلام تھا۔ حضرت بلال ؓ کی پیدائش مکہ میں ہوئی۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی زندگی آپ کے سامنے تھی۔ حضور ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیات صداقت، امانت اور دیانت کو دیکھ کر آپ ﷺ کی عظمت حضرت بلال ؓ کے دل میں گھر کر گئی یہاں تک کہ جب حضرت بلال ؓ کو معلوم ہوا کہ محمد ﷺ ایک ماورٰی الوریٰ ہستی کو یاد کرنے کے لئے غارِ حرا جاتے ہیں تو آپ ؓ اس فکر میں رہنے لگے کہ آخر وہ ہستی کون ہے؟

ایک دن رسول کریم ﷺ اپنے قریبی دوست حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال ؓ وہاں پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت بلال ؓ کو دیکھا تو بلایا اور فرمایا ”میں اللہ کا رسول ہوں، تمہاری اسلام کے متعلق کیا رائے ہے؟“ حضرت بلال ؓ رسول اقدس ﷺ کے اعلیٰ کردار اور شخصیت سے پہلے سے ہی متاثر تھے آپ ؓ نے فرمایا ”میں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دین کو اچھا پاتا ہوں“۔

کچھ دیر حضرت بلال ؓ نے حضور ﷺ کی بصیرت

افروز باتیں سنیں اور پھر واپس لوٹ گئے اور حضور علیہ کی باتوں پر غور کرتے رہے۔ دوسرے روز پھر وہیں پہنچ گئے جب نبی کریم علیہ کی سادہ ، پُر فہم اور نور نبوت سے لبریز گفتگو سنی تو جس سچائی کو دل تسلیم کر رہا تھا وہ اسلام کی صورت میں آپؐ کے سامنے آگئی اور بلآخر آپؓ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

غلام طبقہ کے فرد کا اسلام قبول کرنا اسلام کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت تھا کیونکہ غلام طبقہ میں اپنی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے فیصلے کا بھی کوئی تصور موجود نہ تھا اور وہ زندگی بھر ہر قسم کی ضرورت سے لے کر ذہنی سکون تک میں اپنے آقا کی توجہ کے محتاج تھے۔ جو شخص کوئی فیصلہ نہ کر سکتا ہو، زندگی کے ہر معاملہ میں دوسرے کا محتاج ہو اور اس قدر درماندہ درگاہ ہو کہ جس کا جسم بلکہ سوچ و فکر تک دوسروں کے قبضے میں ہو ایسے شخص کا معاشرے میں رائج اور آباؤ اجداد سے چلی آتی ہوئی شرک پرستی اور جھوٹی روایات کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے توحید کی طرف راغب ہونا یقیناً فیض ربانی ہے۔ اُمیہ بن خلف جو پیغمبر اسلام علیہ کے توحیدی مشن سے حد درجہ بے زار تھا اس کو جب یہ خبر ملی کہ اس کے غلام بلالؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ اپنے گھر میں رسالت محمدی (علیہ) کا ایک معتقد دیکھ کر شدید غضبناک ہو گیا کہ غلام اور اس کی یہ مجال کہ آقا کے دین سے روگردانی کرے اس کے بعد حضرت بلالؓ پر ہولناک مظالم کا سخت ترین دور شروع ہو گیا۔ حرہ کی زمین جو مکہ میں اپنی حدت کی وجہ سے مشہور تھی اور گرمی میں دھوپ کی تپش سے تانبہ کی طرح سرخ ہو جاتی تھی اُمیہ بن خلف نے اسی جلتی ہوئی زمین پر حضرت بلالؓ کو لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا کہ لات و عزیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کر لو ورنہ اسی طرح پڑے رہو گے اور اس کے جواب میں حضرت بلالؓ کے منہ سے "احد، احد" کے سوا کوئی آواز نہ نکلی۔ حضرت عمر بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے بلالؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ اُمیہ نے ان کو ایسی سخت تپتی ہوئی زمین پر لٹا رکھا تھا کہ جس پر گوشت رکھ دیا جاتا تو وہ گل جاتا مگر وہ اس حالت میں بھی کہہ رہے تھے کہ میں لات و عزیٰ کا انکار کرتا ہوں"۔

حضرت بلالؓ کے صبر کو دیکھ کر اُمیہ کا طیش اس قدر عروج پر پہنچا کہ اس نے حضرت بلالؓ کو محلہ کے شریر لڑکوں کے حوالے کر دیا جو آپؓ کو دن بھر گلے میں رسی ڈالے گھاٹیوں میں گھسیٹتے رہتے حضرت بلالؓ کے جسم کا ہر حصہ زخمی ہو چکا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب حضرت بلالؓ کو نت نئے مظالم کا نشانہ بنتے دیکھتے تو بے تاب ہو جاتے اور سوچنے لگتے کہ اس مظلوم توحید پرست کو پنجہ ستم سے کیسے چھڑا لیا جائے۔

ایک دن جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اُمیہ کے گھر تشریف لے گئے اور کہنے لگے "اے امیر اس بے گناہ اور بے کس غلام پر اتنا ظلم نہ کرو، تمہارا اس میں کیا نقصان کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے تم اس پر احسان کرو یہ احسان آخرت میں تمہارے کام آئے گا"۔

اُمیہ بن خلف نے حقارت سے کہا "جو میرے جی میں آئے گا کروں گا"۔

حضرت ابو بکرؓ نے دوبارہ نرمی سے سمجھایا کہ "تم صاحبِ قوت ہو اس بے کس غلام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا تمہارے شایانِ شان نہیں ہے"۔ اس گفتگو سے تنگ آکر اُمیہ نے کہا تم اس کے اتنے ہمدرد ہو تو اسے خرید کیوں نہیں لیتے؟

صدیق اکبرؓ نے فوراً فرمایا "بولو کیا لو گے؟"

اُمیہ نے روم کا ایک بہت توانا، محنتی اور نہایت قیمتی غلام فسطاس جو حضرت ابو بکرؓ کے پاس تھا کے بارے میں کہا "تم اپنا غلام مجھے دے دو اور اسے لے جاؤ"۔

اُمیہ کا خیال تھا ابو بکرؓ اپنے اس غلام کو دینے پر کبھی بھی راضی نہ ہوں گے حضرت ابو بکرؓ نے کہا "مجھے منظور ہے"۔

اُمیہ حیران رہ گیا اور پھر ڈھٹائی سے بولا "چالیس

لوقیہ چاندی بھی لوں گا"۔

حضرت ابو بکرؓ اس پر بھی راضی ہوگئے اور حضرت بلالؓ کو لے کر چلنے لگے تو اُمیہ نے قہقہہ مار کر کہا "ابو قحافہ میں ہوتا تو اس غلام کو ایک درہم کے چھٹے حصے میں بھی نہ خریدتا"۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اُمیہ تم اس کی قدر و قیمت سے واقف نہیں مجھ سے پوچھو تو یمن کی بادشاہی بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے"۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ فرما کر حضرت بلالؓ کو آزاد کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا۔ آزاد ہونے کے بعد حضرت بلالؓ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس زیادہ وقت گزارتے، حکمت و دانائی کی باتیں سیکھتے اپنی روح کو نور نبوت کے فیضان سے روشن کرتے اور دینِ اسلام کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کرتے۔

ہجرت کے بعد جب مدینہ میں اسلامی مملکت کی داغ بیل ڈالی گئی تو اس وقت حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ نے کہا کہ تم اذان دو اور انہیں اذان کے کلمات سکھائے حضرت بلالؓ کی آواز میں وہ لحن تھا جس میں عشق رسول اللہ ﷺ کا سوز شامل تھا جو لوگوں کو مسحور کر دیتا تھا۔

حضرت بلالؓ کو رسول اللہ ﷺ کے سیکریٹری کا درجہ حاصل تھا۔ سفر ہو یا قیام، دکھ ہو یا سکھ، امن ہو یا جنگ ہر حالت میں آپؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ گھر کے کاموں سے لے کر کئی امور مملکت کو بھی سنبھالتے۔ قرضوں کی فراہمی اور ادائیگی کے انتظامات کرتے۔ مہمانوں کے آرام کا خیال رکھتے اور رسول اللہ ﷺ کو نمازوں کے اوقات اور جماعت کی تیاری کی اطلاع دیتے۔ آپؓ حضور ﷺ کے خزانچی بھی تھے۔ آپؓ کے پاس ہر وقت رقم موجود رہتی جو آپؓ رسول خدا کے حکم کے مطابق ضرورت مندوں میں تقسیم کرتے۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ اپنے مواخاتی بھائی حضرت ابو رویحہؓ کے ساتھ شام میں

> ## حضرت بلالؓ کی عظمت
>
> بارگاہِ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ
> کرچکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
> جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
> جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
> ہوں غلام ابن غلام اور ہوں حبشی زادہ
> یہ بھی سن لو کہ میرے پاس نہیں دولت و زر
> گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
> جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر
> عہد فاروقی میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات
> یہ کہا حضرت فاروقؓ نے بادیدہ تر
> اٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا
> اٹھ گیا آج نقیبِ حشم پیغمبر
>
> (شبلی نعمانیؒ)

مستقل رہائش پذیر ہوگئے اور وہیں کے ایک گاؤں "خولان" میں سکونت اختیار کر لی۔

ایک رات حضرت بلالؓ نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا "بلالؓ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے آؤ" اس خواب نے آتش فراق کو شدت سے بھڑکا دیا اور آپؓ بے تابانہ مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو فراق حبیب ﷺ میں اس درد سے روئے کہ فضا میں گداز پیدا ہوگیا اور دیکھنے والوں کی آنکھیں بھی اشک بار ہوگئیں اس موقع پر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ بھی موجود تھے۔

حضرت بلالؓ رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشوں کو سینے سے لگا کر بار بار ان کا سر اور منہ چومتے۔

رسول اللہ ﷺ کے معصوم نواسوں نے خواہش ظاہر کی کہ "بابا بلالؓ کل فجر کی اذان روضہ رسول ﷺ پر آپؓ دیں"۔

حضرت بلالؓ ان کی خواہش کو کیسے ٹال سکتے تھے فجر ہوئی تو روضہ رسول ﷺ کے قریب اذان دینے کھڑے ہوگئے۔ جونہی آپؓ نے اذان دینی شروع کی۔ مدینہ منورہ کی پوری فضا حشر ساماں ہوگئی۔ رسول اکرم ﷺ کا عہد مبارک لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہوگیا۔ بوڑھے، جوان، مرد، خواتین حتیٰ کہ بچے بھی بے تاب ہو کر گھروں سے باہر نکل آئے روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہادی برحق ﷺ نے آج ہی وصال فرمایا ہے پھر حضرت بلالؓ شدت غم سے بے ہوش ہوگئے۔

حضرت بلالؓ ایمان کو تمام اعمال صالحہ کی بنیاد سمجھتے تھے آپؓ اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے مشن میں منتخب افراد کے جو نام بتائے تھے ان میں ایک نام حضرت بلالؓ کا بھی ہے۔

حضرت بلالؓ کی عظیم سعادت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کو "سیدنا بلالؓ" کہہ کر پکارا کرتے تھے اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ آپؓ کو سردار بلالؓ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے بہشت میں بلالؓ کے قدموں کی چاپ سنی ہے۔

حضرت بلالؓ نے جتنی بھی شادیاں کیں ان سے آپؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اسد الغابہ کے مطابق آپؓ نے 20 ھ میں وصال فرمایا اور جب یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپؓ روتے روتے نڈھال ہوگئے اور بار بار فرماتے "آہ...... ہمارا سردار بلالؓ بھی ہمیں داغ جدائی دے گیا"۔

حضرت بلالؓ کا زرّیں قول ہے "سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر صدق دل سے ایمان لے آؤ"۔

بچے کا نام

روحانی ڈائجسٹ کے بہت سے قارئین جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اولاد کی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ نومولود بیٹی یا بیٹے کا نام تجویز کرنے کے لئے روحانی ڈاک کی معرفت خط لکھتے ہیں۔

ایسے تمام قارئین سے جو بچہ کا نام تجویز کروانا چاہتے ہیں گذارش ہے کہ اس ضمن میں اپنے خط میں ازراہِ کرم مندرجہ ذیل معلومات بھی فراہم کریں۔

بچہ کی والدہ کا نام.....

بچہ کے والد کا نام.....

تاریخ پیدائش.....

صنف لڑکا/لڑکی.....

دوسرے بہن بھائیوں کے نام.....

اس بچہ کے لئے والدین کے پسندیدہ نام (اگر کوئی ہوں).....

خط لکھنے کا پتہ:

روحانی ڈاک معرفت روحانی ڈائجسٹ

1-D,1/7 ناظم آباد، کراچی 74600

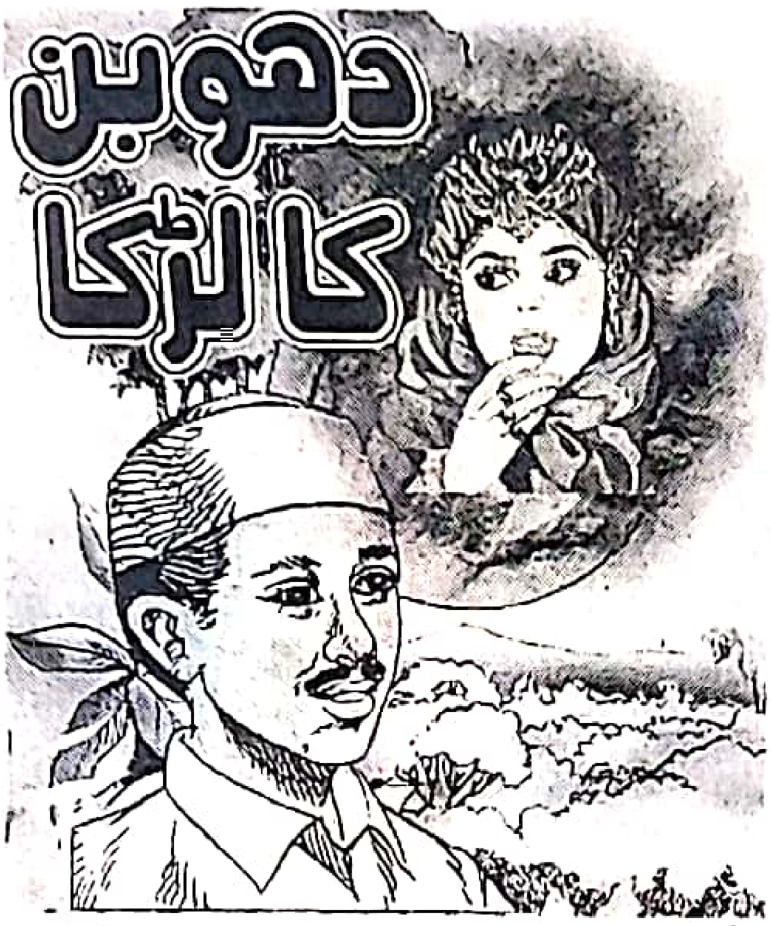

عشق کا ایک بے مثال قصہ جس میں محبت نے محبوب سے کسی صلے کی تمنا کیے بغیر اُس پر جاں نثار کردی

ممتاز علی میمن

محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو سماع کا بے حد شوق تھا اور سماع سے اُن کے جذب اور عشق میں تحریک ہوتی تھی۔ ایک بار حضرت محبوب الٰہیؒ نے بحالت جذب فرمایا کہ "دھوبن کا لڑکا بازی لے گیا"۔

امیر خسروؒ بھی وہاں موجود تھے مصاحبین نے امیر خسروؒ سے کہا "آپ مرشد کریم سے معلوم کریں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟"

امیر خسروؒ مزاج آشنائے خواجہ تھے جواب دیا "اس وقت مرشد حالت جذب میں ہیں اس لئے میں ان سے بعد میں بات کروں گا"۔

دوستوں نے پوچھا " ہم کب تک اس کی امید رکھیں؟"

امیر خسروؒ نے جواب دیا "دو چار دن میں۔ اس وقت تک آپؒ کی طبیعت معمول پر آجائے گی پھر میں ان سے بات کرلوں گا"۔

امیر خسروؒ نے تیسرے دن اپنے پیرو مرشد کو ہشاش بشاش پایا وہ بہت خوش تھے۔ امیر خسروؒ نے موقع غنیمت دیکھ کر پوچھا "حضرت آپ سے کچھ پوچھنا ہے؟"

آپؒ نے اجازت دے دی۔ "خسروؒ پوچھو کیا پوچھنا ہے؟"

امیر خسروؒ نے عرض کیا آپ نے کچھ دن پہلے حالت وجد کے دوران فرمایا تھا کہ "دھوبن کا بیٹا بازی لے گیا۔ دھوبن کا بیٹا کس طرح بازی لے گیا؟ تمام دوست اس کی تفصیل جاننے کے لئے بے چین ہیں"۔

حضرت محبوب الٰہیؒ نے امیر خسروؒ کو سمجھایا۔ "اس واقعے میں ایک ایسے عاشق کی داستان پنہاں ہے جو زبردست مثال ہے اور عارفان عشق و محبت کے لئے اس میں عبرت اور رشک کا سبق پایا جاتا ہے سنو اور اس جیسا بننے کی کوشش کرو"۔

حضرت امیر خسروؒ اپنے مرشد کے شیدائی تھے پوری محویت اور انہماک سے اُن کی باتیں سن رہے تھے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ فرما رہے تھے۔ "وہ شاہی دھوبن تھی محل سے کپڑے آتے تھے اور پورا کنبہ ان کی دُھلائی اور صفائی میں مشغول ہو جاتا تھا دھوبن کا لڑکا بھی انہی میں شامل تھا لڑکے نے شہزادی کے کپڑے کو اپنے لئے پسند کرلیا تھا وہ ان کپڑوں کو دیکھتا اُن کی بُو سونگھتا اور شہزادی کے لئے اپنے دل میں ایک کسک سی محسوس کرتا فارغ اوقات میں وہ شہزادی کے خیالی وجود سے باتیں کرتا رہتا اُن باتوں کو جب زیادہ وقت گذر گیا تو اس کی محبت میں شدت بھی زیادہ پیدا ہوگئی پھر گھر والے بھی اس راز سے آگاہ ہوگئے۔ اُس کے والدین کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر یہ بات کسی طرح مشہور ہو کر محل کے اندر پہنچ گئی تو بادشاہ کا عتاب اور جلال اُس کے خاندان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔

دھوبی نے بیوی کو سمجھایا "نیک بخت اس کو سمجھا کہ یہ پاگل پن چھوڑ دے"۔

دھوبن نے جواب دیا "میں سمجھاؤں گی ضرور لیکن مجھے یقین نہیں کہ اُس پر میری نصیحتوں کا اثر ہوگا"۔

دھوبی نے کہا" تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنا

پاگل پن چھوڑے گا نہیں اور ہم سب بلاوجہ مارے جائیں گے"۔

دھوبن کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ وہ کیا تدبیر کرے جس سے اُس کا لڑکا اپنے اس لاحاصل عشق سے باز آجائے۔ کافی غور و فکر کے بعد دھوبن کے ذہن میں ایک تدبیر آگئی۔ کچھ دن بعد دھوبن اپنے بیٹے کے پاس سوگوار گئی اور بیٹے سے پوچھا "تو کیا کر رہا ہے ؟"

بیٹے نے جواب دیا ! " شہزادی کے کپڑے تہہ کر رہا ہوں"

دھوبن آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگی "افسوس کہ اب تو یہ کام نہیں کر سکے گا!"

لڑکے نے پوچھا "کیوں ؟"

دھوبن نے جواب دیا" وہ آشیانہ ہی نہ رہا جس پر تجھے ناز تھا"۔

لڑکے نے سارے کپڑے ایک طرف رکھ دیئے اور پوچھا "ماں! بات کیا ہے ؟ ذرا صاف صاف بتائیں"۔

دھوبن نے کہا " آج میں محل میں گئی تھی وہاں کہرام برپا تھا محل کے درودیوار آنسو بہا رہے تھے"۔

لڑکے کا دل ڈوبنے لگا " ماں ! مجھے صاف صاف بتائیں کہ معاملہ کیا ہے ؟"

دھوبن نے جواب دیا " محل کی کنیزیں بتا رہی تھیں کہ شہزادی کے پیٹ میں اچانک درد اُٹھا اس درد میں وہ رات بھر تڑپتی رہی۔ طبیبوں نے رات بھر علاج کیا اور آخر صبح کو شہزادی چل بسی اور پورے محل کو روتا چھوڑ گئی"۔

بیٹے نے پوچھا: "کیا یہ خبر سچ ہے ؟"

دھوبن نے جواب دیا۔ "کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں زندہ شہزادی کو خواہ مخواہ مار سکتی ہوں"۔

بیٹے نے حسرت سے کہا "ماں! یہ تو نے کیسی خبر سنائی افسوس کہ میں بے خبر رہا"۔

ماں نے اُسے تسلی دی "ہاں بیٹے! موت پر کس کو اختیار ہے اور کسی کو بھی کچھ پتا نہیں کہ اس کی موت کب اور کہاں واقع ہو جائے"۔

لڑکے نے سرد آہ بھری "درست ...... بجا...... موت کا کوئی بھروسا نہیں کہ کب اور کہاں آجائے"۔

ماں نے محسوس کیا کہ بیٹے کی حالت ٹھیک نہیں ہے وہ سرد پڑتا جا رہا تھا۔ سرد اور زرد......

لڑکے نے شہزادی کے کپڑوں کو بوسہ دیا۔ "تو اب میں بے کار ہو گیا...... میرا کام مجھ سے چھن گیا اور جب کرنے کو کام ہی نہ رہے تو زندگی بے کار ہے"۔

ماں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا" یہ تو کیا کہہ رہا ہے ؟"

ماں نے اس کا ہاتھ برف کی طرح سرد محسوس کیا " یہ تیرے ہاتھ اتنے ٹھنڈے کیوں ہیں ؟"

بیٹے نے کوئی جواب نہ دیا اور گرتا چلا گیا۔ ماں نے اس کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر لڑکا زمین پر گر گیا۔

ماں نے شور مچایا "لوگو! دوڑنا دیکھنا میرے بیٹے کو کیا ہو گیا"۔

برادری والے بھی آگئے اور دھوبی بھی آگیا اور فرش پر دراز بیٹے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا " اس کو کیا ہو گیا ؟"

دھوبن نے کہا "یہی جاننے کے لئے تو میں نے تم سب کو آواز دی ہے"۔

برادری والوں نے لڑکے کی نبضیں ٹٹولیں اور انہیں نہ پا کر اعلان کر دیا کہ " یہ تو مر گیا یہ زندہ ہی کب ہے ؟"

باپ نے بڑے قلق آمیز لہجے میں کہا "اپنی زبان سنبھالو کیسی بری بات نکال رہے ہو۔ تم لوگ جانتے بھی ہو کہ کیا کہہ رہے ہو"۔

ایک بزرگ نے جواب دیا " بھائی! ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ تیرا لڑکا مر گیا ہے جس سے چاہے تصدیق کرالے"۔

اب تو پوری برادری میں کہرام برپا ہو گیا۔

دھوبی نے دھوبن سے پوچھا لیکن یہ اچانک کس طرح ہو گیا۔ دھوبن نے پورا واقعہ سنا دیا۔ دھوبی نے

دھوبن کی پٹائی کر دی۔ "تو نے اپنے بیٹے کو یوں ٹھکانے لگا دیا"۔

دھوبن نے رو رو کر اپنی صفائی پیش کی "میرا تو یہ خیال تھا کہ اس طرح مایوس ہو کر وہ شہزادی کا پیچھا چھوڑ دے گا"۔

دھوبی نے روتے ہوئے کہا "کیا خوب پیچھا چھڑ لیا تو نے! کیا تجھ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ عشق کی جو آگ دل میں روشن ہوئی تھی وہ اس طرح نہیں بجھتی"۔

دھوبن روتی جاتی اور کہتی جاتی۔ "اب تم جو چاہو کہو مجھ کو مارو قتل کر دو کیونکہ اپنے بیٹے کو خود میں نے مار دیا میں اس کی قاتل ہوں"۔

دھوبی نے کہا "اب میں تجھ کو کیا ماروں گا تُو تو خود ہی جیتے جی مر گئی"۔

دھوبن محل کے جب کپڑے لے کر اندر گئی تو شہزادی کے کپڑے اس کے حوالے کئے۔

شہزادی نے اُن پر ایک نظر ڈالتے ہی اعتراض کر دیا "اس بار میرے کپڑے کس نے دھوئے ہیں؟"

دھوبن نے جواب دیا "اُسی نے جو ہر مرتبہ دھوتا ہے"۔

شہزادی نے کہا "جھوٹ بالکل جھوٹ یہ میں نہیں مانوں گی"۔

دھوبن نے حیرت سے پوچھا "وہ کیوں؟ اس میں ایسا کیا فرق نظر آیا آپ کو"۔

شہزادی نے جواب دیا "کپڑوں کی دھلائی اور ان کے بناؤ سنوار میں جو بات پائی جاتی تھی اس بار نہیں ہے"۔

دھوبن خاموش ہوگئی۔ شہزادی نے پوچھا "دھوبن! تو خاموش کیوں ہوگئی؟ جواب کیوں نہیں دیتی؟"

شہزادی نے اصرار کیا "کیا بات ہے؟ تو خاموش کیوں ہو گئی میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دے رہی؟"

دھوبن نے ڈرتے ڈرتے کہا "شہزادی صاحبہ! میں کیا عرض کروں مجھ کو ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی طوفان نہ اٹھ کھڑا ہو"۔

شہزادی نے پوچھا "کیسا طوفان؟ اور یہ تُو رو کیوں رہی ہے؟"

دھوبن نے ایک سرد آہ بھری "رونا تو میرا مقدر ہے اب میں یوں ہی زندگی بھر روتی رہوں گی"۔

شہزادی کو اس پر غصہ بھی آرہا تھا اور افسوس بھی ہو رہا تھا "دیکھ دھوبن تو سچ سچ بتا دے بات کیا ہے؟"

دھوبن نے کہا "شہزادی صاحبہ! آپ پہلے مجھے یہ یقین دلا دیں کہ میں آپ کو جو کچھ بتاؤں گی آپ اپنے تک ہی رکھیں گی چرچا نہیں کریں گی اور مجھ کو معاف کر دیں گی"۔

شہزادی نے وعدہ کیا اور دھوبن نے ہیر پھیر سے بتانا شروع کر دیا۔ "شہزادی صاحبہ! میری سمجھ میں تو ابھی تک یہ نہیں آیا کہ وہ آپ کو دیکھے بغیر آپ پر عاشق کس طرح ہو گیا؟"

شہزادی خاموش رہی اور دھوبن بولتی رہی۔ آپ کے کپڑے وہ خود دھوتا اور ان کپڑوں کی دھلائی اور بنانے سنوارنے میں آپ کو جو سلیقہ نظر آتا تھا اس میں بھی آپ کا عشق کار فرما تھا ہم سب جب اس راز سے واقف ہوئے تو اسے سمجھانے لگے مگر وہ نہیں مانا۔

پھر شہزادی سے پوچھا آپ ہی بتائیں کہ یہ بری بات تھی یا نہیں؟

شہزادی نے کہا "بات کو طول نہ دے مختصر کر"

دھوبن نے کہا "جب ہمارا سمجھانا کام نہ آیا تو میں نے مکر اور جھوٹ کا سہارا لیا"۔

شہزادی کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی وہ سب کچھ ایک آن میں سن لینا چاہتی تھی بیزاری سے کہنے لگی "دھوبن! تو باتوں کو خواہ مخواہ طول کیوں دیتی ہے؟"

دھوبن نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا "اور پھر میں نے رو رو کر یہ منحوس خبر سنائی، جھوٹی خبر کہ شہزادی کا انتقال ہو گیا ہے اور اب تُو شہزادی کے کپڑے نہیں دھو سکے گا۔

شہزادی نے پوچھا "پھر؟ پھر کیا ہوا؟"

دھوبن نے جواب دیا" پھر وہ مایوس ہو کر کہنے لگا کہ...... میں کیا کروں گا زندہ رہ کر، کیوں کہ کرنے کے لئے کوئی کام ہی نہیں رہ گیا......وہ گرا اور مر گیا اتنا کچھ بتا کے دھوبن زارو قطار رونے لگی۔

شہزادی کو اس خبر سے بڑی تکلیف پہنچی اس نے آہستہ سے کہا" اتنا کچھ ہو گیا اور مجھ کو خبر تک نہ ہوئی"۔

دھوبن مسلسل روئے جارہی تھی "اگر میں یہ جانتی کہ میرے جھوٹ کا یہ اثر ہوگا تو میں کچھ بھی کرتی مگر جھوٹ نہ بولتی"۔

شہزادی نے کہا" تجھ کو اس جھوٹ کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ اس سے تم لوگوں کو کیا تکلیف پہنچ رہی تھی ؟"

دھوبن نے کہا" شہزادی صاحبہ ہمیں خوف تھا کہ یہ خبر آپ کے والد بادشاہ سلامت تک پہنچ گئی تو ہم سب ہلاک کر دیئے جائیں گے"۔

شہزادی نے کہا" تم تو یہ کہتی ہو کہ وہ خاموش رہتا تھا اور کسی سے بات چیت بھی نہیں کرتا تھا پھر یہ بات محل تک کس طرح آجاتی ؟"

دھوبن نے جواب دیا" شہزادی صاحبہ ! آپ میری برادری کو نہیں جانتیں ! اس میں کون ہمارا دوست کون ہمارا دشمن ہمیں نہیں معلوم لیکن کسی ایک کا حسد یا دشمنی ہمیں موت کے منہ تک پہنچا سکتی تھی"۔

شہزادی کو لڑکے کی موت کا بڑا دکھ تھا وہ دیر تک افسوس کرتی رہی۔ شہزادی نے پوچھا" اس کو تم لوگوں نے دفن کہاں کیا ہے اس کی قبر تک مجھے لے کر جا سکتی ہو ؟"

دھوبن کو بڑی حیرت ہوئی" وہاں آپ جائیں گی۔ قبرستان پر جائیں گی"۔ دھوبن کو خوف ہوا کہیں وہ شہزادی کو محل کے باہر لے جانے کے جرم میں قتل نہ کر دی جائے۔

شہزادی نے کہا" میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کی قبر پر ضرور جاؤں گی"۔

دھوبن نے کہا" کب اور کس طرح ؟"

شہزادی نے جواب دیا" کل میں کنیز کے لباس میں محل کے عقبی دروازے سے باہر آجاؤں گی وہاں تم مجھ کو مل جانا"۔

دھوبن پر بادشاہ کی دہشت طاری تھی وہ اس کام کے لئے تیار نہ تھی جب دھوبن کو یہ دھمکی دی گئی کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو یہ باتیں بادشاہ تک پہنچا دی جائیں گی تو وہ تیار ہو گئی۔

دوسرے دن حسب وعدہ شہزادی کنیز کے لباس میں محل کے عقبی دروازہ سے باہر نکلی۔ وہاں دھوبن اس کی منتظر تھی۔ وہ دونوں لڑکے کی قبر پر گئیں۔ شہزادی قبر کو دیکھتے ہی رونے لگی۔ دھوبن بھی روتی جاتی اور شہزادی سے پوچھتی جاتی تھی" آخر آپ کیوں رو رہی ہیں ؟"

شہزادی نے جواب دیا" میں یہ سوچ سوچ کر رو رہی ہوں کہ آج بھی ایسے درد مند دل موجود ہیں جو اندر ہی اندر جل اُٹھتے ہیں۔ عشق کرنے والے خاموش عاشق۔ اس کا کتنا بڑا ظرف تھا بے لوث بے غرض نہ کوئی مطالبہ نہ کوئی گلہ"۔

دھوبن حیران تھی کہ اس کے بیٹے کے عشق کی تعریفیں ہو رہی ہیں کچھ دیر بعد دھوبن نے کہا" شہزادی صاحبہ ؟ اب آپ چلیں"

شہزادی نے پوچھا" کہاں ؟ کہاں چلیں ؟"

دھوبن نے جواب دیا" محل وہاں آپ کو نہ پا کر ایک قیامت اُٹھ کھڑی ہو گی"۔

شہزادی وہاں بیٹھ گئی اور کہنے لگی" مجھ میں تو چلنے کی سکت بھی نہیں رہی مجھ سے تو چلا بھی نہیں جائے گا"۔

دھوبن پریشان ہونے لگی" شہزادی صاحبہ ! آپ کیا کہہ رہی ہیں آپ کو واپس اپنے محل چلنا ہے"۔

اب شہزادی سے بیٹھا بھی نہیں جارہا تھا اس کا دل ڈوب رہا تھا۔" دھوبن یہ مجھ کو کیا ہو رہا ہے مجھ سے بیٹھا بھی نہیں جارہا میرا دل ڈوب رہا ہے"۔ دھوبن نے اس کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر وہ گر گئی اس کی حرکت قلب

بند ہو گئی اور وہ بھی خاموشی سے چل بسی۔
دھوبن نے بھاگنا چاہا لیکن شاہی ہر کاروں نے اُسے گرفتار کر لیا جو خاموشی سے شہزادی اور دھوبن کا تعاقب کرتے چلے آئے تھے۔
بادشاہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا بادشاہ نے تخلیے میں یہ روداد سنی اور دونوں کے حال پر افسوس کرنے لگا اس نے دھوبن سے کہا "تجھے شہزادی کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا تھا"۔
دھوبن نے عرض کیا "میں موت کے خوف سے شہزادی کو اپنے ساتھ لے گئی تھی"۔
بادشاہ نے پوچھا "اب تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ کیا تُو موت سے بچ جائے گی"۔
دھوبن نے جواب دیا "اب میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر موت پیچھا کرلے یا کر رہی ہو تو انسان اس سے بچ نہیں سکتا اب میں موت سے نہیں ڈرتی"۔
بادشاہ نے کہا "اگر تو موت سے نہیں ڈرتی تو موت بھی تجھ سے دور دور رہے گی۔ جاؤ میں نے تجھے معاف کیا لیکن دیکھ اس کا چرچا مت کرنا اس طرح رہنا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو"۔
دھوبن کو اپنی جاں بخشی پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اُس نے پوچھا "کیا میں جاؤں؟"
بادشاہ نے کہا۔ "ہاں تو جا"۔ دھوبن اپنے گھر چلی گئی۔ یہ واقعہ خوب مشہور ہوا مگر بادشاہ کی موت کے بعد......

حضرت محبوب الٰہیؒ نے یہ قصہ سنانے کے بعد فرمایا "ہم میں کون اتنا بڑا عاشق ہے؟ کسی شے اور کسی صلے کی تمنا کیے بغیر عشق کرنا بہت دشوار امر ہے۔
عشق تو ایک کشش ہے مقناطیس کی کشش کے دائرے میں جب لوہا آجاتا ہے تو لوہے کی اپنی طاقت اور قوت مغلوب ہو جاتی ہے اور مقناطیس کی کشش لوہے کو اپنی ذات سے قریب کر لیتی ہے۔ مقناطیس سے قریب ہونے کے لئے پہلے لوہا بننا ضروری ہے یعنی مقناطیس کی کشش کے آگے لوہا اپنے آپ کو قطعی طور پر بے بس بنا لیتا ہے۔ اپنے اندر کی تمام قوت کی نفی کر کے مقناطیس کی کشش قبول کر لیتا ہے تو وہ مقناطیس سے مل جاتا ہے۔ قانون قدرت یہ ہے کہ کوئلہ جب آگ میں ڈالا جاتا ہے تو آگ کی گرمی کو اس حد تک جذب کر لیتا ہے کہ خود آگ بن جاتا ہے"۔
اس کے بعد ایسا لگا کہ محبوبِ الٰہی عشقِ حقیقی میں جذب ہو گئے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا "پس اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بھی خود اپنی ذات کی نفی کرنا لازم ہے۔ مقناطیس کی قربت لوہے کو بھی مقناطیس بنا دیتی ہے۔ اللہ کے بندے جب اللہ کی محبت میں اس سے قریب ہو جاتے ہیں تو ان کے ہر قول اور ہر فعل میں اللہ کی ضمانت اور مخلوق کی شہادت شامل ہو جاتی ہے"۔
محبوب الٰہیؒ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ آپؒ کی آنکھیں نیم وا تھیں۔ چند لمحوں بعد آپؒ نے نگاہیں اٹھائیں اور فرمایا "پتہ نہیں عشق کو غم اور دل کی لگن کو سوز کیوں کہا گیا ہے۔ اگر عشق واقعی آگ ہے تو پھر وہ عشق نہیں ہے۔ عشق میں تو انگ انگ زعفران زار بن جاتا ہے۔ دل میں گداز داخل ہو جائے تو آدمی کے اوپر عالمین کی تخلیق کے اسرار کھل جاتے ہیں۔ عشق تو اللہ کی صفت ہے۔ اللہ نور ہے۔ اللہ کی ہر صفت نور ہے۔ اللہ جب نار نہیں ہے تو عشق کیسے نار بن سکتا ہے۔ جو آدمی عشق کو نار اور سینے کی جلن سمجھتا ہے دراصل اس کا دل عشق کے نور سے خالی ہے کیونکہ نور و نار ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ جس دل میں عشقِ الٰہی کے انوار ذخیرہ ہو جاتے ہیں وہ دل تجلی کا ایک نقطہ بن جاتا ہے۔ عشقِ الٰہی کا نور قلب میں جذب ہو کر قلب کی آنکھ بن جاتا ہے۔ قلب کی آنکھ اللہ کے نور سے غیب کے عالمین کو دیکھتی ہے اور اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر غم نہیں بلکہ سچی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جو عشق سینے میں رقابت کی آگ بھڑکائے اور دلوں میں حسد پیدا کرے اس کو بوالہوسی کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا"۔

انتخاب

کوثر معین رضوان

قناعت پسندی اختیار کیجئے

ایک صاحب نے اپنی زندگی کا آغاز معمولی ملازمت سے کیا تھا اور اب ان کا کاروبار کافی بڑا ہو چکا ہے۔ ان صاحب نے ایک ملاقات میں کہا "جب میں دو سو روپیہ کا ملازم تھا تو میں اپنے آپ کو سو روپیہ کا ملازم سمجھتا تھا، اب جب کہ مجھے کاروبار سے دو کروڑ روپے ملتے ہیں تب بھی میں اپنے آپ کو صرف ایک کروڑ روپیہ کا آدمی سمجھتا ہوں"۔ یہ وہی چیز ہے جسے مذہب کی اصطلاح میں "قناعت" کہتے ہیں۔

یہ بات جو ایک آدمی نے سادہ طور پر کہی، یہی زندگی کی کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔ اکثر حالات میں آدمی صرف اس لئے ناکام رہتا ہے کہ وہ اپنے بارے میں زیادہ بڑا اندازہ لگاتا ہے اور اپنی حقیقی استعداد سے زیادہ بڑا اقدام کرتا ہے کم پر قناعت نہ کرتے ہوئے زیادہ کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔ اگر کوئی آدمی مذکورہ تاجر کے اصول پر قائم رہے تو وہ کبھی ناکامی سے دوچار نہیں ہو سکتا۔ یعنی جو آدمی زیادہ خرچ کی استطاعت رکھتے ہوئے کم خرچ کرے وہ کبھی اقتصادی بحران کا شکار نہیں ہوگا۔ جو آدمی دوڑنے کی طاقت رکھتے ہوئے آہستہ چلے اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش نہیں آسکتا کہ وہ راستے میں تھک کر بیٹھ جائے۔ جو بڑے کام کے قابل ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو چھوٹے کام میں لگادے وہ کبھی اپنی کوششوں کو رائیگاں کرنے والا ثابت نہیں ہوگا۔ جس کے لئے شہرت کا میدان کھلا ہو مگر وہ اپنے آپ کو گم نامی کے میدان میں کام کرنے پر راضی کرلے تو وہ کبھی اس حال میں دنیا سے نہیں جاسکتا کہ اس نے اپنے پیچھے اپنا شاندار مقبرہ تو چھوڑا ہو مگر اس کے عمل کے شاندار نتائج کا کہیں پتہ نہ ہو۔

ایک شخص کا قول ہے "دُور کے بڑے فائدے کی خاطر قریب کے چھوٹے فائدہ کو قربان کیا جاسکتا ہے"۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ترقی کا بہت اہم اصول ہے مگر اس اصول کو وہی لوگ برت سکتے ہیں جو دُور تک سوچ کر اقدام کرنا جانیں نہ کہ فوری طور پر بھڑک کر اٹھ کھڑے ہوں۔

Scanned with CamScanner

بابا فریدؒ کی کرامت

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے مزار پر ہزاروں عقیدت مند آتے رہتے ہیں اور اپنے عقیدت کے پھول نچھاور کرتے رہتے ہیں اور اس طرح اللہ کے دوستوں کے ذریعے اللہ سے اپنے من کی مرادیں پاتے ہیں۔ اسی طرح ایک عورت جو بے اولاد تھی آپ کی عقیدت مند بن کر آپؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئی اور التجا کی کہ آپؒ اللہ کے دوست ہیں میرے لیے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ میری یہ دعا قبول ہوگئی تو میں آپؒ کے مزار پر چادر چڑھاؤں گی اور صدقہ خیرات بھی کروں گی۔ یہ عورت دعا مانگ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئی۔

کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے من کی مراد پوری کی وہ صاحبِ اولاد ہوگئی اس کے یہاں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی۔ اب وہ اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانے کے جملے ادا کرتی رہتی تھی۔ جب لڑکا پانچ سال کا ہوا تو اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے اپنے اہل خانہ اور کچھ عقیدت مندوں کے ساتھ حضرت گنج شکرؒ کے مزار مبارک کی طرف روانہ ہوئی۔ مزار شریف پر پہنچ کر اس نے پھولوں کی چادر چڑھائی اور عقیدت کے پھول نچھاور کرنے لگی۔ اسی اثنا میں اس کا بچہ چلتا ہوا کسی قبر پر چلا گیا اور اس نے وہاں پیشاب کردیا۔ کچھ ہی لمحے بعد بچہ بے ہوش ہوکر گر گیا۔ ماں نے جب اپنے بچے کو گرتے ہوئے دیکھا تو دوڑتی ہوئی آئی بچے کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا دیکھا تو بچہ بے ہوش ہوچکا تھا وہ تڑپ کر رہ گئی اور چیخنے چلانے لگی۔ بچے کو لے کر آپؒ کے مزار مبارک کی طرف دوڑتی ہوئی مزار میں داخل ہوگئی اس وقت عرس کا زمانہ تھا آپؒ کا عرس شریف منایا جارہا تھا لوگ کافی تعداد میں جمع ہوگئے اور متعجب ہوکر اس عورت کو دیکھنے لگے۔ اس نے اپنے بچے کو آپؒ کے مزار کے پیروں کی طرف لٹایا اور التجا کرنے لگی کہ اسی جگہ سے اللہ نے آپ کی دعا کے ذریعے مجھے اولاد سے نوازا اور اسی جگہ میری

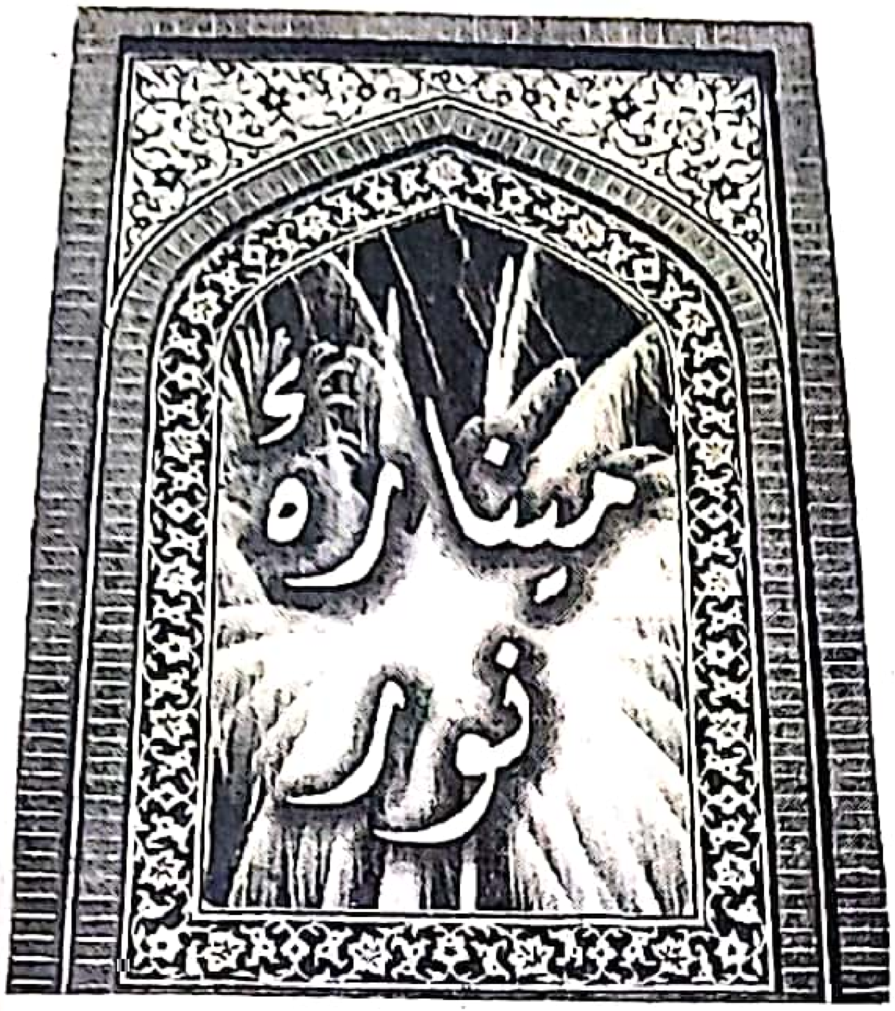

اولاد مجھ سے جدا ہورہی ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکوں گی اور اپنی جان بھی دے دوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ دیوانہ وار مزار کے آس پاس چکر لگانے لگی اور دوڑتے دوڑتے تھک کر گر گئی اور بے ہوش ہوگئی۔ کچھ دیر بعد بچے کو ہوش آگیا بچے نے رونا شروع کردیا بچے کے رونے کی آواز سن کر وہ عورت بھی ہوش میں آگئی اور دوڑ کر اپنے بچے سے لپٹ کر خوشی سے رونے لگی اور دیوانہ وار آپؒ کی بارگاہ میں شکرانے کے جملے ادا کرتی اور اپنے بچے کو بار بار چومتی۔ اس نے اسی وقت اپنا سارا زیور اتار کر آپؒ کی نظر کرتے ہوئے غربا میں تقسیم کردیا۔ کچھ دیر بعد لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہوا بچے کے ہوش میں آتے ہی آپ بھی ہوش میں آگئیں۔ عورت نے بتایا جس وقت میں بے ہوش ہوکر گری دیکھا کہ اللہ کے دوستوں کی محفل لگی ہوئی ہے۔ سب بزرگ ہستیاں بیٹھی ہیں درمیان میں آپؒ بیٹھے ہیں۔ آپؒ نے اشارے سے اپنے ایک ساتھی کو اپنے پاس بلایا اور ان سے سرگوشی میں کچھ کہا۔ وہ حضرت چلے گئے اور چند لمحوں بعد ایک صاحب کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس آگئے آنے والے صاحب بھی کوئی بزرگ ہستی معلوم ہوتے تھے۔ آتے ہی

Scanned with CamScanner

وہ آپؒ کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ آپؒ نے ان سے فرمایا کیا وجہ تھی جو آپ نے اس عورت کے معصوم بچے کو سزا دی۔ ان صاحب نے فرمایا اس بچے نے میری قبر پر پیشاب کر دیا تھا جس کی وجہ سے میں نے اس کو یہ سزا دی۔ آپؒ نے فرمایا اللہ کے نیک بندوں کا بہترین عمل یہی ہے کہ وہ اللہ کے بندوں سے محبت سے پیش آئیں ان کی غلطیوں کو درگزر کریں اللہ کو یہ عمل بہت پسند ہے۔ اور میرے پاس تو ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ اگر آپ میں اتنا غصہ ہے تو آپ کعبہ چلے جائیں۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا تو کیوں روتی ہے جا تیرا بچہ ٹھیک ہے۔ آپؒ کا اتنا فرمانا تھا کہ میرے کان میں میرے بیٹے کے رونے کی آواز آئی اور میں ہوش میں آگئی اور اپنے بیٹے کو صحیح سلامت پایا۔

(مرسلہ: محمد سلیم خان۔ ماڈل کالونی، کراچی)

دیوار گر رہی ہے

حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علیؓ ایک دیوار کے سائے میں کسی مقدمہ کا فیصلہ فرمانے کے لئے بیٹھ گئے۔ مقدمہ کی کارروائی کے دوران لوگوں نے شور مچایا کہ "امیر المومنینؓ یہاں سے اُٹھ جایئے، دیوار گرنے والی ہے" آپؓ نے نہایت سکون و اطمینان سے فرمایا "مقدمہ کی کارروائی جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ بہترین حافظ و ناصر اور نگہبان ہے"۔

جب آپؓ اس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر وہاں سے اٹھ کر چلے تو وہ دیوار فوراً گر گئی۔

(مرسلہ: امین الحق۔ کراچی)

قید خانہ

ایک صاحب جو عابد و زاہد مشہور تھے بیمار ہوگئے بیماری کے ایام میں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی موت واقع ہوگئی اور اُن کی روح کو فرشتے آسمان پر لے گئے۔ غیب سے ندا آئی اے فلاں......! ہمارے واسطے دنیا سے کیا لایا ہے۔ عرض کیا الٰہی! دنیا قید خانہ ہے قید خانہ سے قیدی کچھ کھو کر آتا ہے لے کر نہیں آتا۔

حکم ہوا کہ تمہاری ایک عبادت بھی قبول نہیں اس لئے کہ وہ محض دکھاوے پر مبنی تھی۔ مگر یہ بات قبول ہوگئی جاؤ ہم نے تم کو بخش دیا۔

(مرسلہ: سید مزمل حسین شاہ صابری۔ کراچی)

غیب سے مچھلی آگئی

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تین سو مجاہدینِ اسلام کے لشکر کے سپہ سالار بن کر "سیف البحر" میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں فوج کا راشن ختم ہوگیا یہاں تک کہ چوبیس گھنٹے میں ایک ایک کھجور بطور راشن مجاہدین کو دینے لگے پھر وہ کھجوریں بھی ختم ہوگئیں اور لشکر میں شدید بے چینی پھیل گئی حضرت ابو عبیدہؓ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ یکایک سمندر کی طوفانی موجوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو ساحل پر پھینک دیا مچھلی اس قدر بڑی تھی کہ تین سو مجاہدین کی فوج اٹھارہ دنوں تک اس سے شکم سیر ہو کر کھاتی رہی اور جاتے وقت اس مچھلی کا کچھ حصہ کاٹ کر یہ اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے گئے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے اس مچھلی کو تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا "اس مچھلی کو اللہ نے تمہارا رزق بنا کر بھیجا تھا"۔

(مرسلہ: قرۃ العین۔ راولپنڈی)

آگ نہیں جلا سکی

حضرت ذویب بن کلیبؓ نے سرزمین یمن میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؓ کا نام عبد اللہؓ رکھا۔ یمن میں جب اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو زبردستی اپنا کلمہ پڑھنے پر مجبور کرنے لگا تو حضرت ذویبؓ نے بڑی سختی سے اس کی جھوٹی نبوت کا انکار کر دیا جس کی وجہ سے آپؓ کو اسود عنسی نے تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں اور پھر گرفتار کر کے جلتی ہوئی آگ کے شعلوں میں ڈلوا دیا مگر آگ سے آپؓ کا بدن تو کیا کپڑے بھی نہیں جلے یہاں تک کہ پوری آگ بجھ گئی اور آپؓ سلامت رہے۔ یہ خبر جب مدینہ منورہ

پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت ذویبؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا "یہ شخص حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح آگ کے شعلوں میں جلنے سے محفوظ رہا"۔

(مرسلہ: خرم۔ لاہور)

عارف کامل

دورانِ سفر جب حضرت عبداللہ شطاریؒ مانک پور پہنچے اور شہر کے باہر ایک باغ میں اپنا کیمپ نصب کیا اور حسب معمول اپنے اعلان کو شہر میں گشت کرلیا تو شہر میں چرچا ہوا اور شہرت ہوئی۔ اس وقت حضرت مولانا حسام الدین مانک پوریؒ اپنے دولت خانے پر دو بزرگوں کے ہمراہ رونق افروز تھے۔ ایک حضرت حاجی سید شیر صاحبؒ اور دوسرے حضرت شاہ سید مردؒ آپ نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا کہ شیخ عبداللہ مسافر ہیں اور ہم مقیم۔ مناسب ہوگا اگر ہم ان کی ملاقات کے لئے ان کے پاس چلیں۔ سب کے سب فوراً کھڑے ہوئے اور روانہ ہوگئے۔ حضرت عبداللہ شطاریؒ کو تینوں بزرگوں کی آمد کا حال معلوم ہوا تو فوراً خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ برادرم شیخ حسام الدین کے فقر کی آتش میرے خیمے اور میری بساط کو کہیں جلانہ ڈالے۔ چنانچہ جملہ حضرات ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عبداللہ شطاری نے اپنی رسم کے مطابق فرمایا کہ "توجہ فرمایئے اور کچھ عطا کیجئے، کیونکہ میں طالب ہوں ورنہ جو کچھ کہ مجھے اپنے پیران عظام سے پہنچا ہے حاضر ہے"۔ حضرت مولانا حسام الدین مانک پوریؒ نے کمال استغنا اور فروتنی اور بڑے انکسار سے جواب دیا کہ "میں کوئی ایسی چیز نہیں رکھتا کہ جس کا اظہار آپ کی خدمت میں کروں اور جو کچھ مجھے اپنے پیران عظام سے پہنچا اس کے مطالعہ سے میں ابھی تک فارغ نہیں ہوا جو کسی اور چیز کی آپ سے تمنا کروں"۔

یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ شطاریؒ پر ایک خوش کیفیتی طاری ہوئی اور آپ نے فرمایا "الحمد للہ کہ ہندوستان میں ایک عارف کامل سے ملاقات ہوئی جس کی تمام ہمتیں کونین سے تجاوز کرچکی ہیں"۔

(مرسلہ: امجد علی۔ حیدر آباد)

دریا میں صندوق

ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ ایک دِن ابو علی ترمذیؒ نے مجھے اپنی تصنیف کے چند اجزا دیئے کہ ان کو دریا میں ڈال آؤ۔ جب میں اُنھیں لے کر باہر آیا اور پڑھا تو اُن میں عمدہ اور پُر لطف مضامین تھے۔ مجھے وہ بہت اچھے معلوم ہوئے اور میں نے اپنے گھر میں سنبھال کر رکھ چھوڑے اور واپس آکر کہہ دیا کہ میں اُنھیں دریا کے سپرد کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے وہاں کیا کچھ دیکھا؟ میں نے کہا کچھ نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا تو نے وہ اجزا ہر گز نہیں پھینکے۔ فوراً میرے حکم کی تعمیل کر اور اُنھیں پھینک کر آ۔ اب مجھے ایک تو یہ پریشانی ہوئی کہ آپ اُنھیں دریا میں پھینکنے کا حکم کیوں دے رہے ہیں؟ اور دوسری پریشانی یہ کہ آپ کو کیوں کر معلوم ہوگیا کہ میں نے وہ اجزاء دریا میں نہیں پھینکے مجبوراً میں اِن جزوں کو لے کر دریا کے کنارے پہنچا اور اُنھیں پانی میں ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ پانی پھٹ گیا اور اندر سے ایک کھلے منہ والا صندوق ظاہر ہوا۔ وہ اجزاء اس میں گر گئے اور ڈھکنا پھر اسی مضبوطی سے لگ گیا اور پانی نے پہلے کی طرح چلنا شروع کیا۔ میں واپس ہوا اور تمام ماجرا عرض کردیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اب بلاشبہ یہ کام کردیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ "اے شیخ! آپ کو رب العزت کی قسم اِس واقعہ کا بھید مجھ پر ضرور ظاہر فرمایئے" آپ نے فرمایا۔ میں نے شیوخ طریقت و حقیقت کے علم میں ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کے نکات و حقائق کا سمجھنا عقول کے لئے ناممکن تھا۔ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام نے میری طرف درخواست بھیجی کہ وہ کتاب میرے پاس پہنچادو۔ آپ کے حکم سے ایک مچھلی وہ صندوق لائی تھی اور اللہ کے حکم سے دریا کا پانی وہ صندوق حضرت خضر علیہ السلام تک لے گیا۔

(مرسلہ: نامعلوم)

میرا پیغام ہے!

آپ اپنے کسی دوست، رشتہ دار، معاشرے کے کسی فرد یا روحانی ڈائجسٹ کے کسی مضمون نگار کے نام کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو ہمیں ایک صفحے پر تحریر کرکے ارسال کردیجئے۔ ذاتی نوعیت کے پیغامات کی اشاعت کیلئے جس فرد کو پیغام دیا جارہا ہے اس کا مکمل پتہ بھی ضرور تحریر کریں۔

...... ہمارا پیغام خلوص کے پیکر، مجسم شفقت حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے نام ہے!

ہم آپ کو یورپ و امریکہ میں روحانی مشن کی کامیابی اور عمرہ و دربار نبوی ﷺ پر حاضری پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائیں۔ (آمین)

(طیبہ، فرح۔ راولپنڈی)

...... میرا پیغام اپنی دوست حمیرا حمید کے نام ہے!

پیاری دوست! تمہاری سالگرہ کی تاریخ 24 اپریل مجھے ہمیشہ یاد رہے گی اور ہمارے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے لئے تعلق تھا وہ ہمیشہ قائم رہے گا انشاء اللہ میری دعا ہے خدا تمہیں جہاں رکھے، خوش رکھے۔ (آمین)

(بشریٰ۔ کراچی)

...... میرا پیغام تمام روحانی طلباء کے نام ہے!

آیئے اپنے اندر جھانکتے ہیں اپنے پرچے کے ممتحن خود بنتے ہیں اور جائزہ لیتے ہیں کہ روحانی اسکول میں داخل ہونے کے بعد ہماری "طرز فکر" میں کیا تبدیلی آئی اور وہ تبدیلی ہمارے "طرز عمل" سے کیسے ظاہر ہوئی۔ علم وہی ہے جس پر ہمارا عمل شاہد ہو۔ اگر عمل نہیں تو علم بے سود ہے۔ علم حاصل کرنا تو ذاتی فعل ہے لیکن عمل کرنے سے مخلوقِ خدا مستفید ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے علم، عمل، طرزِ فکر، طرزِ عمل کا پورے ایمان اور دیانتداری سے جائزہ لینا چاہیے۔ مبادا کہیں وقت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اس لئے کہ ہمیں نام کے نہیں کام کے بندے بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ (آمین)

(اقبال احمد ایڈووکیٹ۔ فیصل آباد)

...... میرا پیغام عظیمیہ روحانی لائبریری نیو کراچی کے لائبریرین محمد فرحان خان کے نام ہے!

قابل احترام بھائی! آپ کی برتھ ڈے 22 اپریل ہے۔ آپ کو یہ دن مبارک ہو۔

(شگفتہ اکبر۔ کراچی)

...... میرا پیغام مراقبہ ہال ملتان کے اراکین اور نگراں کنور طارق کے نام ہے!

آپ سب لوگ مجھے بہت یاد آتے ہیں اور آپ سب لوگوں کے ساتھ میں نے جو وقت گزارا وہ میں کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔ آپ سب لوگوں نے مجھے جو محبت اور پیار دیا اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مراقبہ ہال ملتان کو خوب ترقی عطا فرمائے اور سلسلہ عظیمیہ کے مشن کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(محمد وقاص ریاض۔ راولپنڈی)

...... میرا پیغام سالفورڈ یونیورسٹی کی وزیٹنگ پروفیسر سعیدہ خاتون کے نام ہے!

آپ ہمارے شہر سانگھڑ کب تشریف لارہی ہیں۔ یہاں ہم سب بہنیں دو سال سے آپ کا بے چینی سے انتظار کررہی ہیں آپ ہمیں اپنی خدمت کا ایک موقع ضرور دیں آپ کی آمد پر ہم تہہ دل سے مشکور ہوں گے۔

(نورین بیگ۔ سانگھڑ)

...... میرا پیغام حیدر آباد کے بھائی شفیق احمد اور بہن شگفتہ کے نام ہے!

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے آپ کو ایک خوبصورت بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے (ماشاءاللہ) جس کا نام مرشد کریم نے "دانیال" رکھا ہے ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو صحت مند زندگی عطا کرے (آمین) اور خوشی کے اس موقع پر آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(اراکین و نگراں مراقبہ ہال برائے خواتین۔ نواب شاہ)

...... میرا پیغام تمام مسلمانوں کے نام ہے!

نماز جنت کی کنجی ہے نماز مومن کی معراج ہے اس کی قدر کیجئے اس کو خوش اسلوبی اور مقررہ وقت پر ادا کیجئے اور صلوٰۃ میں اللہ سے رابطہ قائم کیجئے۔

(عبدالحفیظ۔ کوٹ ادو)

...... میرا پیغام کوہاٹ میں مقیم اپنی دوست اور کزن سیدہ فوزیہ سحر کے نام ہے!

میری طرف سے آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک باد، اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی کی تمام خوشیاں اور مسرتیں عطا فرمائے۔ (آمین)

(سیدہ اسماء کوثر۔ راولپنڈی)

15

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

﴿ادارہ﴾

عالمِ اسلام کاموجودہ المیہ یہ بھی ہے کہ قرآن کے مفہوم کے بارے میں مسلمان متفق نہیں ہیں۔ ایک ایک آیت کی تاویل میں بے شمار اقوال ہیں اور ان اقوال میں سے اکثر ایک دوسرے سے متضاد ہیں جب کہ مفسّرین کرام کے پاس کوئی ایسی سند نہیں کہ جس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ اُن میں سے کس کا قول حق ہے۔ اس طرز عمل کا یہ نتیجہ نکلا کہ اختلافات کا پودا تناور ، گھنا اور لمبا درخت بن گیا ۔ کل جو درخت ایسا تھا جس کے نیچے بمشکل چند افراد قیام کرسکتے تھے آج اس درخت کے نیچے پوری قوم خوابِ خرگوش میں گُم ہے۔

اَخ"

AKHUN۔اس لفظ کے لغوی معنی بھائی کے ہیں۔اس کے علاوہ ساتھی، دوست، تثنیہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اَخ"اصل میں اَخو" ہے اور ہر وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کا ولادت میں ماں باپ دونوں یااُن میں سے کسی ایک کی طرف سے یارضاعت میں شریک ہو وہ اس کا اخ کہلاتا ہے۔لیکن بطور استعارہ اُس کا استعمال عام ہے اور اس شخص کو جو قبیلہ ،دین ومذہب صنعت وحرفت دوستی یا کسی دیگر معاملہ میں دوسرے کا شریک ہو اُسے اَخ" کہاجاتا ہے۔اس کی جمع اِخوۃ اور اِخوان ہے۔

قرآن میں یہ لفظ اَخا ، اخانا ، اخاہ ، اَخاھم ، اخوت ، اخوہ ، اخوھم ، اخی ، اخیت ، اخیہ ، اخونکم ، اخوان ، اخوانا ، اخوانکم ، اخواننا ، اخوانھم ، اخوانھن ، اخوۃ ، اخوتک ، اخونی...... کی مختلف ہم معنی اشکال میں کل 82 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

ارشادِباری تعالیٰ ہے :

ترجمہ :اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھواور آپس میں تفرقہ مت ڈالو،اوریاد کرو نعمت اللہ کی تم پر، جب تھے تم آپس میں دشمن۔ پھر اُلفت ڈال دی تمہارے دلوں میں اب ہوگئے اُس کے فضل سے بھائی۔(آلِ عمران۔103)

محبت واُلفت ، باہمی تعاون ، یگانگت اور خلوص مسلم معاشرے کی مثالی خصوصیات ہیں۔ مسلمانوں کی ایک دوسرے سے محبت محض اللہ کے لئے ہوتی ہے اس لئے کہ ہر مسلمان اللہ کی جماعت کاایک رُکن ہے۔اللہ کی جماعت کے ارکان آپس میں شفیق اور ایک دوسرے کادکھ سکھ بانٹنے والے ہوتے ہیں۔ان کی مجموعی مثال جسم کی طرح ہوتی ہے کہ اگر جسم کے کسی حصے کوتکلیف پہنچتی ہے توپورا جسم یہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔

پیغمبر اسلام سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرمان اقدس کے مطابق مسلمان کا یہ وصف ہوناچاہئے کہ وہ اپنے لئے جوکچھ پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔

قرآن پاک کی آیت اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے

ساتھ اس طرح دلی تعلق پیدا کریں گویا ہر مسلمان ایک لڑی میں پرویا ہوا موتی ہے۔ ایک مسلمان اپنے بھائی کی تکلیف و آرام غرض ہر معاملے میں رفیق اور مددگار ہوتا ہے......

اسی دوستی اور محبت کے اٹوٹ رشتے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ترجمہ: بے شک جو مومن ہیں، بھائی ہیں (آپس میں)۔ (سورہ الحجرت۔ 10)

+++

اُخْتُ UKHTU۔ کے لغوی معنی بہن کے ہیں۔ یہ لفظ قرآن پاک کی مختلف آیات میں کل 14 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: جب ہم نے وحی کی تمہاری والدہ کو جو آگے سناتے ہیں کہ ڈال اُس کو صندوق میں، پھر اُس کو ڈال دے پانی میں، پھر پانی اس کو لے ڈالے کنارے پر، اُٹھالے اُس کو ایک دشمن میرا اور اُس کا اور ڈال دی میں نے تم پر محبت اپنی طرف سے اور تاکہ تربیت ہو تمہاری میری نظر کے سامنے۔ جب چلنے لگی تمہاری بہن، اور کہنے لگی، میں بتاؤں تم کو ایک شخص جو اس کو پالے گا؟ پھر پہنچایا ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس کہ ٹھنڈی رہے اُس کی آنکھ اور غم نہ کھائے۔ (سورہ طٰہٰ۔ 40:38)

ترجمہ: اور کہہ دیا اُس کی بہن کو اُس نے پیچھے چلی جا۔ پھر دیکھتی رہی اُس کو اجنبی بن کر اور اُن کو خبر نہ ہوئی۔ (سورہ قصص۔ 12)

قرآن کریم کی مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا تذکرہ بیان فرمایا ہے کہ انہیں بھی اپنی والدہ کی طرح وحی و الہام کی صلاحیتیں حاصل تھیں اور انہی صلاحیتوں کے ذریعے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضاو منشاء کو سمجھا اور اُس پر عمل کرتے ہوئے نہایت خوش تدبیری سے اپنی والدہ کو فرعون کے محل میں پہنچادیا تاکہ وہ اپنے جگر گوشہ حضرت موسیٰؑ کی پرورش کر سکیں۔

توریت میں حضرت موسیٰ کی بہن کا نام مریم MARIAM دیا گیا ہے اور اُن کو نبیہ قرار دیا گیا ہے۔

"اور خداوند ابر کے ستون میں ہو کر اُترا اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ہارون اور مریم کو بلایا۔ وہ دونوں پاس گئے۔ تب اُس نے کہا میری باتیں سنو! اگر تم میں کوئی نبی ہو تو میں جو خداوند ہوں اُسے رویا میں دکھائی دوں گا اور خواب میں اُس سے باتیں کروں گا"۔ (گنتی۔ 5:12)

+++

اُخدُودِ UKHDUUD۔ اس لفظ کے لغوی معنی ہیں خندق، کھائی، گڑھا، انگریزی زبان میں اسے DITCH کہتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن حکیم میں صرف ایک مرتبہ سورہ البروج کی چوتھی آیت میں استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ: مارے گئے خندق والے۔ (جس میں) بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جب وہ اُس (کے کنارے) پر بیٹھے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے، اُسے دیکھ رہے تھے اور اُن سے بدلہ لیتے تھے اس بات کا کہ وہ ایمان لائے اللہ پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے، جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے، اور اللہ ہر شئے کو دیکھ رہا ہے۔ (سورہ البروج۔ 9:4)

مندرجہ بالا قرآنی آیت جس واقعے کی جانب اشارہ کر رہی ہے وہ مورخین کے اندازے کے مطابق 534ء میں پیش آیا۔ جب مملکتِ حمیر کے آخری حکمران ذونواس نے زمام اقتدار سنبھالا تو اُس نے اپنے فرمان کے تحت مملکت کا سرکاری مذہب یہودیت کو قرار دیا اور جبراً لوگوں کو یہودیت اختیار کرنے کا حکم دیا۔

Scanned with CamScanner

یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مشرک نہیں ہیں۔ انہوں نے بظاہر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا لیکن یہ اسلاف پرستی، روایات پرستی، قوم پرستی اور نسل پرستی کے معاملے میں مشرکین سے زیادہ سخت ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں یہودیوں کو مختلف آیات میں نہایت سخت الفاظ میں مخاطب کیا گیا ہے۔

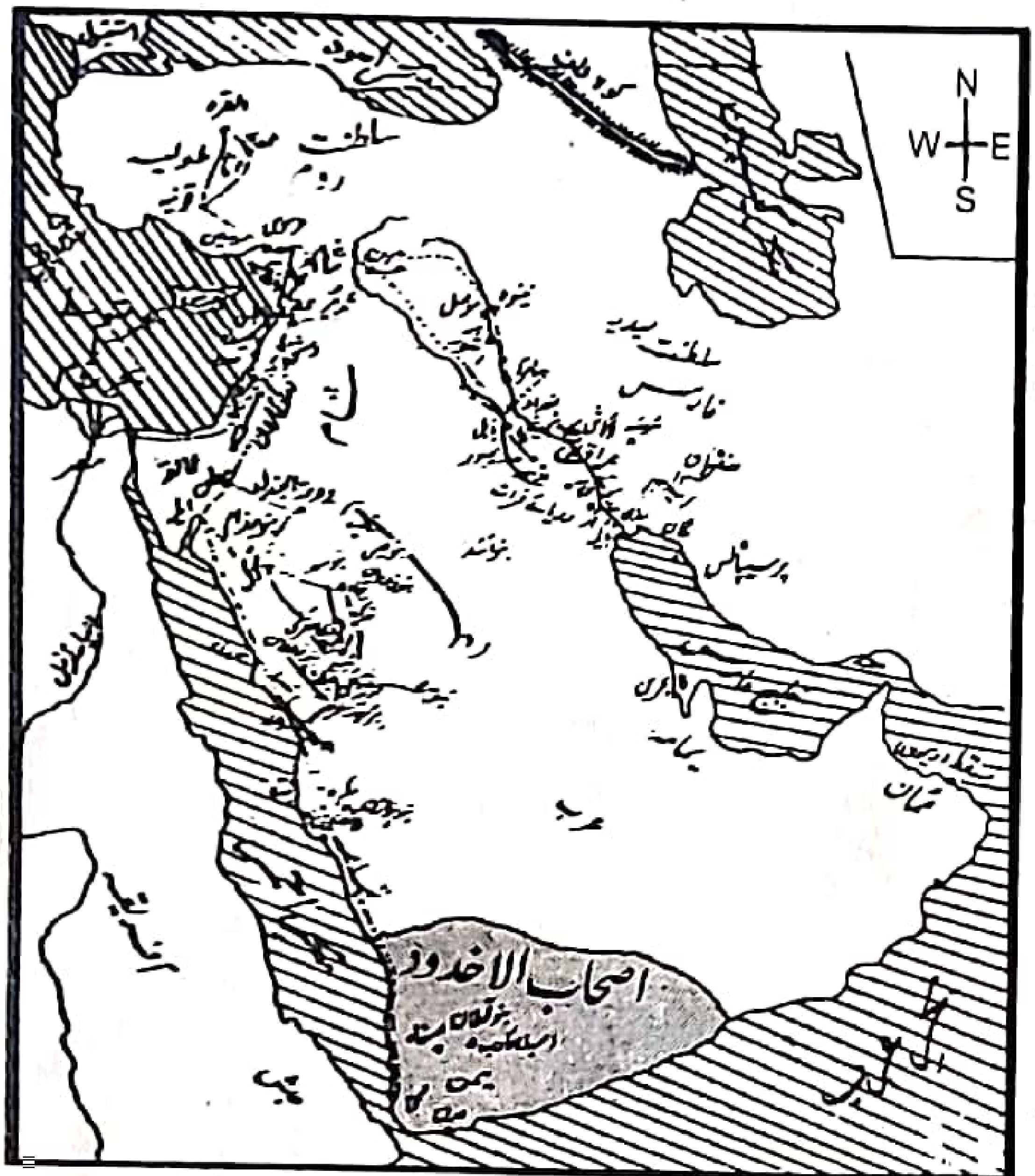

مملکت حمیر کا مؤسسِ اوّل "حمیر" تھا۔ جو بنی قحطان کی نسل سے تھا اس مملکت کا محل وقوع مملکت سبا (یمن) اور بحر احمر تھا۔ اس خطے کو پہلے قتبان کہا جاتا تھا۔ مملکتِ حمیر کی ابتداء قتبان کے چھوٹے سے علاقے سے ہوئی اور آہستہ آہستہ مملکتِ سبا اور ایران کے خطے بھی سلطنتِ حمیر کے ماتحت آگئے۔ ایران کے شہر ظفار کے نام سے مملکتِ حمیر کا دارالخلافہ بنا۔ یہ شہر اندرونِ یمن کا ایک شہر ہے اور صنعا کی جانب جانے والے راستے پر "فخا" سے مشرق کی جانب ایک سو میل کی مسافت پر واقع ہے۔

یہ مملکت چھ سو چالیس برس تک قائم رہی۔ 385ء اور 420ء کے درمیانی سالوں میں یہ مملکت اپنے وقت کی سپر پاور کی حیثیت اختیار کرچکی تھی۔ عرب مورخوں کے مطابق آذربائجان، ایران، سمرقند اور چین بھی سلطنتِ حمیر کے زیرِ نگیں یا باجگزار تھے۔ یہاں تک کہ رومن ایمپائر بھی اُسے سالانہ خراج دینے پر مجبور ہوگیا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ عروج یافتہ قوم زوال کے قریب ہوتی چلی گئی۔ ذونواس اس سلطنت کا آخری حکمران تھا۔ سلطنت کی ایک ریاست نجران کے لوگوں پر کئے جانے والے اُس کے ظلم نے اُس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔

یہاں پر قارئین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا نجران کے لوگ بت پرست ہوگئے تھے جو ذونواس اُن کے خلاف ہوگیا؟ ...... اگر نجران کے لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام حق کو قبول کرلیا تھا تو حمیری سلطنت کا حکمران اس قدر طیش میں کیوں آیا؟

اس سوال کا جواب یورپی مورخ یہ دیتے ہیں کہ جس زمانے کا یہ واقعہ ہے اس وقت دنیا کی سیاسی اور تجارتی صورتحال کچھ یوں تھی کہ سلطنتِ روم اور حبشہ باہم اتحادی تھے۔ ان کے مقابل حمیری سلطنت اور فارس کا اتحاد تھا۔ دونوں میں زبردست رقابت تھی۔ ریاست نجران کے لوگوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے پیغامِ توحید کی ترویج جو ایک توحید پرست راہب دوس کی کوششوں کے سبب تھی، کو ذونواس برداشت نہ کرسکا۔

نجران میں حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کے روزبروز اضافے سے رومی تاجروں اور جاسوسوں کو حمیری سلطنت

میں داخل ہونے کا بہانہ مل رہا تھا یہ صورتحال سلطنت حمیر کے حکمرانوں کے لئے سخت ناقابلِ برداشت تھی۔ لیکن آخری حکمران ذونواس کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ اُس کا مقابلہ توحید پرست ایمان والوں سے پڑ جائے گا۔ ذونواس نے نجران کے لوگوں کو جبراً یہودی بنانے کے لئے لشکر کشی کر ڈالی اور نجران پہنچ کر اہلِ حق کے نمائندوں کو طلب کیا۔ جب اہلِ حق کے نمائندے اُس کے دربار میں حاضر ہوئے تو ذونواس نے انہیں مخاطب کر کے کہا:

"مجھے خبر ملی ہے کہ نجران کے لوگوں نے ذُوس نامی شخص کے بہکاوے میں آکر یہودیت اختیار نہیں کی ہے۔ میں نے تم لوگوں کو اس لئے بلوایا ہے کہ تمہارا شمار نجران کے بزرگ دانشوروں میں ہوتا ہے اس لئے میں تم سے اس دانشمندی کی توقع رکھتا ہوں کہ تم یہودیت کو اپنا کر سرکشی سے تائب ہو جاؤ گے۔

اگر تم لوگوں نے میری یہ پیشکش قبول نہیں کی تو پھر یہ یقین کر لو کہ میں تم لوگوں کو اس بات کی نہایت سخت سزا دوں گا اور کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

ان بزرگوں نے پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ جن الفاظ میں ذونواس کو جواب دیا اُن میں نورِ ایمانی کی کرن واضح طور پر نظر آتی ہے۔ انہوں نے کہا "ہمیں کسی مشورے یا تبادلۂ خیال کی ضرورت نہیں ہم نے دینِ حق کو اپنالیا ہے اور اس کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ ہم دین کی سربلندی کی خاطر کسی سزا سے نہیں ڈرتے اور حق کی راہ میں سرفروشی کو اپنے لئے بہترین سعادت سمجھتے ہیں"۔

ذونواس کو اس جواب کی ہرگز توقع نہ تھی وہ اُن کے پُراعتماد چہرے اور الفاظ میں پنہاں یقین کو محسوس کر کے سخت غضبناک ہو گیا اُس نے اپنی افواج کو حکم دیا کہ زمین میں گڑھے کھودے جائیں۔ جب یہ گڑھے تیار ہو گئے تو اُن میں ایسا ایندھن ڈالا گیا جس کے جلنے سے انتہائی درجے کی حرارت پیدا ہوتی ہے اور ایک مقررہ دن متعین کر کے تمام اہلِ ایمان کو اس گڑھے میں دھکیل دیا گیا۔

ذونواس نے خود، اُس افواج اور عوام کی بہت بڑی تعداد نے اہلِ ایمان کو نذرِ آتش کئے جانے والا بھیانک منظر دیکھا۔ اہلِ ایمان کے چہروں پر صبر و استقامت کے آثار نمایاں تھے انہوں نے کوئی فریاد یا واویلا نہیں کیا اور اللہ کی رضا اور دینِ حق کی سربلندی کی خاطر اذیت ناک موت قبول کرتے گئے۔

جب تمام نمایاں اہلِ حق نذرِ آتش کر دیئے گئے تو ذونواس کی فوج نے نجران کے عام لوگوں پر ہلہ بول دیا۔ ایک ایک کو پکڑ کر پوچھا جاتا کہ وہ یہودیت قبول کرنے کو تیار ہے یا نہیں اور انکار پر اُس کو تہِ تیغ کر دیا جاتا۔ اُس روز بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا گیا۔ زندہ رہ جانے والوں میں سے بیشتر معذور ہو چکے تھے اور کچھ لوگوں نے خوفزدہ ہو کر یہودیت اختیار کر لی تھی۔

نجران کا ایک شہری کسی طرح حمیری فوج کا محاصرہ توڑ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ شخص سیدھا قیصرِ روم کے دربار میں جا پہنچا اور اس واقعہ کی لرزہ خیز داستان سنا کر امداد کا طالب ہوا۔ قیصر خود موقع کے انتظار میں تھا۔ اُس نے حبشہ کے رومی گورنر کو حکم دیا کہ وہ یمن پر حملہ کر دے اور ذونواس کے ظلم کا بدلہ لے۔

حبشہ کے گورنر نے جو فوجی لشکر یمن روانہ کیا اُس کا سپہ سالار ارباط اور نائب سپہ سالار ابرہہ تھا، یہ وہی ابرہہ ہے جس نے بعد میں خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا۔ ذونواس کی فوج سے جنگ کے دوران ارباط قتل ہو گیا اور ابرہہ نے کمان سنبھال لی، اس جنگ میں ابرہہ کا ایک ہونٹ کٹ گیا تھا اس کی وجہ سے اُس کی شکل خاصی ہیبتناک ہو گئی تھی۔ بہر حال اس جنگ سے حمیری سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور ذونواس مارا گیا۔

Scanned with CamScanner

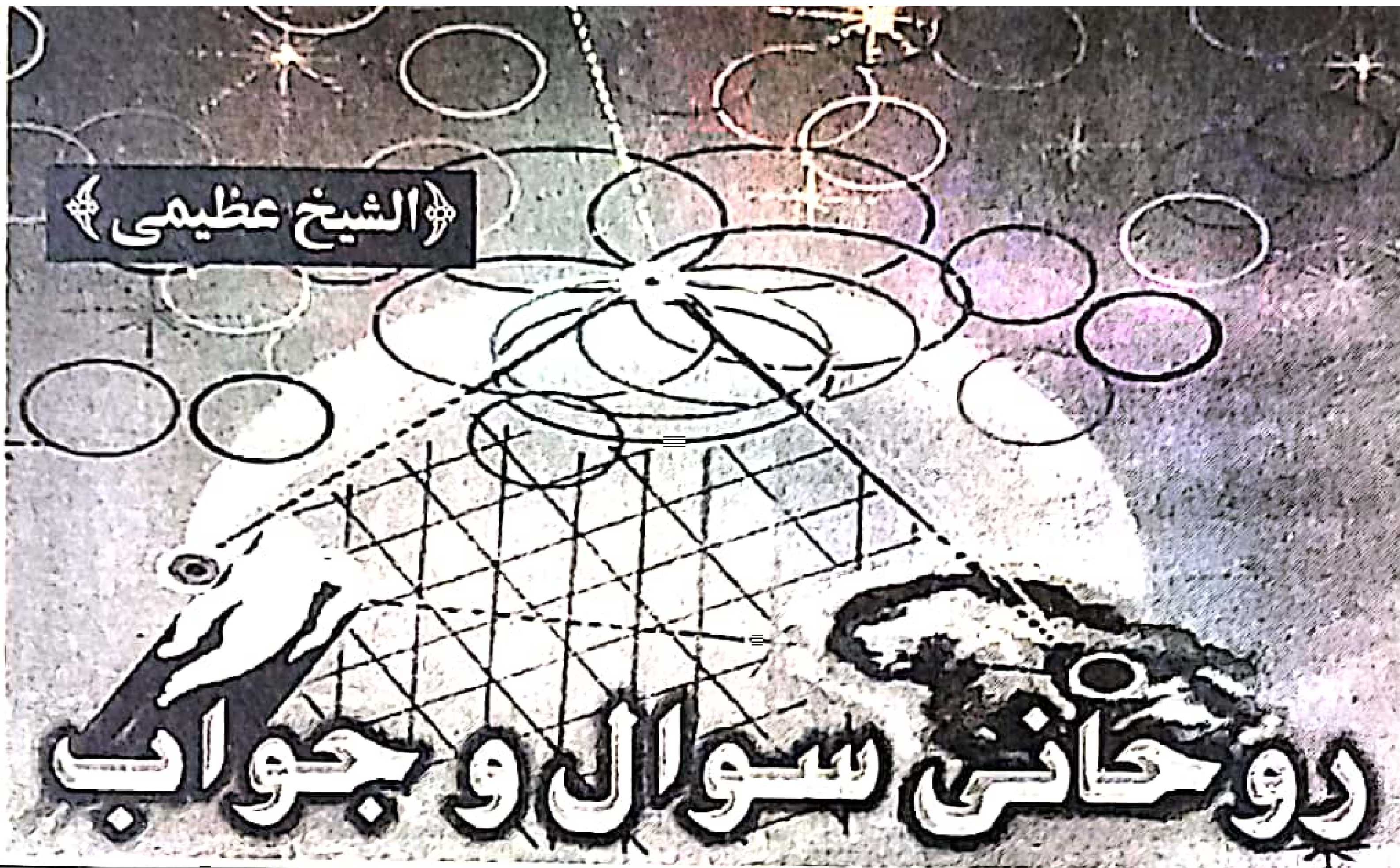

ان صفحات پر آپ کے روحانی سائنس سے متعلق سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی پیش کرتے ہیں۔اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ براہِ مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوال و جواب کے براہِ راست جوابات نہیں دیئے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال و جواب، D-1/7,1، ناظم آباد۔کراچی 74600

سوال : اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔اللہ کے حکم کے بغیر کوئی پتہ تک حرکت نہیں کر سکتا۔ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی اچھے کام کرتا ہے اور برائی کی طرف بھی مائل ہو جاتا ہے۔کچھ لوگ نیک خصلت کے مالک ہوتے ہیں تو کچھ بد خصلت کے...... آپ بتائیے جب سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہو رہا ہے تو برے کام پر سزا کیوں دی جائے گی؟ کسی کام کی اچھائی برائی پر آدمی کا کتنا اختیار ہے؟ اختیار ہے بھی یا نہیں؟ یہ بھی بتائیے کہ جب اللہ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے تو برے آدمی کو سزا کیوں دے گا؟

(ظہیر حسین شاہ۔رسول نگر، عارف فینوی۔راولپنڈی)

جواب : حضرت علیؓ سے کسی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا۔"ایک پیر پر کھڑے ہو جاؤ" اس آدمی نے ایک پیر اٹھالیا اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا۔فرمایا"دوسرا پیر بھی اٹھاؤ۔اور فرمایا ایک پیر اٹھانے سے آدمی خود مختار ہے اور دوسرا پیر نہ اٹھانے پر مجبور ہے"۔

روحانی قدروں میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ بندہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا تعلق اطلاع Information سے ہے یعنی جب تک کوئی اطلاع یا خیال دماغ کے اوپر وارد نہیں ہوتا بندہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔یہ مجبوری ہے کہ کسی کام کو کرنے کے لئے ہم خیال کے عمل سے گزریں۔

ہم دفتر اس وقت جاتے ہیں جب ہمیں دفتر جانے کا خیال آتا ہے۔ہم پانی اس وقت پیتے ہیں جب ہمیں پیاس لگتی ہے یا پانی پینے کا خیال آتا ہے۔خیال (Information) کا ذریعہ لوحِ محفوظ ہے۔خیال کو قبول کرنے والی ایجنسی دماغ ہے۔لوحِ محفوظ پہ جہاں خیالات نقش ہیں وہاں یہ بھی نقش ہے کہ آدمی خیال میں معنی پہنا سکتا ہے مثلاً جب کچھ پینے کا خیال آیا تو حالات اور موسم کے لحاظ سے ہم پانی، چائے، کافی، شربت، جوس وغیرہ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔کچھ پینے پر آپ

Scanned with CamScanner

مجبور ہیں اور وقت کے لحاظ سے کیا ہیں۔ آپ خود مختار ہیں۔ آگ کا کام جلانا ہے آگ کی اس صفت کو بدلنے پر انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے لیکن آگ پر پانی جلا کر آپ کھانا پکاتے ہیں، چائے بناتے ہیں یا اپنا ہاتھ جلا لیتے ہیں وغیرہ اس میں آپ خود مختار ہیں۔ جہاں تک سورس آف انفارمیشن کا تعلق ہے انسان بے اختیار ہے البتہ انفارمیشن میں معنی پہنا سکتا ہے۔ سورس آف انفارمیشن لوحِ محفوظ ہے اور اطلاعات میں معنی پہنانے والی مشین انسان ہے۔ "اعمال کا دارومدار نیت پر ہے"۔ پانی اس لئے پکایا جاتا ہے کہ اس سے چائے بنا کر مہمانوں کی خدمت کی جائے۔ پانی اس لئے پکایا جائے کہ کسی کے اوپر پھینک دیا جائے تاکہ وہ جھلس جائے۔ پانی پکانے کا عمل دونوں میں مشترک ہے۔ لیکن نیت کی وجہ سے دونوں کا مفہوم بدل گیا۔

ہر انسان تین درجوں سے مرکب ہے روحِ حیوانی، روحِ انسانی، روحِ اعظم۔

روحِ حیوانی میں اسفل جذبات کی تشکیل ہوتی ہے اور ان جذبات میں دو رخ ہوتے ہیں ایک اسفل دوسرا اعلیٰ۔ جہاں اسفل جذبات میں نمو ہوتی ہے یا جس جگہ سے اسفل جذبات نشر ہوتے ہیں روحانیت میں اس کا نام نفس ہے اور جس جگہ یہ جذبات اعلیٰ ہو جاتے ہیں اس کا نام قلب ہے۔ قلب کو ہم ضمیر کے نام سے جانتے ہیں۔ اسفل جذبہ جب ہمیں برائی کی طرف متوجہ کرتا ہے تو ضمیر بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے اور بار بار بتاتا ہے کہ یہ عمل نہ کیا جائے لیکن جب آدم زاد ضمیر کی رہنمائی کو قبول نہیں کرتا اور بار بار ضمیر کی آواز کو نظر انداز کر کے برائی کو اپناتا ہے تو نفس کے اوپر تاریکی گہری ہو جاتی ہے اور پھر بار بار برائی کے اعادہ سے "نفس" مجروح ہو جاتا ہے اور یہ جراحت ایک متعفن پھوڑا بن جاتا ہے۔ یہ تعفن نفس کے اندر سے بھلائی اختیار کرنے کی صلاحیت کو ختم کر دیتا ہے اور جب خدانخواستہ یہ نوبت آجاتی ہے تو ختم اللہ علیٰ قلوبھم کی تفسیر بن جاتا ہے۔

بے شک اللہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے اور ہر آیت میں جس کا ذکر ہے، اس کے ساتھ اللہ کی رحیمی کا تذکرہ ضرور ہے مگر اللہ نے یہ ساری کائنات ایک قانون کے تحت تخلیق کی ہے مثلاً اللہ نے آگ بنائی ہے آگ کا کام کھانا پکانا اور جلانا دونوں ہیں کوئی آدمی یہ سوچ کر کہ اللہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے آگ ہمیں نہیں جلا سکے گی آگ میں ہاتھ ڈال دے تو آگ اپنی نیچر نہیں بدلے گی وہ ہاتھ جلا دے گی اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کیسی ستر ماؤں کی محبت ہے کہ اللہ نے ہمارا ہاتھ جلا دیا۔ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اللہ آپ سے محبت کرے، آپ کے لئے وسائل پیدا کرے اور ان وسائل کو آپ کے لئے فری تقسیم کرے اور آپ اس لئے کہ وہ محبت کرتا ہے، اس کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے رہیں۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے ایک وقت آئے گا کہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے گی یعنی اللہ کی محبت جوش میں آجائے گی اور لوگ عذاب سے آزاد ہو جائیں گے۔

☆☆☆

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو تخلیق کیا جوڑے دوہرے۔ ہم انسانوں اور حیوانات میں دیکھتے ہیں تو ہمیں نر مادہ نظر آتے ہیں لیکن کم ترقی یافتہ نوعیں جیسے حشرات الارض اور پودوں میں نر مادہ الگ الگ نہیں ہوتے یعنی ہمیں ان کا جوڑا نہیں ملتا۔ اسی طرح جب ہم دھاتوں کی طرف آئیں تو سونا، چاندی، لوہا اور تانبہ وغیرہ کا جوڑا نہیں ہوتا۔ جمادات میں بھی دو رخ دکھائی نہیں دیتے۔ آپ اپنی اکثر تحریروں میں روح کا تذکرہ کرتے ہیں اور ایک جگہ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ روح عورت یا مرد نہیں ہوتی۔ حالانکہ جب ہر چیز کے دو رخ ہیں یا دو جوڑے جوڑے ہے تو روح کا بھی جوڑا ہونا چاہئے۔ آخر اس آیت کے مطابق دوہرے جوڑے سے کیا مراد ہے؟ کیا نر مادہ مراد ہے

یا کچھ اور ہے؟

(عبداللہ شیروانی۔ کراچی)

جواب: ہم دیکھتے ہیں کہ نوع انسانی اور تمام نوعیں دو رخوں پر قائم ہیں، ایک مذکر، ایک مونث۔ اسی طرح ہر فرد دو پرت سے مرکب ہے مثلاً مرد میں اس کا ظاہری رخ مرد ہوتا ہے اور باطنی رخ عورت۔ اسی طرح عورت میں اس کا ظاہری رخ عورت ہوتا ہے جب کہ باطنی رخ مرد ہوتا ہے، یعنی ایک پرت ظاہر اور غالب رہتا ہے۔ دوسرا پرت مغلوب اور چھپا ہوا رہتا ہے۔ جہاں تک ان دو پرت مذکر اور مونث کا تعلق ہے۔ یہ دونوں پرت جنس کی حد تک متعلق ہیں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک رخ ظاہری ہوتا ہے اور دوسرا رخ باطنی ہوتا ہے۔ ظاہر کو ہم مادہ کہتے ہیں اور باطن کو "روح" کہتے ہیں۔ روح بھی دو رخ (قسم) پر قائم ہے۔ روح کا مظاہرہ ایک روح کے بنائے ہوئے لباس سے ہوتا ہے اور روح کا دوسرا مظاہرہ خود "روح" ہے۔

واضح ہو کہ جس چیز کا نام "حِس" رکھا جاتا ہے اس کے دو اجزاء ہوتے ہیں ان دو اجزاء کو ہم دو رُخ بھی کہہ سکتے ہیں، کسی ایسے جسم میں جس کو مادّی کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں رخ ایک دوسرے سے ملحق ہوتے ہیں، عام نظریات میں کوئی بھی چیز ان ہی دو رخوں کا مجموعہ سمجھی جاتی ہے، لوحِ محفوظ کا یہی قانون ہے کوئی چیز مجرّد ہو یا مادّی، غیر مرئی ہو یا مرئی بہر حال اس قانون کی پابند ہے۔ یہ دونوں رخ کسی بھی چیز میں ضرور پائے جاتے ہیں۔ مرئی اشیاء میں تو یہ چیز مشاہدہ میں ہوتی ہے لیکن غیر مرئی اشیاء میں اگرچہ جسمانی آنکھ اس حالت کا مشاہدہ نہیں کرتی پھر بھی حقیقت اس کے سوا نہیں ہے۔ چنانچہ غیر مرئی چیزوں میں بھی جب کسی طرح مشاہدہ کیا جاتا ہے تو یہی قانون وہاں بھی جاری و ساری نظر آتا ہے۔ مرئی چیزوں میں جس طرح یہ دونوں رخ ایک دوسرے سے ملحق ہوتے ہیں اسی طرح غیر مرئی چیزوں میں بھی یہ دونوں رخ ایک دوسرے سے وابستہ پائے جاتے ہیں۔ خواہ وابستگی کی نوعیت کچھ بھی ہو اس ہی قانون کے تحت "احساس" یا "حِس" کے بھی یہی دو رخ یا دو مراتب ہیں۔

ایک رخ یا ایک مرتبہ وہاں پایا جاتا ہے جہاں مشاہدہ کرنے والی قوت موجود ہے اور محسوس کرتی ہے اور دوسرا رخ وہاں پایا جاتا ہے جہاں مشاہدہ کرنے والی قوت کی نگاہ پڑ رہی ہے، یعنی جہاں محسوس کرنے والی حِس مرکوز ہے۔

لوحِ محفوظ کے قانون کی رو سے یہ دونوں مراتب ملا کر کسی ماہیت کا فعل یا حکم بنتے ہیں اور ایک ہی قالب گنے جاتے ہیں مثلاً ہم سیاہ رنگ کو تختۂ سیاہ پر دیکھتے ہیں اس کا تجزیہ اس طرح ہو سکتا ہے تختۂ سیاہ = چکنا + سخت سطح۔ اس مثال میں تختہ کا سیاہ رنگ "حِس" کا ایک مرتبہ ہے اور دیکھنے والی آنکھ کا احساس "حِس" کا دوسرا مرتبہ ہے اس طرح یہ دونوں مرتبے مل کر ایک مخصوص ماہیت کا ایک فعل ایک حکم یا ایک حرکت بنتے ہیں۔ تصوف کی زبان میں حِس کے ان دونوں مرتبوں کی یکجائی کا نام تمثّل ہے۔ مشاہدات یہ بتاتے ہیں کہ کوئی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی بغیر شکل و صورت کے نہیں ہو سکتی کیونکہ بغیر شکل و صورت کے کسی چیز کا قیام حقیقت کی رو سے ناممکن ہے، اس وجود کو جس کا نام تمثّل دیا گیا ہے اگرچہ جسمانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن روح کی آنکھ اس وجود کو اس ہی طرح دیکھتی ہے جس طرح کہ جسمانی آنکھ کسی مادّی قالب کو دیکھتی اور محسوس کرتی ہے۔

کسی چیز کی موجودگی پہلے ایک تمثّل یا ہیولیٰ کی شکل و صورت میں وجود پذیر ہوتی ہے۔ یہ ہیولیٰ جب دوسرے مرحلے میں داخل ہوتا ہے تو اس کی حرکت میں انتہائی سستی اور جمود پیدا ہو جاتا ہے، اس ہی سستی اور جمود کا نام "ٹھوس حِس" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے۔ ترجمہ: "اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تا کہ تم سمجھو" یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس حرکت کی تخلیق میں دو دو قسم کی کیا نوعیت ہے اس نوعیت کے تجزیہ میں "احساس" یا

Scanned with CamScanner

"حس" کو اچھی طرح جاننا ضروری ہے۔ ہم نے تختہ سیاہ کی مثال میں "حس" کے دونوں رخوں کا تذکرہ کیا ہے۔ دراصل وہی دونوں رخ یہاں بھی زیر بحث آتے ہیں۔

جس چیز کو ہم حرکت کا نام دیتے ہیں وہ محض ایک حس ہے۔ حس کا ایک رخ خارجی سمت میں اور دوسرا رخ داخل کی طرف ہے۔ جس نسمہ کے اندر ایک نقش خاص طرزوں کے تحت تخلیق پاتا ہے تو وہ ایسی حرکت کا مجموعہ بنتا ہے جو ایک رخ پر خود نقش کا احساس ہے اور دوسرے رخ پر نقش کی دنیا کا احساس ہے۔

کائنات کی ساخت میں نسمہ (نظر نہ آنے والی روشنی) ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، احاطہ کرنے سے مراد ہر مثبت اور منفی زندگی کی بساط میں نسمہ کا محیط ہونا ہے گویا ہر چیز کے کم ترین اور لانشان جزو "لا تجزاء" کی بنیاد دو قسموں پر ہے ایک اس کی منفیت اور دوسری اس کی اثباتیت۔ ان ہی دونوں صلاحیتوں کی یکجائی کا نام نسمہ ہے۔ ہم عام گفتگو میں لفظ پیاس استعمال کرتے ہیں لیکن اس لفظ کے جو معنی سمجھتے ہیں وہ غیر حقیقی ہیں۔ اصل میں پیاس اور پانی دونوں مل کر ایک وجود بناتے ہیں۔ منفیت پیاس، اثباتیت پانی۔ واضح طور پر اس طرح کہنا چاہئے کہ پیاس روح ہے، پانی جسم، پیاس ایک رخ ہے اور پانی دوسرا رخ۔ اگرچہ یہ دونوں رخ ایک دوسرے سے متضاد ہیں تاہم ایک ہی وجود کے دو اجزاء ہیں۔ پیاس سے پانی اور پانی سے پیاس کو الگ نہیں کیا جاسکتا جب تک دنیا میں پیاس موجود ہے۔ پانی موجود ہے یعنی پیاس کا ہونا پانی کے وجود کی روشن دلیل ہے۔ اسی طرح پانی کا ہونا پیاس کے وجود کی روشن دلیل ہے۔ روحانیت میں یہ دونوں مل کر ایک وجود ہیں لیکن ان کی پیوستگی ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح نہیں ہے جس طرح ایک ورق کے دو صفحات کی۔ ایک ورق کے دو صفحات ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں ہو سکتے لیکن پیاس اور پانی کا وجود ایک ایسا ورق ہے جس میں صرف مکانی فاصلہ ہے، زمانی فاصلہ نہیں ہے اس کے برخلاف کاغذ کے ورق میں صرف زمانی فاصلہ ہے، مکانی فاصلہ نہیں ہے۔ اشیاء کی ساخت میں اللہ تعالیٰ نے دو رخ رکھے ہیں، کسی شے کے دو رخوں میں یا تو مکانی فاصلہ نمایاں ہوتا ہے یا زمانی فاصلہ نمایاں ہوتا ہے۔ ایک آدمی کرۂ ارض پر پیدا ہوتا ہے اور رحلت کرتا ہے ان دونوں رخوں کے درمیان زمانی فاصلہ ہے اس زمانی فاصلہ کے نقش و نگار اس کی زندگی ہیں، جو حقیقتاً مکانیت ہے۔

☆☆☆

ایسے خواتین و حضرات کے نام جنہوں نے روحانی سوال و جواب کے لئے خطوط ارسال کئے لیکن ان میں سے بعض کے جوابات اسی کالم کے اندر پچھلے شماروں میں دیئے جا چکے ہیں کچھ ذاتی نوعیت کے ہیں بسبب کہ بقیہ غیر واضح یا غیر متعلق ہیں۔ دیگر تمام قارئین سے گزارش ہے کہ روحانی سوال و جواب کے خطوط کے ہمراہ جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ ان کا براہِ راست جواب نہیں دیا جاتا۔

شیر نواز گل۔ اسد جمشید۔ پشاور، سعدیہ پروین۔ وقار عظیم۔ ارشاد رانا، ربیعہ اظہر۔ خرم شہزاد۔ افتخار احمد۔ راولپنڈی، مدیحہ افضال شیخ۔ جواد علی شیخ۔ قصور، محمد زبیر۔ حیدر آباد، تاجدار علی۔ چارسدہ، مسز قمر مشتاق۔ محمد عاصم۔ ناصر ملک۔ علی جعفری۔ محمد حسین گھانچی۔ ایم اے عثمانی۔ فرحانہ انوار۔ منصور احمد۔ محمد ناصر۔ وسیم تقی۔ کراچی، محمد جمیل۔ شجاع آباد، غلام رسول۔ جیکب آباد، شاہدہ سلیم۔ ساہیوال، فخر عالم بھٹہ۔ کوٹ اڈو، مرزا سہیل شمیم۔ گجرات، نعیم اللہ طاہر۔ منڈی بہاؤالدین، محمد انور ندیم۔ محمد اشرف۔ اوکاڑہ، حمزہ اکرام۔ امجد حسین۔ لاہور، محمد نعمان منظور۔ وہاڑی، عزیز احمد۔ جہلم، خبیر راجپوت۔ یو کے، محمد ظہیر جھنڈا۔ گوجر خان، محمد شریف عابد۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ، سلیمان اسلم۔ شیخ محمد حنیف چندریگر۔

آپ اپنے ذوقِ مطالعہ سے دوسروں کو بھی متاثر اور مستفید کر سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اپنا حاصلِ مطالعہ، کتاب کے حوالے کے ہمراہ ہمیں ارسال کر دیں۔

دوست

ایک بار حضور ﷺ کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ اس وقت کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس شخص سے محبت ہے اور یہ تعلق خاطر محض اللہ کے لئے ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو یہ بات بتادی ہے اور فرمایا "جاؤ اُسے بتادو کہ تم اس سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہو" وہ شخص اٹھا اور اس شخص سے اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا اس کے جواب میں اس شخص نے کہا "تجھ سے وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے"۔

(اقتباس: تجلیات۔ خواجہ شمس الدین عظیمی
مرسلہ: عزیز احمد جاوید۔ اوکاڑہ)

اقبال کا تصورِ عشق

اگر فرہاد نے شیریں کی خاطر تیشہ کے ذریعے پہاڑ کاٹ کر نہر نکالنی چاہی تو اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے۔ اس میں فرہاد کا کمال ہی کیا ہے۔ عشق میں تو وہ قوت ہے کہ تیشہ کے چلانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ بلکہ جو سچے عاشق ہوتے ہیں ایسے پہاڑوں اور کوہساروں کو اپنے دوش پر اٹھائے پھرتے ہیں......!

اقبال مقاصد کی لگن کو "عشق" سے تعبیر کرتے ہیں اور اُن کے تصور کے مطابق اس کی روح انسانی طبیعت میں شامل ہے۔ اس کا ولولہ انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ یہ ایک حرکت پذیر جذبہ، ایک اضطراب انگیز ذوقِ وجدان ہے جو کائنات کے عناصر میں جذب بھی ہوتا ہے اور انہیں مفتوح اور مسخر بھی کرلیتا ہے اور اس طرح کائنات میں تخلیق اور افزائش کے مسلسل عمل کا سبب بن جاتا ہے یہ ہر قسم کی موافعات اور مشکلات پر، چاہے وہ فطری اور قدرتی ہوں یا وہ انسان و سماج کی پیدا کردہ ہوں، غالب آجاتا ہے۔ زمان کی قیود سے بالاتر اور مکان کی حدود سے آزاد ہوتا ہے۔ اسی سے زندگی میں رونق ہے اور یہی گرمیِ حیات کا موجب ہوتا ہے۔

(اقتباس: دانائے راز۔ سید واجد رضوی
مرسلہ: نعمان منظور۔ تحصیل میلسی)

طعنہ دیا ہے اُس نے ......

اذان کیا ہے ایک بلاوا۔ آجاؤ مسلمانو، بھائیو، ساتھیو، مزدورو آجاؤ، آؤ کہ ہم اکٹھے مل کر، اللہ کے حضور سجدہ کریں۔

ہمارے موذن اذان کو بلاوا نہیں سمجھتے۔ پتہ نہیں کیوں وہ اسے ایک آہ سمجھتے ہیں۔ ایک کراہ ایک لمبی سسکی۔ ان کی دردناک آواز میں اداسی کے انبار لگے ہوتے ہیں۔ وہ اداسی دھوئیں کی طرح چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ وہ اداسی دلوں پر بوجھ بن کر گرتی ہے۔ وہ اُداسی اُمید کی لو کو بجھا کر مایوسی کے اندھیرے کو مسلط کر دیتی ہے۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر" جیسے اللہ کا بڑا ہونا ایک افسوس ناک امر ہو وہ اداسی پکار پکار کر کہتی ہے۔ لوگو! ہم اپنے اللہ سے مایوس ہو چکے ہیں۔

اذان سن کر مجھے وہ نظم یاد آجاتی ہے جو پتہ نہیں کس شاعر نے لکھی ہے۔ مگر کیا خوب لکھی ہے۔ کہتے ہیں

جب کھینچ کے آہ سرد
کہتا ہے کوئی بندہ....

جس حال میں بھی رکھے.....
صد شکر ہے اللہ کا..... میں سوچنے لگتا ہوں....
یہ شکر کیا ہے اس نے ؟!
یا طعنہ دیا ہے اس نے ؟!
رازق دو عالم کو..... ؟!؟!
(اقتباس: لبیک۔ ممتاز مفتی
(مرسلہ: انیلہ اسلم۔ جوہر ٹاؤن، لاہور)

راہِ نجات

اعمال انسانی کے اس نکتے کو یاد رکھو کہ عافیت کوشیوں سے خدا نہیں ملتا۔ بعض عاقبت نااندیش لوگ خدا کو پہاڑوں اور جنگلوں، تنہائیوں اور حجروں کے گوشوں میں تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگوں کو میدان امتحان اور قصر دریا میں بلاتا ہے، تاکہ سچا طالب امتحان کی سختیوں اور بلا خیز موجوں کا مقابلہ کرکے اس تک پہنچے اور اس طرح دودھ پینے والے اور خون دینے والے مجنوں میں پرکھ ہو جائے۔ جو اس پرکھ میں پورا اُترتا ہے وہ سونے میں تلتا اور موتیوں میں کھیلتا ہے۔

افسوس ہے اس انسان پر جو محض زبانی استغفار پر قناعت کرتا ہے۔ اور بقیہ عمر عزلت نشینی میں بسر کرتا ہے۔ ہلاکت ہے اس کے لئے جو تماشاگاہِ عالم میں خود بازی گر بننے کی بجائے محض تماشائی بننے پر قانع ہے۔

(اقتباس: زندگی۔ چوہدری افضل حق
مرسلہ: وسیم ناز تبسم۔ غوثیہ کالونی، سمندری)

اے کاش.....!

قرآن سے مولانا محمد علی جوہرؒ کی عقیدت، شغف اور تعلق و تاثر اس حد تک پہنچ گیا تھا جو ایک مردِ مومن کی معراج ہوتی ہے۔ قرآن مجید سے ایک مسلمان کا کیا تعلق ہونا چاہیے انہوں نے اس پر بڑے انوکھے انداز میں روشنی ڈالی ہے: "کلام پاک ریشم کے جزدانوں اور الماری کے بالاترین حصوں اور وہاں کے گرد و غبار کے لئے آسمان سے نازل نہیں ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ قرآن پاک کا ہر ایک نسخہ اس کثرت سے مستعمل ہو کہ پنسل کے نشان، کاغذ کی پٹیاں، بین الاوراق یہاں تک کہ انگوٹھے اور انگلیوں کے نشان ہر جگہ نظر آئیں اور ثابت کر دیں کہ اس کتاب کو ماننے والے اس سے زیادہ کسی کتاب کو نہیں پڑھتے نہ اس سے زیادہ کسی کتاب کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(اقتباس: ماہنامہ: ضیاء وجیہہ۔ رامپور۔ اکتوبر 97ء
مرسلہ: عثمان سلیم خان۔ لاہور)

اسم رحیم

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات کا جو علم (علم الاسماء) سکھایا تھا اس میں ایک اسم رحیم بھی ہے۔ رحیم کی صفت ہے تخلیق، یعنی پیدا کرنا چنانچہ پیدائش کی جس قدر طرزیں موجودات میں استعمال ہوئی ہیں ان سب کا محرک اور خالق رحیم ہے۔ اگر کوئی شخص اسم رحیم کی جزوی صفت کا فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کو اسم رحیم کی صفت کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ اپنے باطن میں کرنا ہوگا نیابت اور خلافتِ الٰہیہ کے تحت انسان کی روح کو اسم رحیم کے تصرفات کی صلاحیتیں پوری طرح حاصل ہیں۔ اگر کوئی انسان اس صفت کی صلاحیت کو استعمال کرنا چاہے تو اسے مراقبہ کے ذریعے اپنے اندر اس فکر کو مستحکم کرنا پڑے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ موجودات کی جس قدر شکلیں اور صورتیں ہیں وہ سب اسم رحیم کی صفات کا نوری مجموعہ ہیں۔ یہ مجموعہ انسان کی روح کو حاصل ہے۔ جب کوئی شخص فکر کی پوری مشق حاصل کرنے کے بعد اسم رحیم کی صفت کو خود سے الگ شکل و صورت دینے کا ارادہ کرے گا یا کسی مردے کو زندہ کرنا چاہے گا تو نیابت الٰہی کے تحت اس کا اختیار حرکت میں آئے گا اور صفت کا مظہر اس ذی روح کی شکل و صورت اختیار کرے گا جس کو وجود میں لانا مقصود ہے یا وہ دیکھے گا کہ اس روح سے اسم رحیم کی صفت روح بن کر اس مردے میں منتقل ہو رہی ہے جس کو وہ زندہ کرنا چاہتا ہے۔

(اقتباس: بابا تاج الدین۔ سہیل احمد عظیمی
مرسلہ: سعیدہ عزیز۔ سانگھڑ)

شاہ عالم

جسم کے فلٹر گردے

گردے ہمارے جسم کے زہریلے مادوں کی فلٹریشن کرتے ہیں۔ جسم کے فلٹرز کو محفوظ رکھنے اور گردوں کے امراض سے بچنے کے لئے آسان گھریلو علاج....

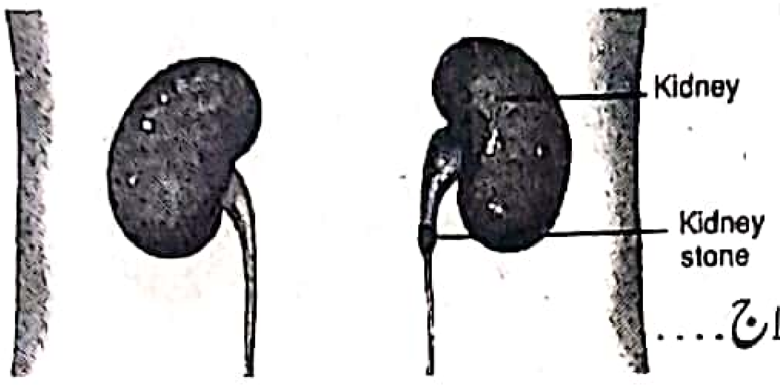

گردوں کے مختلف امراض کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہم دیکھیں گے کہ ہمارے جسم میں گردوں کی کیا کارکردگی ہے۔ جسم میں بیضوی طرز کے دو غدود جو لوبیے کے بیج کی شکل کے مانند ہوتے ہیں اور کمر کے نچلے حصے میں ریڑھ کی ہڈی کے دائیں بائیں پائے جاتے ہیں یہ غدود جو گردے کہلاتے ہیں جسم کے اعضائے رئیسہ میں شمار ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر گردوں کا کام جسم سے بے کار اور مضر مادوں کو بذریعہ یورین جسم سے خارج کرنا ہے گردے خون میں معدنیات، نمکیات اور رطوبات کا توازن برقرار رکھتے ہیں۔ چوبیس گھنٹوں کے دوران تقریباً 48 لیٹر خون گردوں سے گزرتا ہے اور اس میں سے ایک سے ڈھائی لیٹر یورین چھن کر جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔ گردے یوریا کو ٹھکانے لگاتے ہیں یوریا اگر بدن میں جمع ہو جائے تو وہ اسی طرح مہلک ہو جائے جس طرح سائنائیڈ، خرابی گردہ کے ایسے مریض جن کے خون میں یوریا کی مقدار اچانک بڑھ جاتی ہے یا وہ جن کے جسم سے زیادہ مقدار میں پانی یا خون نکل جاتا ہے تو گردے اپنا کام کرنا بند کردیتے ہیں۔ جیسے بچے کی پیدائش یا حمل ضائع ہونے کی صورت میں خون زیادہ بہہ جانا، پانی کی کمی اور ادویہ بھی گردوں کے فعل کو متاثر کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔ کوئی ایک گردہ اگر ناکارہ ہو جائے تو مریض میں عموماً یہ علامات پائی جاتی ہیں۔ بلڈ پریشر بڑھنا، کمر کے نچلے حصے میں گردے کے مقام کی طرف تکلیف، پیشاب میں جلن، بار بار پیشاب آنا، مسلسل بخار رہنا، سانس پھولنا، چہرے اور پاؤں کا سوجنا، ذیابیطس کا مریض ہونا، پیشاب میں پیپ آنا، گھبراہٹ اور نیند کا نہ آنا اور تھکاوٹ محسوس کرنا۔ اگر کسی فرد کے گردے ناکارہ ہو جائیں تو اس کی زندگی بچانے کے لئے بالعموم تین طریقہ علاج استعمال کئے جاتے ہیں۔

1- پیراٹونیل ڈایالیسز Peratoneal dialysis

2- ہیموڈایالیسز Hemo dialysis

3- گردے کی پیوندکاری Kidney transplantation

پیراٹونیل ڈایالیسز

پیراٹونیل ڈایالیسز کا طریقہ کار آسان ہے اور اس کا استعمال خون کی کمی یا خون میں یوریا کا بڑھ جانا وغیرہ جس سے گردے کام کرنا بند کردیتے ہیں، میں گردوں کی صفائی کے لئے کیا جاتا ہے۔

ہیمو ڈایالیسز

جسم میں کسی بیماری انفیکشن یا خرابی کے باعث جب گردے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو خون میں زہریلے مادوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے جنہیں گردے عام حالات میں یورین کی صورت میں جسم سے خارج کردیتے ہیں۔ جب گردے خراب ہو جاتے ہیں تو خون کی صفائی کے لئے گردوں کا متبادل طریقہ مشین کے ذریعے سرانجام دیا جاتا ہے اور اسی کو ڈایالیسز کہا جاتا ہے۔

گردے کی پیوند کاری

کچھ صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ گردے اچانک کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں ڈایالیسز کے عمل سے خون کی صفائی کی جاتی ہے تاکہ وقتی طور پر گردوں کو آرام دیا جاسکے ممکن ہے کہ گردے دوبارہ کام کرنا شروع کر دیں لیکن اگر گردے کام کرنا شروع نہیں کرتے تو زندگی بچانے کے لئے گردے کی پیوند کاری یعنی کڈنی ٹرانسپلانٹیشن کا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

گردوں کی پتھری

ایسے ممالک جن میں گردے کی پتھری دوسرے ممالک کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے محققین نے ایسے ممالک کی پٹی کو "اسٹون بیلٹ" کا نام دیا ہے اور ہمارا ملک پاکستان بھی اس پتھریلی پٹی میں شامل ہے۔ گردوں میں پتھری بننے کا اصل سبب تاہم معلوم نہیں کیا جاسکا ہے اور مختلف ماہرین کا اس بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ معالجین کے مطابق ہماری غذا میں مختلف اجزاء موجود ہوتے ہیں جن میں کیلشیم، فاسفورس، آگزیلیٹس وغیرہ شامل ہیں۔ غذائی بے اعتدالی اور پانی ضرورت سے کم پینے کے سبب فاسفیٹ، کیلشیم، آگزیلیٹ یا یوریٹس گردوں میں تہہ نشین ہوجاتے ہیں اور جم کر پتھری کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔

علامات

ایسے مریض جو گردے کی پتھری میں مبتلا ہوتے ہیں ان میں عموماً یہ علامات پائی جاتی ہیں کمر میں گردوں کی طرف درد محسوس ہوتا ہے جو کبھی ٹیسوں کی شکل اختیار کرلیتا ہے، پیشاب کی بار بار حاجت ہوتی ہے اور بعض اوقات پیشاب میں خون شامل ہوجاتا ہے یا پیشاب کے بعد خون گرنے لگتا ہے۔ چلنے پھرنے یا کوئی سخت جسمانی کام کرنے سے گردوں میں شدید تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ گھریلو طریقے پر اگر پتھری ٹیسٹ کرنی ہو تو کسی صاف شیشے یا چینی کے برتن میں شام کو پیشاب رکھ لیں صبح جب اس کو دیکھیں گے تو اس میں سرخ، بھورے یا سفید رنگ کے اجزاء دکھائی دینگے۔

پتھریاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں عام طور پر بننے والی اکثر پتھریاں کیلشیم اور آگزیلیٹ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اسی لئے معالج حضرات ابتداء میں پتھری کے مریضوں کو کیلشیم بند کردینے کا مشورہ دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہڈیاں کمزور ہوجاتی تھیں اور ذرا سی چوٹ سے ان کے ٹوٹنے کا خطرہ ہوجاتا تھا لیکن جدید تحقیقات سے اب یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ مناسب کیلشیم کا استعمال پتھری کے مریضوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتا ایک بالغ فرد کو روزانہ آٹھ سو ملی گرام کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ مقدار پتھری کے مریضوں کے لئے مضر نہیں ہے۔ گائے کے 24 اونس دودھ سے آٹھ سو ملی گرام کیلشیم جسم کو حاصل ہوجاتی ہے۔ بھینس کے دودھ میں کیلشیم کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور 16 اونس بھینس کا دودھ آٹھ سو ملی گرام کیلشیم مہیا کرتا ہے۔

پتھری بنانے والا دوسرا جزو آگزیلیٹ ہے ہمارے جسم کو آگزیلیٹ کی روزانہ 50 ملی گرام مقدار کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے زیادہ آگزیلیٹ کی مقدار سے پتھری کا خدشہ ہوتا ہے چائے کا استعمال پتھری کے مریضوں میں بہت نقصان دہ ہوتا ہے۔ کیونکہ 100 گرام چائے کی مقدار میں 165 سے 235 ملی گرام آگزیلیٹ ہوتا ہے جتنی زیادہ چائے تیز ہوگی اس میں آگزیلیٹ اتنا ہی زیادہ ہوگا ایسی غذاؤں میں آگزیلیٹ کی مقدار زیادہ ہوتی ہے جیسے چقندر، پالک، جامن، بھنڈی، کدو، شکر قند، تل، فالسہ، چاکلیٹ اور مغز والے خشک میوہ جات مثلاً بادام، پستہ اور اخروٹ وغیرہ ان سے جہاں تک ممکن ہو پرہیز کرنا چاہئے۔

پیورین ایک ایسا کیمیائی جز ہے جو یورک ایسڈ تشکیل دیتا ہے اور یورک ایسڈ بھی پتھری پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی غذائیں جن میں پیورین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اعتدال کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے ایک دن میں ماہرین کے مطابق ہمارے جسم

Scanned with CamScanner

کو 125 ملی گرام پیورین درکار ہوتی ہے۔ 125 ملی گرام پیورین کا مطلب ہے کہ ایک دن میں 100 گرام بکرے کا گوشت استعمال کیا جاسکتا ہے اور ایسی غذائیں جیسے مرغی، گوبھی، مٹر، ثابت اناج گندم وغیرہ پنیر، انڈے، دودھ، کافی اور کارن فلیکس وغیرہ اعتدال سے استعمال کرسکتے ہیں جب کہ مغز، گردے، کلیجی اور دیگر اعضاء کے گوشت وغیرہ سے پرہیز بہت ضروری ہے۔

گردہ میں پتھری کے علاج کے سلسلے میں پتھری کی نوعیت اور اس کے سائز کا علم ہونا بہت ضروری ہوتا ہے بعض پتھریاں چھوٹی ہوتی ہیں جب کہ بعض بڑی ہوجاتی ہیں۔ بڑی پتھریوں یا آگزیلیٹ ویوریٹس کی پتھریوں کا بغیر آپریشن نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ان کے لئے آپریشن کرانا مناسب ہے جب کہ اکثر چھوٹی پتھریاں درج ذیل نسخوں سے رفع ہوجاتی ہیں۔

⊙ .... بوائل پانی کا بکثرت استعمال۔

⊙ .... بتھوے کا ساگ روزانہ استعمال کرنا۔

⊙ .... ایک چمچ پیاز کا پانی روزانہ نہار منہ صبح پینے سے بھی پتھریوں کے اخراج میں فائدہ ہوتا ہے۔

⊙ .... روغن زیتون کا استعمال بھی پتھری توڑ کر جسم سے باہر خارج کرنے کا سبب بنتا ہے۔

⊙ .... سویا اور بتھوئے کا ساگ بکثرت استعمال کرنا بھی بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔

گردے کے امراض کا روحانی علاج

معروف روحانی اسکالر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے گردوں کے مریضوں کے لئے جو روحانی علاج تجویز فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ک م ن ق

الملك	القدوس	الرحمن	الرحيم
۷۹۵	۷۹۵	۷۹۵	

مندرجہ بالا نقش مومی کاغذ پر تحریر کرکے سبز رنگ کے کپڑے میں تعویز بنا کر گلے میں پہن لیں۔ اس کے علاوہ یہی نقش کھانے کے سبز رنگ سے چینی کی پلیٹ یا مومی کاغذ پر تحریر کرکے رنگ وروشنی سے علاج کے اصول پر تیار کئے گئے بینگنی شعاعوں کے پانی سے دھو کر صبح وشام پئیں۔

⊙ .... پھلوں میں خربوزے کا استعمال مفید ہوتا ہے۔

⊙ .... پتھری سے اٹھنے والے درد میں بابونہ، سویا، خطمی اور برگ کرم کے ہلکے گرم جوشاندے سے گردوں کے مقام پر سکائی کرنا درد میں افاقہ کرتا ہے۔

ایسے افراد جن کے خاندان میں پتھری کا مرض ہو یا وہ افراد جو پتھری میں مبتلا رہ چکے ہوں انہیں شفا کے بعد بھی غذائی احتیاط جاری رکھنی چاہئے تاکہ پتھری بننے کا عمل دوبارہ نہ ہو۔

پانی

گردے میں پتھری اور گردے کے دیگر امراض میں پانی کا استعمال بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ گردے کی اکثر پتھریاں کیلشیم اور آگزیلیٹ سے بنتی ہیں اور یہ کیمیائی اجزاء عام طور پر پیشاب میں پائے جاتے ہیں اور جب ان کی مقدار ایک خاص سطح سے بڑھ جاتی ہے تو یہ قلمی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ پانی زیادہ پینے سے ان کی زائد مقدار پیشاب کے ذریعے خارج ہوجاتی ہے اس لئے جب بھی پیشاب کی ضرورت ہو اس سے فراغت حاصل کرنے میں دیر نہیں لگانی چاہئے کیونکہ اس سے مثانے اور گردے میں درد ہونے کے علاوہ پتھری بننے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

شہد کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے

فيه شفاء للناس

ترجمہ : اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔

کئی احادیث نبوی ﷺ میں بھی شہد کی شفائی خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں۔

شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ شہد کئی امراض کے لئے شفاء ہے۔ بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ جلد کی حفاظت کرتا ہے۔ دماغ ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔ جنسی کمزوری کو دور کرتا ہے قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

عظیمی لیبارٹریز پاکستان کے شمالی علاقوں سے حاصل ہونے والے شہد کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے

AZEEMI's FLORA HONEY

عظیمی لیبارٹریز کا پیک کردہ فلورا ہنی کراچی میں دو طرح کی پیکنگ میں دستیاب ہے

بڑی پیکنگ 120روپے
چھوٹی پیکنگ 65روپے

مندرجہ ذیل اسٹاکسٹ سے دستیاب ہے۔

ہول سیل اسٹاکسٹ

اتحاد انٹر پرائزز۔ ڈینو ہال
دار الشفاء ٹریڈرز۔ ڈینو ہال
برہانی یونانی اسٹور۔ نیپیئر روڈ

خواجہ اسٹور۔ صدر
صدر میڈیکل اسٹور۔ صدر
ابراہیم سنز۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر
مسلم اسٹور۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر

قادری جڑی بوٹی اسٹور۔ لانڈھی
عرفان قادری اسٹور۔ لانڈھی
طلحہ ٹریڈرز۔ واٹر پمپ فیڈرل بی ایریا
خالد یونانی اسٹور۔ میٹروول سائٹ

تادیر جوان رہئے

دنیا کے تقریباً ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ سدا جوان رہے۔ اگر خاص طرزِ زندگی اور طرزِ فکر اختیار کی جائے، مناسب غذا لی جائے اور اس کے ساتھ ہی دی گئی آسان ورزش بھی کریں تو آپ طویل عرصے تک بڑھاپے کو خود سے دور رکھنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

محمد فرخ خان

انسان کی متوقع عمر کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی ماہرین روحانیت کے مطابق ایک انسان جو اس دنیا میں آتا ہے اپنے اندر پانچ ہزار سال تک زندہ رہنے کی روشنیاں یا توانائی لے کر آتا ہے لیکن اپنی بے اعتدال زندگی کے باعث پچاس ساٹھ سال بھی تندرست نہیں رہ پاتا اور مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر اجل کے سفر پر روانہ ہوجاتا ہے۔ انسان کی عمر جتنی بھی ہو زندگی سے بھرپور انداز میں وہی شخص لطف اندوز ہوتا ہے جو بڑھاپے سے دور ہو کیونکہ جوانی رخصت ہوتے ہی انسانی زندگی میں کمزوریاں، لاچاریاں، امراض اور تکالیف یکے بعد دیگرے تسلسل سے آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ سدا جوان رہنے یا جوانی کی واپسی میں ایک ہارمون سوماٹوٹروپین **Somatotropin** بہت اہم کردار ادا کرتا ہے جسے پچوٹری گلینڈ خارج کرتا ہے۔ یہ ہارمون کم عمری میں ہمارے خون کے دھارے میں بڑی مقدار میں شامل ہوتا ہے۔ دس سے بیس سال کے وسط میں اس کا اخراج انتہا پر ہوتا ہے لیکن بڑھاپے میں پچوٹری گلینڈ یہ ہارمون کم کردیتا ہے اور جوانی کے مقابلے میں یہ ہارمون 15 سے 20 فیصد رہ جاتا ہے۔

سوماٹوٹروپین ہارمون جو پچوٹری گلینڈ قدرتی انداز میں تیار کرتا ہے کو مصنوعی طور پر تیار کیا گیا اور طبی دنیا کے ایک ممتاز رسالے "نیو انگلینڈ جرنل آف میڈیسن" نے اپنی اشاعت میں اس ہارمون کے استعمال کے تجربات تحریر کیے کہ اس سے لٹکی ہوئی پتلی جلد سمٹ کر مضبوط ہوجاتی ہے، ڈھیلے ہوئے پٹھے دوبارہ سخت ہوجاتے ہیں، جسم میں چربی کی مقدار میں 14.4 فیصد کمی ہوجاتی ہے۔ عمر کم لگنے لگتی ہے اور بچپن و نوخیزی کی پھرتی و لچک بحال ہوجاتی ہے۔ لیکن اس دوا کے منفی اثرات میں جوڑوں کا ورم، ہڈیوں کا مسام دار ہوجانا، حرارت برداشت نہ کرنا، ہڈیوں کا زیادہ لمبا چوڑا ہوجانا، سر اور ہاتھ پیر کی ہڈیوں کا بڑھ جانا اور ذیابیطس جیسے امراض سامنے آئے دوسرا یہ کہ اس دوا کے بند کرتے ہی تمام فوائد غائب ہوجاتے ہیں کیونکہ سوماٹوٹروپین مصنوعی طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے اور پچوٹری گلینڈ اسے تیار نہیں کرتا۔ اگر کسی طریقہ سے پچوٹری گلینڈ کی تحریک میں اضافہ کردیا جائے تو سدا جوان رہنے میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ مابعد الطبیعات میں یوگ کے اصولوں پر ریسرچ کے دوران یہ بات دریافت ہوئی کہ یوگ کی سانس کی مشقیں دماغی گلینڈز کی تحریک میں

Scanned with CamScanner

اضافہ کر دیتی ہیں جس کے باعث یوگی سو دو سو سال کی جوان زندگی بھی پا سکتے ہیں۔ ذیل میں سانس کی ایک ایسی ورزش تحریر کی جارہی ہے جس سے پچوٹری گلینڈ کی تحریکات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

پچوٹری گلینڈ کو تحریک دینے والی آسان اور بے ضرر ورزش:- آلتی پالتی مار کر یا دوزانو ہو کر بیٹھ جائیے۔ کمر اور گردن بالکل سیدھی رہیں۔ جسم ڈھیلا ہو، دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی کو ہتھیلی کے وسط سے ملا دیجئے۔ اب ناک کے دائیں نتھنے کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے بند کر دیجئے اور پھیپھڑوں میں موجود تمام ہوا کو بائیں نتھنے سے خارج کر دیجئے اور پھر بائیں نتھنے سے ہی چار تک گنتے ہوئے آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچئے یعنی چار سیکنڈ تک سانس لیجئے۔ ذہن کو سانس کے بہاؤ پر مرکوز رکھئے۔ جب آپ چار تک گن چکیں تو دونوں نتھنوں کو انگوٹھے اور تیسری انگلی کی چٹکی بنا کر نرمی سے بند کر دیجئے۔ چار سیکنڈ تک سانس کو روکے رکھیں۔ اب انگوٹھے کو دائیں نتھنے سے ہٹا لیجئے اور اسی نتھنے سے آٹھ تک گنتے ہوئے آہستہ آہستہ سانس باہر نکالیں۔ سانس نکالتے وقت دگنی گنتی اس لئے گنی جاتی ہے کہ پھیپھڑوں سے تمام ہوا اچھی طرح نکل جائے۔ بائیں نتھنے کو چھنگلی اور تیسری انگلی کی مدد سے بند رہنے دیں اور دائیں نتھنے سے چار تک گنتے ہوئے سانس لیجئے۔ چار تک پہنچتے ہی دائیں نتھنے کو بھی انگوٹھے سے بند کر دیجئے۔ چار سیکنڈ تک سانس کو روکے رکھئے اس کے بعد تیسری انگلی اور چھنگلی کو ہٹا کر آٹھ تک گنتے ہوئے سانس آہستہ آہستہ بائیں نتھنے کے ذریعے نکال دیجئے یہ ہوا ایک چکر ایسے پانچ چکر مکمل کریں۔ عادت ہو جانے کے بعد ان چکروں کی تعداد بڑھا کر گیارہ تک لے جائیں اور معمول بنا لیں۔ اس ورزش کو مسلسل کرنے سے اعصاب دوبارہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور جلد جوان ہونے لگتی ہے۔

بحرین میگزین میں ڈاکٹرز کی ایک تحقیقی رپورٹ شائع ہوئی جس میں ایسے افراد جو سو سال کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور صحت مند تھے ان سب کی رائے کا نچوڑ بتایا گیا تھا اس میں سے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

- ... روزانہ غسل اور ورزش سے جسم کو تروتازہ رکھنا۔
- ... کھلی ہوا میں سونا اور صبح کی صاف ہوا میں گہرے سانس لینا۔
- ... سبزیوں کا زیادہ استعمال۔
- ... غم اور تفکرات سے ممکن حد تک دوری۔
- ... جب کہ ہانگ کانگ کے ایک **100** سالہ پادری فادر گاؤسیگان نے بالکل مختلف بات بتائی جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ کی اس طویل عمری میں عمدہ صحت کا راز کیا ہے۔ تو اس نے بتایا "مجھے موت کا کوئی خوف نہیں ہے میں اپنی موت کی ہر وقت توقع رکھتا ہوں لیکن ہر روز جب صبح کو اٹھتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ میں ابھی تک زمینی زندگی بسر کر رہا ہوں"۔

طویل عمری میں جوانی قائم رکھنے میں کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر ایچ سی ہرمن نے بہت تحقیقات کیں اور اس نے جوان رہنے میں جس غذا کو سب سے موثر قرار دیا وہ روزانہ استعمال ہونے والا دودھ ہے پروفیسر لیرسن کے مطابق اگر بکری کا دودھ روزانہ استعمال میں رکھا جائے تو عمر بھر جوانی قائم رہ سکتی ہے۔ ویسے اطباء کے نزدیک شدید سردیوں میں بکری کا دودھ استعمال کرنا زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ سرد مزاج ہوتا ہے۔ سدا جوان رکھنے والی خوراکوں میں ایک بہت اہم غذا شہد بھی ہے۔ رومن مورخ پلوٹارک نے سدا جوان رکھنے والے ایک نسخے کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ روم میں اطباء جوان رہنے کے لئے شہد کا اس طرح استعمال بتایا کرتے ہیں کہ صبح ناشتے سے پہلے دودھ میں شہد ملا کر استعمال کیا جائے جب کہ شام کے کھانے سے پہلے تقریباً تین گلاس پانی کو شہد سے میٹھا کر کے پیا جائے تو جوانی تادیر قائم رہتی ہے۔

رضیہ سلطانہ

دمہ اور کھانسی

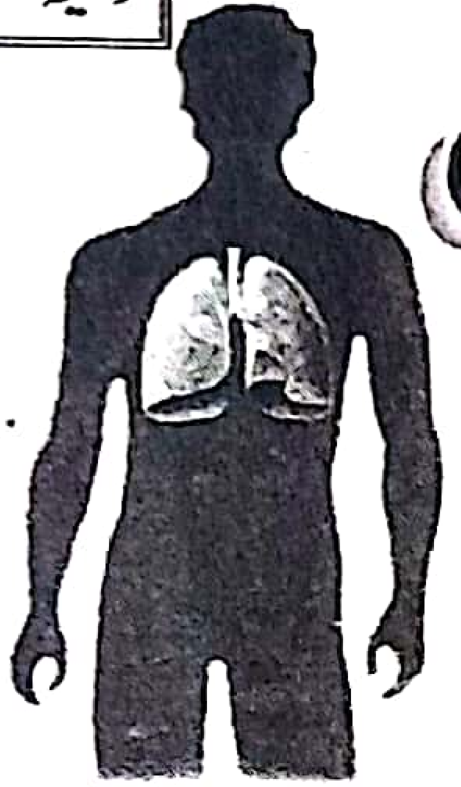

سانس بہت زیادہ پھولنا یا پسلی چلنا دمے کی علامات ہیں
دنیا کے لاکھوں انسان اس تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہیں
زیر نظر مضمون میں ہم گھریلو اشیاء کے ذریعے
دمہ اور کھانسی کا علاج پیش کر رہے ہیں۔

روزنامہ جنگ کی ایک خبر کے مطابق پاکستان میں امراض سینہ و دمہ کا تیزی سے پھیلاؤ تشویشناک ہے اور پورے ملک میں اس وقت پچاس لاکھ سے زائد افراد دمہ اور سانس کی بیماریوں میں مبتلا ہیں ڈاکٹر ندیم رضوی نے سانس اور پھیپھڑوں کی بیماریوں کی بنیادی وجہ ماحولیاتی آلودگی، دھواں اور سگریٹ نوشی بتائی ہے۔ پچھلے چند سالوں میں پوری دنیا میں سانس اور دمے کے مرض کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا ہے۔

1999ء میں شمار کے مطابق ایک کروڑ بیس لاکھ افراد دنیا بھر میں سانس کی بیماری اور دمہ کا شکار تھے۔ جرمنی میں دمہ کے چالیس لاکھ مریض، امریکا میں پانچ ہزار افراد سالانہ اس بیماری سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جاپان میں اس کے مریضوں کی تعداد تیس لاکھ اور ہندوستان میں بیس لاکھ تھی۔ دمہ عام طور پر بچپن میں شروع ہوتا ہے۔ برازیل، کوسٹاریکا، پناما، پیرو اور یوراگوئے میں اس مرض سے 20 سے 30 فیصد بچے اور انڈیا میں پانچ سے گیارہ برس کی عمر کے تقریباً 15 فیصد بچے متاثر ہیں۔

دمہ اور سانس کی بیماریوں کے تیزی سے اضافہ کے سبب امریکا میں اس کے اخراجات 65 کروڑ ڈالر سالانہ سے بڑھ گئے ہیں جب کہ برطانیہ میں 20 کروڑ ڈالر سالانہ اور آسٹریلیا میں پانچ کروڑ ڈالر سالانہ کے اخراجات ہیں۔ کھانسی کے ان دوروں کو جنہیں دمہ کہا جاتا ہے کئی اسباب ہوتے ہیں خاص کر شیر خوار بچوں کو گھر کی چیزوں سے الرجی ہو جاتی ہے جیسے بستر، دریاں، قالین اور صوفوں کے گرد و غبار سے بعض اوقات بلیوں اور لال بیگوں سے بھی کچھ بچے متاثر ہو جاتے ہیں اور بہت سے گھروں میں یہ بیماری موروثی ہوتی ہے۔ تمباکو کے دھوئیں اور بہت سے کیمیائی مرکبات بھی کھانسی کے دوروں کا سبب بن سکتے ہیں خاص کر ان کارخانوں یا فیکٹریوں میں جہاں کیمیکلز استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ افراد میں بعض دواؤں سے بھی یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً اسپرین اور ورم دور کرنے والی کچھ دوائیں، شہروں میں آلودگی کی زیادتی یا سرد ہوائیں بھی سانس کی بیماریاں پیدا کر دیتی ہیں۔

سانس کی نالی میں انفیکشن سے بھی دمہ ہو جاتا ہے اس لئے کھانسی کے مرض کو ضرور اہمیت دینی چاہئے کیونکہ یہ دمہ کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ دمہ کی صورت میں سانس پھول جاتا ہے اور خرخراہٹ ہوتی ہے سانس کی نالیوں میں سوزش ہو جاتی ہے۔ اور وہ متورم ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے تشنج کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے پھیپھڑوں کی نالیوں میں ورم آجاتا ہے ان کی اندرونی جھلی

سوج کر تنگ ہو جاتی ہے جس کے باعث پھیپھڑوں میں جانے والی ہوا کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور بار بار کھانسی کے دورے پڑتے ہیں۔

اس صورت میں یہ احتیاط ضرور کرنی چاہئے کہ جس چیز سے دورے میں شدت آجاتی ہے اس سے دور رہا جائے دمہ کے علاج میں وقت لگتا ہے اور معالج ہلکے اور شدید دمہ کے لحاظ سے ادویہ تجویز کرتے ہیں ایسے افراد جن کے گھر میں دمہ کا مرض موروثی چلا آرہا ہو ان میں اگر کوئی فرد کھانسی کا شکار ہو جائے تو اسے کھانسی پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ذیل میں کچھ ایسے نسخے دیئے جارہے ہیں جو دمہ اور کھانسی میں بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔

⊙... کھانسی اور دمہ کے لئے آکھ (آک) یا مدار کا نمک مفید ثابت ہوا ہے۔ آکھ کا نمک تیار کرنے کے لئے آکھ کے پودے کو کاٹ کر خشک کرلیں اور اس کو جلا کر اس کی راکھ 500 گرام کو 4 لیٹر پانی میں گھولیں اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد چند بار ہلا کر رکھ دیں بارہ گھنٹے بعد اوپر کا صاف پانی نتھار کر ایک صاف کڑاہی میں ڈالیں اور دھیمی آنچ پر پکائیں جب تمام پانی خشک ہو جائے گا تو کڑاہی کی تہہ میں سفوف رہ جائے گا یہی سفوف آکھ کا نمک یا نمک مدار کہلاتا ہے۔

کھانسی اور دمہ کے لئے ایک رتی نمک کھا کر اوپر سے خالص شہد 5 گرام استعمال کریں یہ خوراک عموماً صبح شام استعمال کرائی جاتی ہے۔ آکھ کا پودا عام طور پر میدانوں اور قبرستانوں میں موجود ہوتا ہے بہت سے لوگ اسے دودھ کا پودا بھی کہتے ہیں کیونکہ اگر اس کا پتا توڑا جائے تو اس میں سے دودھ نکلنا شروع ہو جاتا ہے عام حالت میں یہ زہریلا ہوتا ہے۔

⊙... گیہوں کے آٹے کی بھوسی چائے کے دو چمچوں کے برابر اور عناب 5 دانے ان دونوں کو دو پیالی پانی میں جوش دے کر چھان کر پلانے سے بھی کھانسی میں آرام آجاتا ہے۔ صبح اور رات دونوں وقت پینے سے سینے کی خشکی بھی رفع ہو سکتی ہے۔

⊙... خشک کھانسی کے لئے تین گرام میتھی کے دانے (تخم میتھی)، سپستاں سات دانے اور خولنجان تین گرام یہ تینوں دوائیں صبح و شام پانی میں جوش دے کر پلانے سے کھانسی میں افاقہ ہو جاتا ہے۔

⊙... خشک کھانسی میں خالی گیہوں کی بھوسی کا جوشاندہ بھی فائدہ مند ہوتا ہے بھوسی نکالنے کے لئے موٹا پسا ہوا آٹا باریک چھلنی سے چھان لیں اس میں سے جو بھی بھوسی نکلے اس کا ایک چمچہ لیں اور پانی میں چائے کے انداز میں جوش دیں اس میں ہلکا میٹھا ملایا جاسکتا ہے یہ صبح نہار منہ پینا مفید ہوتا ہے۔

⊙... دمہ کے مرض میں علاج کسی اچھے معالج کی نگرانی میں مناسب رہتا ہے ویسے تلسی 6 گرام اور دمہ بوٹی 6 گرام جوش دے کر چھان کر کم از کم رات کو سوتے وقت مہینہ بھر پلانے سے اکثر مریضوں میں مفید پایا گیا ہے۔

⊙... ہوا کی نالیوں اور گلے میں خراش کے لئے بہدانہ دس بارہ بیج منہ میں ڈال کر روزانہ چوسنے سے اس کا لعاب فائدہ مند ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ تخم میتھی 6 گرام، بہدانہ 3 گرام ایک کپ پانی میں جوش دے کر پینے سے جلد فائدہ ہوتا ہے۔

⊙... کھانسی کے دورے میں ادرک کا رس 3 گرام اور شہد 10 گرام ملا کر کھانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ یہی خوراک اگر صبح دوپہر اور شام استعمال کی جائے تو اکثر دمہ میں بھی مفید ہے۔

⊙... کھانسی، گلے کی خراش یا دمہ وغیرہ کے لئے آپ کوئی بھی نسخہ استعمال کریں لیکن علاج کے دوران پرہیز بہت ضروری ہوتا ہے۔ سالن میں چکنائی اور گرم مسالہ کم استعمال کریں۔ چٹ پٹی چیزوں، بادی، قابض اور ترش اشیاء جیسے آلو، مٹر، چاول، چنے کی دال، لوبیا، بڑا گوشت، سیب، کنو، مالٹے، لیموں، نارنگی اور کیلا وغیرہ کھانے سے پرہیز رکھیں۔

Scanned with CamScanner

نصر عباسی

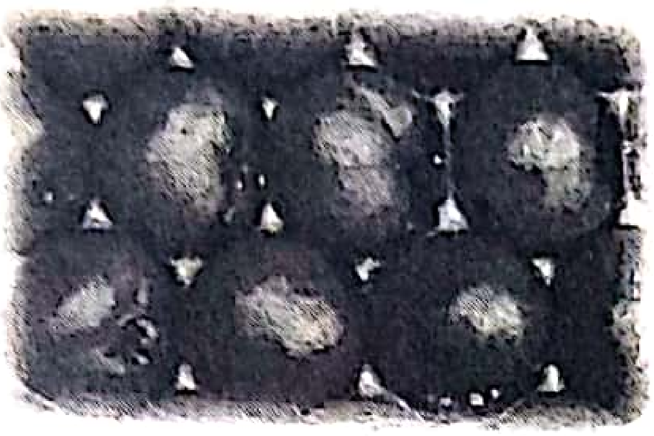

بیر

موسم بہار کا مشہور پھل

اگر آپ کا کسی ایسی جگہ سے گزر ہو جہاں مختلف اقسام کے درخت ہوں اور وہاں کسی درخت کے نیچے بچے ہاتھ میں پتھر اٹھائے ہوئے ہوں تو یقین کر لیجئے یہ بیر کا درخت ہے اور بچے بیر توڑنے کی جستجو میں مصروف ہیں کیوں کہ سب سے زیادہ پتھر بیر کے درخت پر پھینکے جاتے ہیں۔ بیر کے درخت کو عربی میں "درخت سدرہ" اور پھل کو "پھل نبق" اور انگریزی میں "جوجولی فروٹ" Ju ju be کہتے ہیں۔

بہار کے موسم کی آمد کے ساتھ ہی درختوں پر لال، سنہرے بیر نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کا ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے۔ بیر اپنی تاثیر اور لطافت میں کسی بھی طرح سیب سے کم نہیں ہوتا۔ یہ ایک بہت ہی عام، سستا اور ہر دل عزیز پھل ہوتا ہے۔ اسے غریبوں کا سیب بھی کہا جاتا ہے۔

غذائی اجزاء:- بیروں کی سو گرام مقدار میں درج ذیل غذائی اجزاء موجود ہوں گے۔ وٹامن A 400 بین الاقوامی یونٹ، وٹامن B تھایامین 0.02 ملی گرام، رائبو فلاوین 0.04 ملی گرام، نایاسین 0.9 ملی گرام، وٹامن C 69 ملی گرام، پروٹین 1.2 گرام، نشاستہ 27.6 گرام، کیلشیم 29 گرام، فولاد 0.5 ملی گرام اور فاسفورس 37 ملی گرام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بیر کھانے سے 105 حرارے حاصل ہوتے ہیں۔

بیر کی اقسام :- بیر کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔
1- پیوندی بیر 2- تخمی بیر 3- جنگلی بیر

پیوندی بیر:- یہ بیر وزن اور حجم کے اعتبار سے دوسری اقسام کی نسبت بڑے ہوتے ہیں اور تقریباً ایک سے دو انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ ان کی شکل لمبوتری ہوتی ہے۔ جب کہ گودا سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ بیر ذائقہ میں میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں۔ انہیں بیری بھی کہا جاتا ہے۔

تخمی بیر:- یہ بیر جسامت کے لحاظ سے گول ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ سرخ اور گودا کم ہوتا ہے ان کا ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے۔ انہیں کاٹھے بیر بھی کہا جاتا ہے۔

جنگلی بیر:- بیر کی یہ قسم بہت ہی چھوٹے سائز پر مشتمل ہے۔ یہ تقریباً مٹر کے دانوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ زرد یا سرخ ہوتا ہے۔ ان بیروں کا ذائقہ کھٹا ہوتا ہے۔ انہیں جھڑبیری یا کوکنی بیر بھی کہا جاتا ہے۔ جھڑبیری کے بیر درختوں کے بجائے چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں اُگتے ہیں۔ ان جھاڑیوں میں پتوں کی نسبت کانٹے زیادہ نظر آتے ہیں۔ یہ جھاڑیاں بکریوں کی مرغوب ترین غذا ہیں۔ یہ جھاڑیاں زیادہ تر بنجر زمین پر اگتی ہیں۔

پیوندی بیر کو غذائیت کے لحاظ سے تمام اقسام پر فوقیت حاصل ہے۔ اس بیر میں پروٹین، شکر، فاسفورس، سوڈیم اور وٹامن A،B،C پائے جاتے ہیں نیز پیوندی بیر غذائیت اور توانائی فراہم کرتے ہیں جب کہ تخمی بیر اور جنگلی بیر دیر سے ہضم ہوتے ہیں اور کھٹے ہونے کے باعث گلے کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔

بیر تاثیر کے لحاظ سے سرد و خشک ہے۔ چنانچہ پھیپھڑوں کے لئے بھی مفید ہے۔ سوکھے ہوئے بیروں کو عناب کہا جاتا ہے اور وہ جوشاندے کا ایک اہم جزو ہوتا

ہے۔بیر آنکھوں کی بینائی بڑھانے میں مفید پھل ہے۔

بیر کے درختوں پر لاکھ اور ریشم کے کیڑے بھی پالے جاتے ہیں۔ویسے تو یہ کیڑے شہتوت کے درختوں پر پلتے ہیں لیکن ان کی کمی یا عدم موجودگی میں بیر ایک عمدہ متبادل ہے۔ مختلف ممالک میں اس کے کامیاب تجربات کئے جا چکے ہیں۔بیر آنتوں کے کیڑے مارنے اور مانع تشنگی میں مفید ہوتا ہے۔بیر کو کچا کھانا بھی فائدہ مند ہے اس لیے کہ یہ قابض ہوتا ہے اور آنتوں کے زخموں کے لیے بے حد مفید ہے۔

بلڈ پریشر اور مٹاپے سے نجات کے لئے ایک وقت کے کھانے کے بجائے بیر کھانا فائدہ مند ہوتا ہے۔بیر میں موجود فاسفورس سے دماغ اور اعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔بیر میں کیلشیم کی وافر مقدار ہونے کی وجہ سے بال اور ہڈیاں خوب بڑھتی ہیں۔بیر کو مختلف طریقوں سے استعمال کرنے سے حسب ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

حسن و صحت:- چہرے کی خوبصورتی اور حسن ودلکشی کے لئے بیر کا استعمال مفید ہے۔بیر کے خشک کٹے ہوئے پتوں کے سفوف کو ابٹن کی طرح چہرے اور جسم پر ملنے سے چہرے کا رنگ صاف اور نکھر جاتا ہے۔اس کے علاوہ بیر کی پتیوں سے سر دھونے سے نہ صرف سر کی صفائی ہوتی ہے بلکہ بال بڑے اور گھنے ہو جاتے ہیں۔اس کی پتیوں سے سر دھونے سے سر کے بالوں کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور بال گرنا بند ہو جاتے ہیں۔

اعصابی کمزوری اور تھکن:- اعصابی کمزوری کی وجہ سے جلد تھک جانا، بھوک کم ہونا اور جوڑوں کے درد کی شکایات میں بیری کے درخت کی جڑ شافی علاج کا باعث ہو سکتی ہے۔ جڑ دھو کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ان جڑوں کے ٹکڑوں کی مقدار سو گرام لے کر 750 گرام پانی میں رات بھر کے لئے بھگو دیں۔ صبح ہونے کے بعد اسے اتنا جوش دیں کہ صرف ایک پیالی رہ جائے۔اب اس کو چھان کر اس میں حسب ذائقہ شکر ملا کر دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

نظام ہضم کے امراض

بھوک کی کمی:- جن افراد کو بھوک کم لگتی ہو۔کھانا صحیح طور پر ہضم نہ ہو رہا ہو، غذا کی نالی میں جلن اور گیس کی شکایت رہتی ہو تو وہ صبح ناشتے میں 125 گرام سے آدھا کلو تک یا حسب خواہش بیر کھایا کریں کچھ ہی عرصے میں مذکورہ شکایات میں فرق پڑے گا۔

اگر غذا بالکل بھی ہضم نہ ہو رہی ہو اور دستوں کی صورت میں خارج ہو جاتی ہو تو بیروں کو خشک کر کے 60 گرام سفوف، ایک بڑی الائچی اور چھ گرام سفید زیرہ ہلکی آنچ پر بھون کر سب چیزوں کو اچھی طرح ملا لیں اور دن میں دو یا تین بار ایک چمچہ سفوف پانی میں حل کر کے شکر ملا کر استعمال کریں۔

قبض:- قبض کی صورت میں بڑے اور میٹھے بیروں کا گودا اور چھلکا معمولی طور پر پیس کر پانی یا دہی کی پتلی لسی کے ساتھ پندرہ سے پچاس گرام تک صبح ناشتے سے قبل استعمال کرنے سے قبض دور ہو سکتا ہے۔

پیچش اور مروڑ:- اس طرح کی شکایات میں سوکھے بیر کی گٹھلی نکال کر صرف چھلکے کو باریک پیس لیں اور تقریباً 125 گرام پانی میں حسب ذائقہ شکر ملا کر پی لیں۔ صبح و شام اس ترکیب پر عمل کرنے سے چند روز میں دست بند ہو جاتے ہیں۔ مروڑ اور پیچش کے لئے کچا بیر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ جھڑ بیری یا جنگلی بیر کی جڑ 12 گرام اور کالی مرچ سات عدد پانی میں گھوٹ کر دن میں تین بار پینے سے پیچش کی شکایت کم ہو جاتی ہے۔

زخموں کے لئے:- بیر آنتوں کے زخموں کے لئے بہت فائدہ مند ہے، پسی ہوئی پتیوں کا نیم گرم لیپ کیڑوں کے کاٹے میں مفید ہے اور اسے زخموں پر باندھنے سے پیپ خارج ہو جاتی ہے۔

آج بھی بحیثیت مسلمان ہمارے ہاں بیری کے پتے سے ابالے ہوئے پانی سے مردے کو غسل دیا جاتا ہے۔اس کا سائنسی نظریہ یہ ہے کہ مردے کا جسم نرم پڑ جاتا ہے اور کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رہتا ہے۔

کلونجی

شرجیل بٹ

طبیبِ انسانیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کلونجی کے بارے میں فرمایا'' کالے دانوں میں موت کے سوا ہر مرض کی شفا ہے۔''

ابتدائی دور میں سر زمینِ روم پر کلونجی کے پودے موجود تھے۔ کلونجی کے پودے سونف کے پودوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اس کی شاخیں لمبی اور باریک ہوتی ہیں۔ رومی اطباء کلونجی کے دانوں سے مختلف بیماریوں کا علاج کرتے تھے پھر یونانی طبیبوں اور عرب اطباء نے روم سے حاصل شدہ اس اکسیری دوا پر تحقیق کی پھر آہستہ آہستہ کلونجی کا پودا دوسرے ممالک میں بھی کاشت ہونے لگا اور اب دنیا بھر میں محققین کلونجی کے فوائد پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ کلونجی کے پودے بڑے پیمانہ پر کاشت کئے جاتے ہیں یہ تقریباً 40 سینٹی میٹر بلند ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان کی مٹی بھی کلونجی کی کاشت کے لئے بہترین ثابت ہوئی ہے اسی وجہ سے اب کلونجی کثرت سے پیدا ہوتی ہے کلونجی کے بیج پیاز کے بیجوں سے مشابہہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگ انہیں پیاز کے بیج ہی سمجھتے ہیں۔ جب کہ کلونجی اور پیاز کے پودے بالکل الگ الگ ہوتے ہیں۔ کلونجی اور پیاز کے بیجوں میں اگر فرق کرنا ہو تو کلونجی کی پہچان یہ ہے کہ اسے اگر سفید کاغذ میں لپیٹ کر رکھا جائے تو کاغذ پر چکنائی کے دھبے لگ جاتے ہیں۔ کلونجی کو عربی میں حبۃ السودا اور فارسی میں ثونیز کہتے ہیں۔ آیورویدک اور لاطینی میں اس کو کالی جیری اور نگیلا سیڈ کے الفاظ سے پکارا گیا ہے جب کہ ان الفاظ کے معنی سیاہ زیرہ کے ہیں جو کہ ایک بالکل علیحدہ چیز ہے۔

طبیبِ انسانیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کلونجی کی تعریف کرتے ہوئے اسے بیماریوں سے شفا قرار دیا ہے۔ جب کہ بائبل میں بھی اس کا ذکر Black Cumin کے نام سے کیا گیا ہے۔ قدیم یونانی اطباء بھی مختلف امراض جیسے پیٹ کا پھولنا، آنتوں میں ہونے والا شدید درد، دردِ قولنج، ایام کا زیادہ ہونا، فالج، نسیان، رعشہ اور دماغی کمزوری وغیرہ میں کلونجی کو تنہا یا دیگر دواؤں کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ کلونجی کو خواتین کے امراض مثلاً ایام جاری کرنے میں اور دودھ کی افزائش وغیرہ میں بھی مفید پایا گیا ہے۔ کلونجی کے کیمیائی تجزیہ کے دوران کلونجی میں حراروں اور ضروری روغنی اجزاء کے علاوہ ساپونین، گلوکوز، رال دار مادے، البومین، ٹنگلین اور نامیاتی تیزاب بھی پائے گئے ہیں جو بہت سے امراض کے خلاف ڈھال کا کام کرتے ہیں۔ کلونجی کا مزاج گرم ہوتا ہے لیکن اس کی زبردست خاصیت یہ ہے کہ یہ گرم اور سرد دونوں طرح کے امراض کو دور کرتی ہے۔ کلونجی سے بے شمار امراض میں فائدہ ہوتا ہے جن میں سے چند کا ذکر کیا جارہا ہے۔

زکام:۔ بدلتے موسم میں عموماً افراد جب صبح اٹھتے ہیں تو چھینکوں کا دورہ شروع ہو جاتا ہے اور زکام کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس مرض میں کلونجی کو بھون کر کپڑے میں باندھ کر سونگھنا زکام کے لئے مفید ہوتا ہے۔ کلونجی کو فرائی پان یا توے پر بھونیں اور ململ کے کپڑے میں پوٹلی بنا کر ناک کے آگے نیم گرم حالت میں سینکیں اور ٹکور کریں ناک کھل جاتی ہے اور سانس بھی با آسانی آنے لگتی ہے۔

ذیابیطس:۔ پاکستان کے معروف ڈاکٹر خالد غزنوی نے کلونجی پر ریسرچ کرتے ہوئے ذیابیطس کے مرض پر تجربہ کیا جس کے لئے ڈاکٹر خالد غزنوی نے تین حصہ کلونجی کے بیج اور ایک حصہ کاسنی کے بیج ملائے اور ذیابیطس کے مریضوں کو روزانہ ناشتے کے بعد اس دوا کا ایک چھوٹا چمچہ کھانے کی ہدایت کی ایک ہفتہ تک متواتر استعمال کے نتیجے میں شوگر کے مریضوں کے خون میں گلوکوز کی مقدار کم ہونے لگی اور پیشاب میں شکر آنا بند ہو گئی۔ یہ تجربہ سینکڑوں مریضوں پر کیا جاچکا ہے اور

ذیابیطس کے لئے مفید ہے۔ لیکن ابھی تک اسے ذیابیطس کا حتمی علاج قرار نہیں دیا جاسکا ہے اور اس ضمن میں مزید تحقیق کی جارہی ہے۔

روغن کلونجی:- 50 گرام کلونجی کو ذرا کوٹ کر نصف کلو تلوں کے تیل میں ملا کر بہت ہلکی آنچ پر پکائیں۔ پھر اس روغن کو صاف کر کے رکھ لیں۔ اس تیل کی مالش گٹھیا، کمر کے درد، فالج اور لقوہ میں بھی مفید ہوتی ہے۔ روغن کلونجی پانچ سے پندرہ قطرے صبح وشام نیم گرم دودھ، چائے یا یخنی میں ملا کر استعمال کرنے سے بھی فالج، لقوہ، رعشہ، جوڑوں کے درد اور اعصابی کمزوری کو فائدہ ہوتا ہے۔ اعصابی تناؤ کی شکایت بھی آج کل بہت عام ہوگئی ہے اس کے لئے بھی کلونجی کا روغن شہد کے ساتھ استعمال کرنے سے اعصابی توانائی کے ساتھ ساتھ جسمانی لاغری کا بھی خاتمہ ہوسکتا ہے۔

چہرے میں کشش:- چہرے میں کشش اور خوبصورتی میں اضافہ کے لئے کلونجی کا یہ نسخہ بہت مفید پایا گیا ہے۔ صبح نہار منہ دانت صاف کرنے کے بعد ایک چٹکی کلونجی کے دانے کھالیں۔ اس کے بعد ایک گلاس پانی میں ایک چمچہ شہد گھول کر اس میں چند قطرے روغن زیتون کے ملالیں اور پی لیں۔ یہ نسخہ خوبصورتی میں اضافہ کے ساتھ حافظہ کی کمزوری، اعصابی کمزوری، ابتدائی درجہ کے رعشہ، فالج اور لقوے میں بھی مفید پایا گیا ہے۔

بھوک کی کمی:- گیس، معدے کی گرانی، بار بار ڈکار آنے یا بھوک میں کمی کی شکایات میں کلونجی، خشک پودینہ جنگلی اور فلفل دراز کوٹ چھان کر سفوف بنا کر رکھ لیں۔ کھانے کے بعد چھوٹا چمچہ یہ سفوف استعمال کرنے سے درج بالا شکایات جاتی رہتی ہیں اور طبیعت ہلکی ہوجاتی ہے۔

مثانے کی پتھری:- مثانے میں پیدا ہونے والی مختلف پتھریوں میں سے اکثر کے لئے کلونجی کا یہ نسخہ بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ کلونجی تین یا چار گرام، ایک گلاس پانی میں رگڑ کر شہد سے میٹھا کر کے پلائیں تو مثانے کی اکثر پتھریاں پیشاب کے راستے سے بھی خارج ہوجاتی ہیں لیکن معالج سے مشورہ کرنا بہتر ہے۔

جوڑوں کا پرانا درد:- جوڑوں کے درد کے لئے کلونجی، ہالوں اور میتھرے ایک ایک چھٹانک اور دیسی و خراسانی اجوائن آدھی آدھی چھٹانک یہ تمام دوائیں کوٹ چھان کر رکھ لیں صبح و شام سونف کے عرق (عرق بادیان) کے ساتھ یہ دوا ایک سے دو چائے کے چمچے استعمال کرنے سے جوڑوں کے پرانے درد، سوجن اور اکڑاؤ میں افاقہ دیکھا گیا ہے۔

ہچکی:- بعض اوقات ہچکی آنا شروع ہوتی ہے تو رکنے میں نہیں آتی کلونجی ہچکی کے لئے بھی مفید ہے۔ 3 گرام کلونجی کو باریک پیس کر 10 گرام مکھن میں ملا کر چٹائیں۔

بچوں کی بیماری:- بستر پر پیشاب کرنے والے بچوں کو بھی کلونجی کے استعمال سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کلونجی کو پیس کر مناسب مقدار میں شہد ملا کر معجون بنالیں اور یہ معجون بستر پر پیشاب کرنے والے بچوں کو سوتے وقت آدھی چمچی کھلائیں۔ یہ معجون پیشاب کی زیادتی کے مریضوں کے لئے بھی بہت مفید ہوسکتا ہے۔

کیڑے مکوڑے:- اگر گھر میں چیونٹیوں، کیڑے مکوڑے اور مچھروں کی بہتات ہوجائے تو کمروں اور گھر کے کونوں میں کلونجی کی دھونی دینے سے کیڑے مکوڑے دور ہوجاتے ہیں کلونجی کی اسی صفت کی وجہ سے قیمتی کپڑوں کے درمیان بھی کلونجی کو رکھتے ہیں تاکہ کپڑے کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رہیں۔

گھٹن اور کھانسی:- گرد و غبار یا دھوئیں وغیرہ سے سینہ جکڑ جانے سے بار بار کھانسی محسوس ہو، بلغم کا اخراج مشکل سے ہو اور سانس میں گھٹن محسوس ہونے لگے تو کلونجی تین ماشہ اور انجیر خشک 3 عدد، ایک پاؤ پانی میں دوبار جوش دیں اور اس جوشاندے میں شکر ملا کر صبح پی لیں شام یا رات کے وقت دوبارہ جوش دیں اور چھان لینے کے بعد میٹھا کر کے پی لیں۔

Scanned with CamScanner

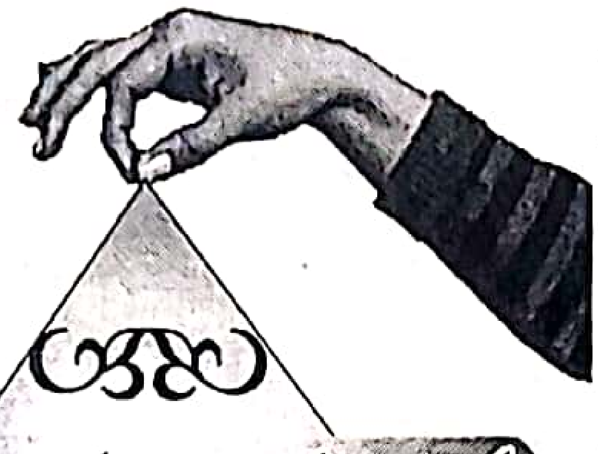

اپنے ہاتھوں اور پیروں کو خوبصورت بنائیے

"خوبصورتی وہی جو سب کو بھائے" یہ کہاوت تو آپ نے ضرور سنی ہوگی۔ حسن و دلکشی صرف چہرہ پر ہی موقوف نہیں ہے۔ ہاتھ اور پاؤں بھی آپ کی خوبصورتی اور دلکشی میں اضافہ کرتے ہیں لیکن اُس وقت جب کہ آپ ان پر توجہ دیں....

صدف قمر

مصر کی ملکہ قلو پطرہ جس کو نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے اپنے حسن کو نکھارنے اور سنوارنے کے لئے دودھ سے غسل کیا کرتی تھی۔ بر صغیر کی خواتین بھی اس دوڑ میں پیچھے نہیں تھیں اس مقصد کے لئے ہلدی، زعفران، صندل، بادام، سنتروں کا چھلکا، باقلے کا آٹا وغیرہ ابٹنوں کی شکل میں بنایا جاتا تھا۔ ملکہ نور جہاں گلاب کے پھولوں سے لئے پانی سے غسل کیا کرتی تھی۔ اسی پانی پر تیرتا روغن بعد میں عطر گل بنا۔ بر صغیر میں بناؤ سنگھار کی اصطلاح عورتوں کے زیبائش، حسن کے لئے مشہور ہے۔ اس میں سرمہ، کاجل، کنگھی، چوٹی، مانگ پٹی، گہنے، کپڑے کی سجاوٹ، چوڑی، مہندی وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر مضمون میں ہاتھوں اور پیروں کی نگہداشت اور انہیں خوبصورت بنانے کے لئے کچھ ضروری ہدایات دی جارہی ہیں۔

ہاتھوں کی حفاظت:۔ ہاتھوں اور ناخنوں کو زمانہ تاریخ سے مختلف حوالوں سے بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ کہیں انہیں وفاداری اور اطاعت شعاری سے تشبیہ دی گئی اور کہیں تحمل، برداشت اور حوصلے کی علامت سمجھا گیا۔ اگر واقعی زمانہ قدیم میں ہاتھوں اور ناخنوں کو ایسی زینت بخشی گئی اور انہیں تکریم کے قابل سمجھا گیا تو ضروری ہے کہ اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ہاتھوں اور ناخنوں کی دلجمعی کے ساتھ حفاظت کی جائے۔ اس کارِ خیر میں زیادہ محنت اور پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ چند آسان اور قدرتی طریقوں پر عمل کرتے ہوئے آپ اپنے ہاتھوں اور ناخنوں کو خوبصورت نرم وملائم اور ہموار بنا سکتی ہیں۔

اہم غذائیت بخش اجزاء:۔ اگر آپ کی خوراک میں غذائیت بخش اجزاء کی کمی ہے تو اس کا اثر ہاتھوں اور ناخنوں پر ضرور پڑتا ہے۔ غذائی اجزاء کا منفی یا مثبت اثر سب سے پہلے جسم کے ان اعضا پر پڑتا ہے جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے یعنی دل و دماغ۔ جب ہم بیمار ہوتے ہیں اور اپنے علاج کے لئے معالج کے پاس جاتے ہیں تو ڈاکٹرز سب سے پہلے ناخنوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔

اپنے ہاتھوں اور ناخنوں کی روزانہ صبح کے وقت بھرپور طریقے سے صفائی کریں۔ ناخنوں کی جڑوں کو ہلکے سے کھردرے برش کے ساتھ صابن لگا کر صاف کریں تاکہ مردہ کھال اور گرد وغیرہ صاف ہو جائے۔ اگر آپ اس طریقے کو معمول بنالیں تو چند دنوں میں واضح فرق محسوس کریں گی۔

ناخن نہ تو بڑھانا چاہیے نہ بہت مختصر رکھنے چاہئیں کیونکہ انگلیوں کے سرے ان کی حفاظت کے محتاج ہیں۔ ناخنوں کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے ناخن برش ایک اچھا آلہ ہے۔

صبح کے وقت ہاتھوں کو کسی اچھی کمپنی کے موئسچرائزر سے مالش کریں اور شام کے وقت اپنی جلد کی مناسبت سے کوئی اچھی کریم لگائیں۔ اسی طرح ناخنوں اور اس کی جڑوں پر اچھا سا چیپ اسٹک جس میں سن اسکرین بھی شامل ہو لگائیں تاکہ نمی برقرار رہ سکے۔ اگر چاہیں تو ایک دن میں ایک سے زائد مرتبہ بھی موئسچرائزر استعمال کر سکتی ہیں۔

رات کو سونے سے قبل نائٹ کریم جس میں وٹامن E اور لینولین شامل ہو اس کی ہاتھوں پر مالش کریں۔ وٹامن E ناخنوں کے لئے بھی مفید ہے اور لینولن ناخنوں کو ٹوٹنے سے روکتا ہے۔

ہاتھوں کو ملائم اور خوبصورت رکھنے کے لئے گندم کے چوکر اور ایلوویرا (گھیکوار) کے عرق کا آمیزہ بہت مفید ہوتا ہے۔ گندم کا چوکر تقریباً آدھا کپ لے کر بلینڈر میں ڈال کر بلینڈ کرلیں۔ ایک کھانے کا چمچہ ایلوویرا کا عرق شامل کر دیں۔ اس آمیزے کا تین سے چار منٹ تک ہاتھوں پر مساج کریں اور پھر ہاتھوں کو نیم گرم پانی سے اچھی طرح دھو کر خشک کرلیں۔

گلیسرین اور لیموں کے رس کو رات کے وقت سونے سے قبل ملا کر ہتھیلیوں پر ملنے سے ہاتھ خوبصورت، ملائم اور زندگی سے بھرپور ہو جاتے ہیں۔

ناریل کے تیل میں موم ملا کر رات کو سوتے وقت ہاتھوں پر مل لیجئے صبح نیم گرم پانی سے ہاتھ دھو لیجئے تقریباً ایک ہفتہ میں آپ کے ہاتھ ملائم ہو جائیں گے۔

ہاتھوں کی کھردری جلد کو ریشم کی مانند نرم و ملائم اور رنگ کو شفاف کرنے کے لئے مکھن 50 گرام، روغنِ بادام 50 گرام اور سفید موم (حکیمی موم) 50 گرام لیں۔ ان تینوں اجزاء کو ملا کر کڑاھی وغیرہ میں پگھلائیں۔ ٹھنڈا ہونے تک اسے پھینٹیں۔ اس آمیزے کو اپنے ہاتھوں پر لگا کر نیم گرم پانی سے دھولیں۔

دھوپ ہوا اور مٹی یہ تمام عناصر بھی ہاتھوں پر منفی اثرات ڈالنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ دھوپ میں زیادہ رہنے سے ہاتھوں کی جلد اپنی لچک کھو دیتی ہے اور اس طرح ہاتھوں پر جھریاں نمودار ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح مٹی اور ہوا جلد کی خشکی کا سبب بنتی ہے۔ چنانچہ اگر آپ کوئی ایسا کام کر رہی ہیں جس میں مٹی اور دھوپ وغیرہ لگنے کا اندیشہ ہو مثال کے طور پر باغبانی وغیرہ تو دستانے ضرور استعمال کریں اور دھوپ میں نکلنے سے پہلے ہاتھوں پر اچھا سا Sun screen لوشن ضرور لگالیا کریں تاکہ دھوپ ہاتھوں کو نقصان نہ پہنچائے۔

پیروں کی نگہداشت:- ہمارے پیر جسم کے ایسے اعضاء ہیں جن کی دیکھ بھال کا خیال سب سے آخر میں کیا جاتا ہے۔ ہم اپنے پاؤں کو جسم کا فالتو حصہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں ہم اس کو اس وقت تک نظر انداز کرتے رہتے ہیں جب تک وہ خود کسی تکلیف کا شکار ہو کر اپنی توجہ ہماری طرف مبذول نہیں کروا لیتے۔ جب کہ جسم کے دوسرے اعضاء کی بہ نسبت پیروں کو زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ پورے جسم کا بوجھ پاؤں ہی اٹھاتے ہیں۔

پیروں کے متعلق ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی میں انسان پیروں سے تقریباً اتنا چلتا ہے جو پوری دنیا کے اطراف دو مرتبہ چکر لگانے کے برابر ہوتا ہے عموماً ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ پیروں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے لوگ اپنے پیروں کو چھپا کر رکھتے ہیں کیونکہ عدم توجہ اور حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے جلد کھردری ہو جاتی ہے۔ ایڑیاں پھٹ جاتی ہیں اور ناخن بے ترتیبی سے بڑھتے ہیں۔ پیر آپ کی تھوڑی سی توجہ چاہتے ہیں۔ ان کی حفاظت کرنے کے لئے کوئی لمبی چوڑی پلاننگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ذرا سی محنت اور تھوڑا سا وقت دے کر آپ اپنے پیروں کو خوبصورت بنا سکتی ہیں۔

ذیل میں درج طریقوں پر عمل کرنے سے آپ کے پاؤں نہ صرف ملائم اور خوبصورت نظر آئیں گے بلکہ چھالے پڑنے اور ایڑیاں پھٹنے وغیرہ کی مصیبت سے بھی

Scanned with CamScanner

نجات مل جائے گی۔
⊙… نہانے سے قبل پیروں کے نیچے جھانواں یا اسکرب رگڑنے سے مردہ جلد اتر جائے گی اور پیر نرم و ملائم رہیں گے۔
⊙… پاؤں دھونے کے بعد تھوڑا سا ٹالکم پاؤڈر چھڑکنے سے پیر الرجی اور انفیکشن سے محفوظ رہتے ہیں۔ رات کو سونے سے قبل پاؤں پر موئسچرائزر کا مساج کرنے کے بعد موزے پہن لیں۔ اس سے موئسچرائزر اچھی طرح جذب ہو جائے گا۔
⊙… اگر آپ کے پاؤں میں سوجن اور تکلیف ہو رہی ہو تو ایک بوتل میں پانی بھر کر فریزر میں رکھ دیں۔ جب پانی جم جائے تو اس بوتل کو پیروں پر رگڑنے سے سوجن اور تکلیف کی شکایت کم ہو جائے گی۔
⊙… پیروں کو سیب، عرقِ صندل اور سرکہ ملے نیم گرم پانی میں ڈال کر رکھیں تاکہ پیروں کی قدرتی نمی برقرار رہے۔
عموماً سردیوں میں پاؤں پھٹ جانے کی شکایت عام ہے۔ اس کے لئے گلیسرین میں صابن کے ٹکڑے ڈال کر پکائیں اور صبح و شام اس کو پیروں پر لگانے سے پیر اپنی کھوئی ہوئی نمی واپس پا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سردیوں میں رات کو پاؤں میں ویسلین لگا کر سونے سے بھی پاؤں ملائم رہتے ہیں۔
اگر سردیوں میں پیر سوج کر سرخ ہو جائیں تو اس کے لئے دیسی شلجم ابلالیں۔ ابلے پانی میں نمک اور سرسوں کا تیل ملا کر پیر اس میں ڈبوئیں اور ابلے ہوئے شلجم آہستہ آہستہ انگلیوں پر ملیں۔ تھوڑی دیر ایسا کرنے کے بعد پیر خشک کر کے کپڑے لپیٹ کر سو جائیں اور ہوا نہ لگنے دیں۔ چند روز یہ عمل کرنے سے پیر ٹھیک ہو جائیں گے۔
زیتون کے تیل میں لیموں کا رس ملا کر پیروں کی مالش کرنے سے پیر نرم و ملائم ہو جائیں گے۔ یا گلیسرین، عرق گلاب اور لیموں کا رس ملا کر پاؤں پر ملیں۔ سردیوں کے موسم میں موزے پہننے کی عادت ڈالیں اس سے پاؤں پھٹنے سے بچ جاتے ہیں۔

پیڈی کیور:-

1- سب سے پہلے پیروں کے تلوؤں سے مردہ جلد جھانواں یا اسکرب کی مدد سے اتار لیں اگر آپ کی جلد حساس ہے تو 1/4 کپ گندم کا چوکر 1/8 کپ پانی میں ملا کر پیروں پر رگڑیں۔
2- نیم گرم پانی سے بھرے ٹب میں پیروں کو ڈبو کر رکھیں۔ اس پانی میں آپ نمک، جڑی بوٹیاں، عطری تیل مثلاً گلاب یا پھر پودینے کا عرق وغیرہ شامل کر سکتی ہیں۔ اس سے ورم اور انفیکشن وغیرہ نہیں ہوتا۔
3- ناخنوں کی جڑوں کو تراش لیں مگر خیال رہے کہ جڑوں کو نقصان نہ پہنچے مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ پیڈی کیور اسٹک سے جڑوں کو ہلکے ہاتھ سے دبادیا کریں پھر جھانواں یا اسکرب سے ہلکا سا رگڑ لیا کریں۔

پاؤں کی ورزش:- ورزش کرتے وقت اپنے پیروں کو بھی دھیان میں رکھیں کہ وہ کیا محسوس کرتے ہیں۔ دوڑنا یا اسٹیپ مشین پر ورزش کرنے سے آپ کی ایڑیوں پر کافی دباؤ پڑتا ہے۔ اس کی نسبت تیراکی کرنے، سائیکل چلانے یا کوئی اور فٹنس کمبینیشن کو اپنانا بہتر ہے۔ یعنی یہ بات ضروری ہے کہ ورزش کے دوران کسی حصے پر زیادہ دباؤ نہ پڑے۔ پاؤں میں 26 ہڈیاں، 33 جوڑ، 100 بند اور تقریباً 175,000 پسینہ چھوڑنے والے غدود ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کو ایک تناسب سے حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے، ذیل میں دی گئی ورزشوں پر عمل کرنے سے آپ اپنے پیروں کو خوبصورت اور چاق و چوبند بنا سکتی ہیں۔
⊙… پنجے کی مدد سے پینسل کو اٹھائیں یہ عمل دونوں پنجوں سے باری باری دس مرتبہ دہرائیں۔
⊙… اپنے پیروں کی انگلیوں کو موڑیں اور کھولیں۔ یہ عمل تقریباً 20 بار دہرائیں۔

Scanned with CamScanner

اب پکڑوں کا ہر اسٹائل میرے لئے!
ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی
فائٹولاکا بیری
نے مُٹاپا ختم کر کے مجھے مستقل طور پر سلِم بنا دیا ہے۔
فائٹولاکا بیری عالمی شہرت یافتہ ڈاکٹر ولمار شوابے، جرمنی کی تیار کردہ، وزن گھٹانے اور مٹاپا دور کرنے کی مؤثر ترین ہومیوپیتھک دوا۔ یہ جسم کی فالتو چربی پگھلا کر بھوک کو اعتدال پر لاتی ہے اور اس کے ۳۰ دن کے استعمال سے ہی حیرت انگیز نتائج نمایاں نظر آنے لگتے ہیں۔
ہمارے کرم فرماؤں کی سہولت کے لئے فائٹولاکا بیری اب تمام ہومیوپیتھک اسٹورز کے علاوہ بڑے جنرل اسٹورز اور میڈیکل اسٹورز پر بھی دستیاب ہے۔
20 g tablets
Phytolacca
Berry Tablets
SCHWABE
امپورٹر،
دارالادویات
حسین اسکوائر، بلاک "ای" عقب مسٹر برگر (حیدری)
نارتھ ناظم آباد، کراچی - فون، 6638814
LINX
فائٹولاکا بیری وزن گھٹانے کی ٹیبلٹس
ایک ہلکی پھلکی خوراک - بلاشبہ

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

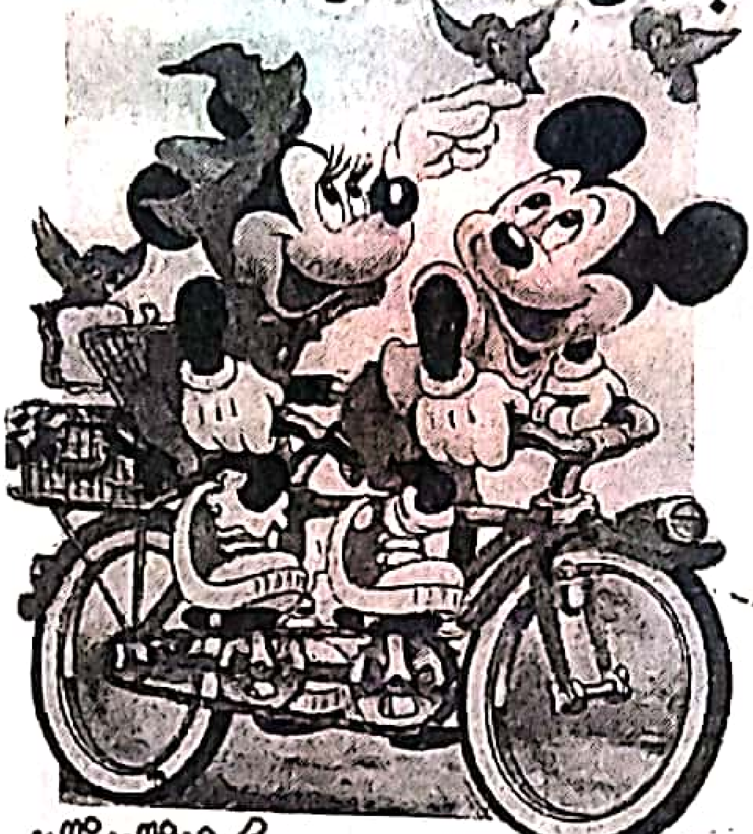

مرتبہ: محمد ذیشان خان

ملاقات

ننھے منے دوستو!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

کیسے امتحان ختم ہوگئے! بلکہ اب تو آپ پاس ہونے کا انتظار کررہے ہوں گے۔ ہماری طرف سے آپ کو ایڈوانس مبارکباد اور دعا ہے کہ "آپ یہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر امتحان میں کامیابی سے ہمکنار ہوں"۔

ہمیں خوشی ہے کہ بچوں نے صفحات کی تبدیلی کو پسند کیا اور ہمیں اپنی رائے سے نوازا ہم اس بار بھی نئے سلسلہ کا آغاز کررہے ہیں۔ آپ بھی ہمیں نئے سلسلوں سے آگاہ کرتے رہا کریں۔ جو ننھے مصور، "کارٹون یا تصاویر" بھیجنا چاہتے ہیں وہ سادہ کاغذ پر بلیک پین یا مارکر سے بنا کر بھیجیں ورنہ شائع کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ ہم انشاء اللہ اپنی اس کوشش کو جاری رکھیں گے اور آپ اسی طرح ہمیشہ ہمیں اپنے مشوروں اور تحریروں سے نوازتے رہیں گے۔ اب آپ "بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" پڑھیے اور مجھے اجازت دیجئے۔ خدا حافظ

فقط آپ کا دوست

سراپا رحمت

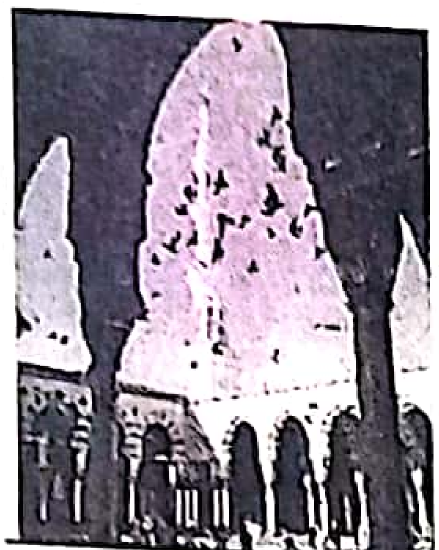

ایک روز حضور ﷺ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک نابینا عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ لوگ اسے دیکھ کر ہنسنے لگے لیکن رسول اکرم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حضور ﷺ نے آگے بڑھ کر اس عورت کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر پہنچادیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ روزانہ اس عورت کے گھر کھانا لے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک عورت مکہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی۔ اس کے سر پر اتنا بھاری بوجھ تھا کہ وہ بہت مشکل سے قدم اٹھا رہی تھی۔ لوگ اس بیچاری کا مذاق اڑانے لگے۔ رسول اکرم ﷺ قریب ہی موجود تھے، آپ ﷺ اس عورت کو مشکل میں گرفتار دیکھ کر فوراً آگے بڑھے اور اس کا بوجھ خود اٹھا کر اس کی منزل پر پہنچادیا۔

ایک روز رسول اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ایک غلام آٹا پیس رہا ہے اور ساتھ ہی درد سے کراہ رہا ہے۔ حضور ﷺ اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ بیچارا بیمار ہے لیکن اس کا ظالم آقا اس کی بیماری کے باوجود اسے اس مشقت سے چھٹی نہیں دیتا۔ حضور ﷺ نے آگے بڑھ کر اسے چکی کے پاس سے اٹھا کر ایک طرف آرام سے لٹادیا اور خود اس کی جگہ آٹا پیسنے لگے۔ سارا آٹا پیسنے کے بعد حضور ﷺ نے اس غلام سے فرمایا: "جب تمہیں اپنے آقا کے لئے آٹا پیسنا ہو تو مجھے بلالیا کرو"۔

Scanned with CamScanner

گلہری کا بدلہ

باسط عبدالحمید۔ کراچی

ایک تھی گلہری۔ اُس کا گھر ایک پرانے گھر کی دیوار کے موکھے (یعنی سوراخ) میں تھا۔ اُس کے دانت اتنے تیز تھے کہ ذرا سی دیر میں سخت سے سخت چیز کُتر کُتر کے ڈھیر لگا دیتی۔ مونگ پھلیاں تو ایسے پیارے انداز سے ننھے منے ہاتھوں سے پکڑ کر چھیل چھیل کر کھاتی کہ بس چپ چاپ بیٹھے دیکھتے ہی جاؤ۔ خالہ بلی کو دیکھ کر تو ایسی چٹ، چٹ، چٹاچٹ کرتی ہوئی بھاگتی کہ خالہ بلی ہونٹوں پر زبان پھیر کر کے صبر کر کے بیٹھ جاتیں کبھی کبھی وہ دھوکا دینے کے لئے آنکھیں بند کر کے اس طرح پڑ جاتیں جیسے بڑی گہری نیند سو رہی ہیں یا مر گئی ہیں مگر گلہری خالہ بلی سے بھی ہوشیار تھی۔ وہ اور بھی زور سے دم ہلا ہلا کر چٹ چٹ کرتی، جیسے کہہ رہی ہو، "بس خالہ بلی بہت سو چکیں اب اٹھ جاؤ، میں دھوکے میں آنے والی نہیں، تم مجھے نہیں پکڑ سکتیں"۔ خالہ بلی بڑی سوچتی رہتیں کہ گلہری سے اس بدتمیزی کا بدلہ کیسے لیں۔ آخر ایک ترکیب ان کی سمجھ میں آگئی۔ کوا تو خالہ بلی سے ڈرتا ہی نہیں، دو گز پرے بیٹھا کائیں کائیں کرتا ہے کہ دیکھو شیر کی خالہ، میں تمہارے کتنے قریب بیٹھا ہوا ہوں اور تم مجھے پکڑ بھی نہیں سکتیں تمہارا زور تو بیچاری چڑیوں اور بھولے بھالے کبوتروں پر چلتا ہے کہ گلا بھی دبا دو تو چوں نہیں کرتے، ذرا مجھے چھیڑ کے تو دیکھو، میرے سب دوست رشتے دار کیسے کائیں کائیں کر کے تمہارے سر پر ٹھونگیں ماریں گے کہ بس بھاگتی نظر آؤ گی۔ ایک دن کوا بیٹھا ہوا تھا کہ بلی بڑی نرمی سے بولی "میاؤں کوے! میاؤں کیسے ہو؟" کوا کائیں کائیں کر کے زور سے ہنسا، "کیا تم یہ پوچھ رہی ہو کہ میرا گوشت کیسا ہے؟ میرا گوشت چڑیوں اور کبوتروں جیسا مزے دار نہیں ہوتا"۔ بلی نے کہا، "نہیں بھئی، میں تو ابھی اتنے چھیچھڑے کھا کر آئی ہوں کہ چلا بھی نہیں جا رہا"۔ بلی صاف جھوٹ بول رہی تھی۔ بیچاری کو چار دن سے مرا ہوا چوہا تک نصیب نہیں ہوا تھا۔ "میں تو تمہارے بھلے کی بات کہہ رہی ہوں۔ ذرا غور سے سنو بات یہ ہے کہ وہ جو دیوار میں موکھا ہے اس میں گلہری کا گھر ہے میں نے بہت دنوں سے گلہری کو روئی کے پھوئے، نرم نرم کپڑوں کی کترنیں، مُستلی کے ٹکڑے اور کسی ننھی منی سی چنی کی گرم جراب بھی لے جاتے دیکھا تھا۔ اس نے یہ انتظام اپنے بچوں کے لیے کیا ہے اور معلوم ہے گلہری نے کتنے بچے دیئے ہوں گے؟"

"تم ہی بتاؤ!" کوے نے خوش ہو کر پوچھا۔ "تین چار ہوں گے، حلوے کی طرح نرم، نہ ان کے دانت ہوں گے نہ پنجے۔ دیکھ لو کیسی اچھی خبر سنائی ہے"۔ یہ سن کر کوے کے منہ میں پانی بھر آیا، آہا! کیسے مزے کے ہوں گے۔ دوسرے ہی دن کوے نے موکھے میں جھانکا تو سچ مچ تین چار بچے پڑے تھے، لیکن تھے بہت دُور اور موکھا آگے سے بہت چھوٹا تھا۔ کوا اسی دن سے تاک میں لگ گیا کہ موقع ملے اور گلہری کے بچوں کو کھائے۔ جب گلہری باہر ہوتی تو کوا روٹی کا ٹکڑا چونچ سے سوراخ میں ڈال کر بیٹھ جاتا، کہ بچے اُسے کھانے آئیں تو پکڑ لوں۔ ایک دن گلہری جلدی آگئی اُس نے کوے کو جو دیکھا تو غصے کی حد نہ رہی۔ اس دن سے گلہری نے قسم کھائی کہ جب تک اس کالے کلوٹے کوے سے بدلہ نہ لے لوں گی چین سے نہیں بیٹھوں گی۔ برسات شروع ہوئی تو گلہری اپنے گھر میں کھانے کا ذخیرہ کر کے چھپ کر بیٹھ گئی۔ کوا اپنے وقت پر یہ سمجھ کے آیا کہ بچے اکیلے ہوں گے۔ کیا خبر آج دھوکا کھا جائیں اور میں انہیں پکڑ لوں۔ جیسے ہی کوے نے اندر چونچ ڈالی۔ گلہری نے اپنے تیز دانتوں سے کوے کی چونچ پکڑ لی۔ اس کے تیز دانت چھالیہ اور بادام کے چھلکوں جیسی سخت چیزیں کترنے والے، سوئیوں کی طرح کوے کی چونچ میں گھس گئے اور اس کو ایسا دبایا کہ بیچارہ کیں کیں بھی نہ کر سکا اور گلہری نے اس کی چونچ کتر ڈالی۔ کوا چیختا ہوا اُڑا۔ ایک تو اُس کی چونچ میں سخت تکلیف، دوسرے یہ شرمندگی کہ سب کوے چڑائیں گے کہ میاں! گلہری کے بچے کھانا کوئی کھیل نہیں ہے۔ وہ اُڑتا اُڑتا دُور جنگل میں پرندوں کے ڈاکٹر بوڑھے گدھ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ خدا کے لیے ڈاکٹر صاحب، میری چونچ ٹھیک کر دیجئے۔ بوڑھے گدھ کو خوب یاد تھا کہ کسی مرے ہوئے جانور کی دعوت اُڑاتے وقت کوا اس کے منہ سے نوالہ چھین کر لے گیا تھا۔ اُسے بدلہ لینے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ بے پروائی سے بولا، "میاں کوے تم یہ چونچ ہی کٹوا دو۔ اس نوک ٹوٹی چونچ کا کیا کرو گے؟" کوا یہ سن کر ہائے ہائے کرتا ہوا اُڑ گیا۔ اب بھی جب کوے کو کہیں بلی نظر آتی ہے تو کائیں کائیں کر کے اُڑتا چلا جاتا ہے اور پنجے مارتا جاتا ہے، مگر اس سے کیا فائدہ، چونچ تو بے کار ہو ہی گئی۔

عنوان تجویز کیجئے

بارہ سال سے کم عمر بچے اس تصویر کا خوبصورت سا عنوان لکھ کر اس ماہ کی 12 تاریخ تک "بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" کا ٹوکن پُر کر کے ہمیں ارسال کر سکتے ہیں۔ بہترین عنوان پر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب "ہمارے بچے" ان کے آٹوگراف کے ساتھ انعام میں دی جائے گی۔

گذشتہ ماہ کی تصویر کا منتخب عنوان

مارچ 2001ء میں عنوان تجویز کیجئے کی تصویر کا۔ عنوان منتخب کرنے والوں میں سب سے بہترین عنوان "ہم موٹے دوست چھوٹے" قرار پایا، جو جہلم میں مقیم کامران محمود نے منتخب کیا۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ کامران محمود کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ آپ اپنا نام اور پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیج دیجئے تاکہ انعام جلد ہی آپ کو ارسال کر دیا جائے گا۔

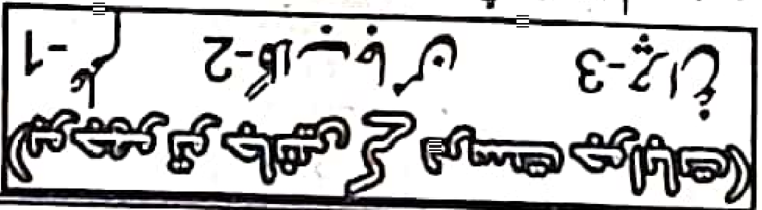

غرور کا انجام

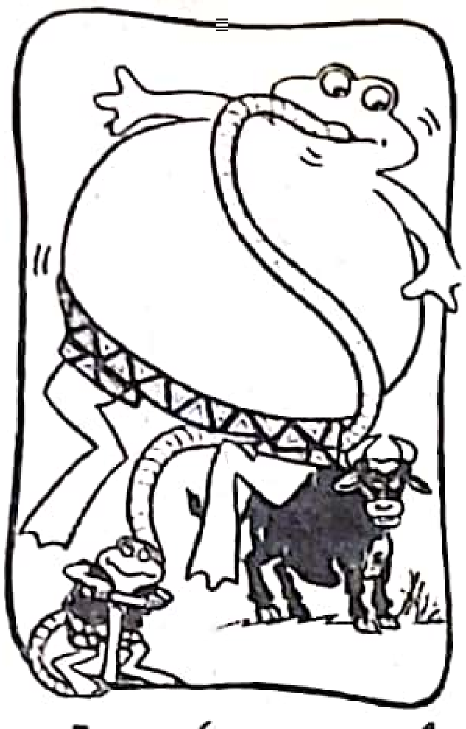

تنویر احمد۔ کوہاٹ

عرصہ ہوا ایک جنگل میں ایک مینڈک رہتا تھا۔ یہ مینڈک عام مینڈکوں سے کچھ بڑا تھا اس لیے ہر وقت اکڑتا رہتا اور دوسروں پر رعب جماتا۔ بے چارے چھوٹے مینڈک اس سے ڈرتے تھے لہٰذا اس کا حکم مانتے۔ اتفاق کی بات ایک دن ایک بیل گھاس چرتا ہوا ادھر آنکلا۔ دو مینڈک جو جوہڑ کے کنارے کھیل رہے تھے بیل کو دیکھ کر بڑے حیران ہوئے کہ ان کے سردار مینڈک سے بڑا جانور کدھر سے آگیا۔ دونوں بھاگے بھاگے سردار مینڈک کے پاس گئے اور چلائے "سردار! کیا تم سب سے بڑے ہو؟" سردار مینڈک نے جوش میں کہا۔ "اس میں کیا شک ہے"۔ "لیکن سردار۔ ادھر ہم نے ایک تم سے بھی بڑا جانور دیکھا ہے"۔ چھوٹے مینڈک نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "کیا بکتے ہو" سردار مینڈک گرجا اور بڑھک لگا کر بولا "کون ہے جو ہم سے بڑا ہے آؤ میرے ساتھ مجھے بھی تو دکھاؤ"۔ دونوں چھوٹے مینڈک اسے لئے بیل کے پاس پہنچ گئے۔ سردار مینڈک نے جو بیل کو دیکھا تو پریشان ہو گیا کہ یہ مصیبت کدھر سے آگئی ہے۔ پھر اس نے قہقہہ لگایا اور بولا "ارے چھوٹے مینڈکو۔ تم بڑے ہی بے وقوف ہو۔ عقل تو تمہیں چھو کر نہیں گزری۔ ارے یہ کوئی بڑا جانور نہیں ہے بس اس میں ہوا بھری ہوئی ہے اس لیے پھول گیا ہے لو ابھی میں تمہیں اتنا بڑا ہو کر دکھاتا ہوں"۔ سردار مینڈک نے منہ کھول کر لمبے لمبے سانس لے کر خود کو کسی غبارے کی طرح پھلانا شروع کر دیا۔ خود میں ہوا بھر بھر کر مینڈک اپنے جسم سے دوگنا ہو گیا اور ہانپتا ہوا بولا۔ "کیا اب میں بھی اس جتنا بڑا ہوں؟" "نہیں سردار۔ ابھی تو تم بہت چھوٹے ہو"۔ دونوں مینڈک چلائے۔ مینڈک سردار تو گرمی کھانے لگا اپنے اندر اور ہوا بھرنے لگا۔ زیادہ اور زیادہ حتیٰ کہ اس نے گنجائش سے زیادہ ہوا اپنے اندر بھر لی پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ مینڈک سردار کا پیٹ کسی غبارے کی طرح پھٹ گیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ سچ ہے غرور کا انجام برا ہوتا ہے۔

ہاتھی اور بندر

سیدہ وجیہہ توفیق

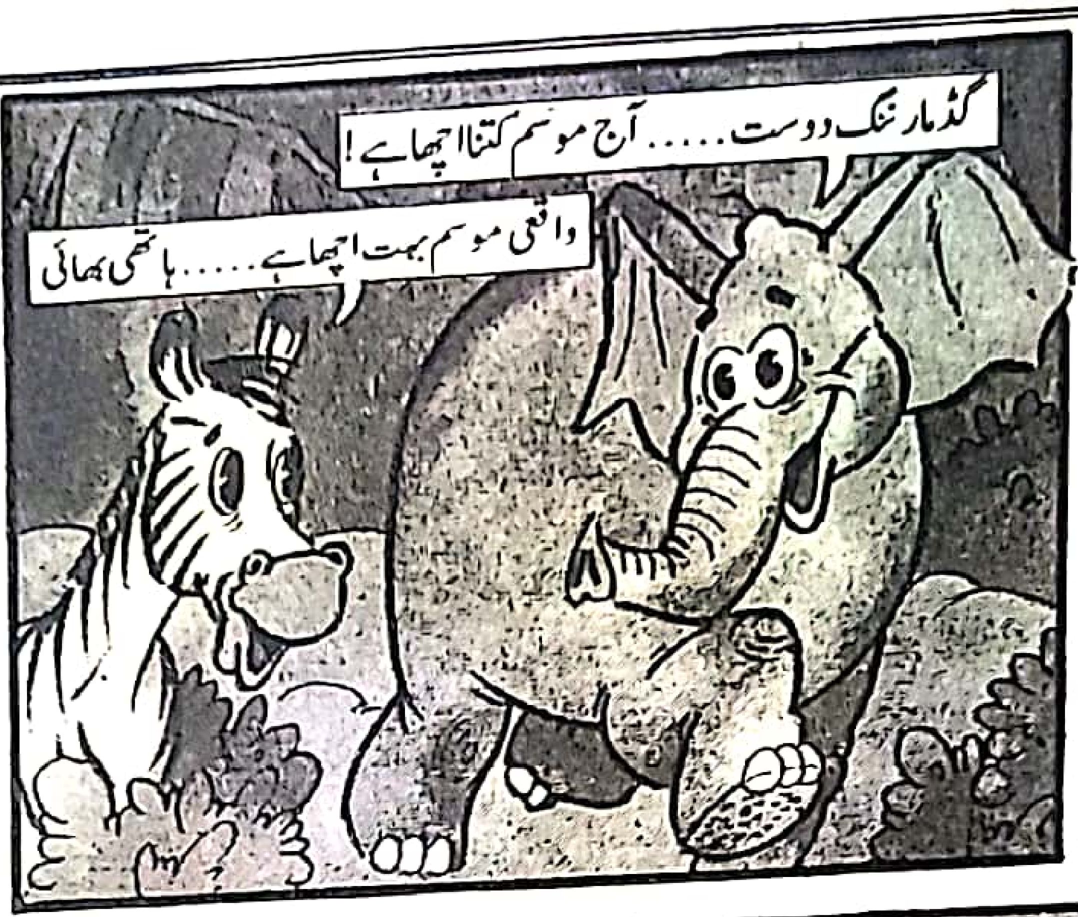

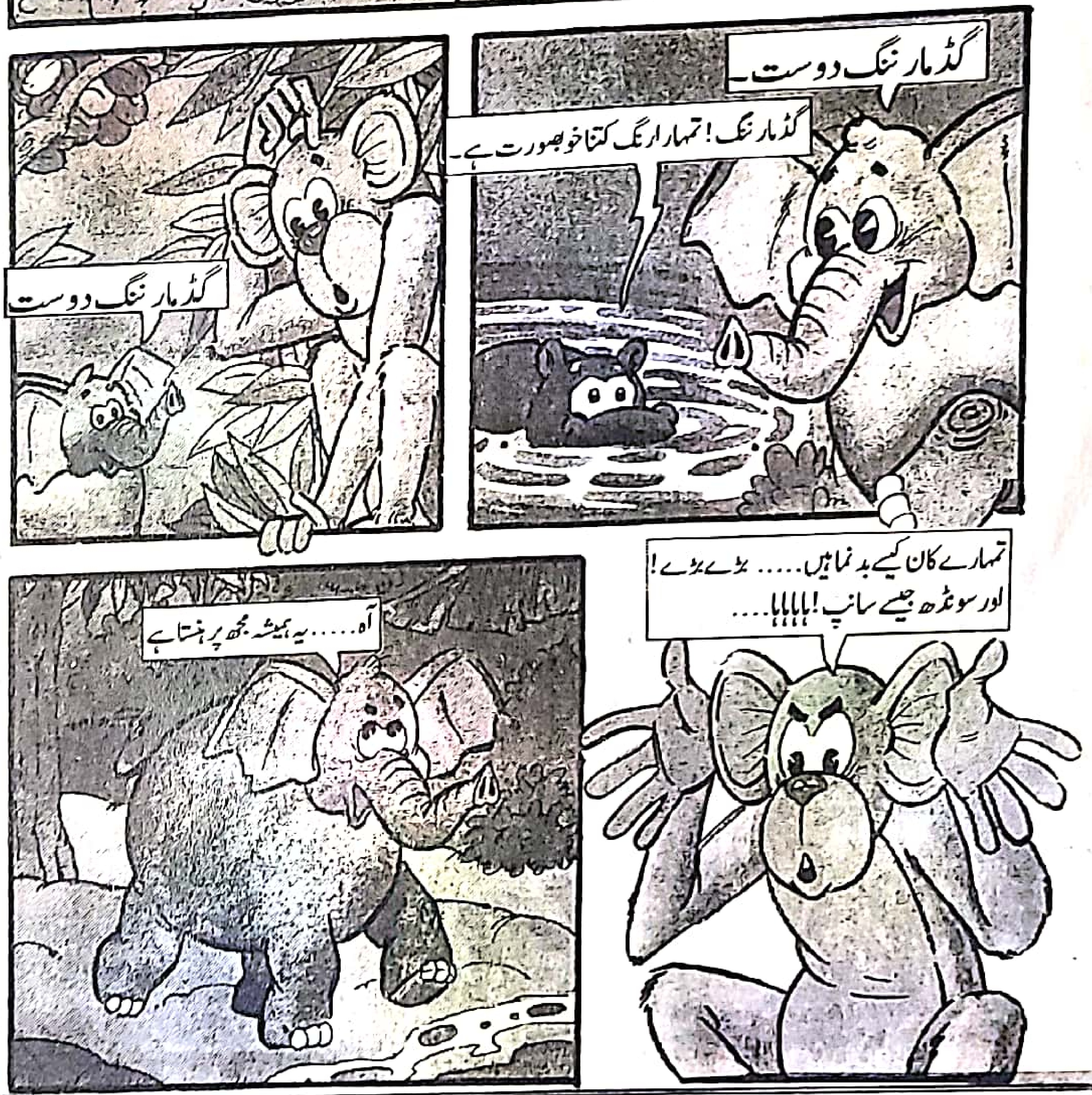

یہ نہیں جانتا کہ یہ کان دور تک سن سکتے ہیں اور یہ سونڈھ.....
بچاؤ!..... بچاؤ!.....
یہ تو بندر کی آواز ہے... دیکھیں اس کے ساتھ کیا ہوا؟
آ... میری دُم
گھبراؤ مت..... میری سونڈھ اسی کام کے لئے ہے
شکریہ میرے دوست۔ اگر تمہارے کان بڑے نہ ہوتے تو تم میری آواز نہ سن پاتے اور اگر تمہاری سونڈھ لمبی نہ ہوتی تو تم میری دُم نہ بچاپاتے۔
امید ہے تم یہ سبق نہیں بھولو گے۔

بلی آئی

دیکھو چوہو بلی آئی
چوہوں نے بھی لی انگڑائی
بلی نے جو دوڑ لگائی
چوہوں نے رفتار بڑھائی
بلی نے اک چوہا پکڑا
اپنے منہ میں اس کو جکڑا
زور سے اس کو جھٹکا مارا
ہوگیا وہ اللہ کو پیارا
باقی چوہے ڈر کے بھاگے
دائیں ، بائیں پیچھے آگے

(مرسلہ: حرا رئیس)

بوجھو تو جانیں

دنیا میں ہے ایک خزانہ
اُس کا مالک بڑا سیانا
اس کو ہاتھوں ہاتھ لٹائے
پر دولت بڑھتی ہی جائے

نرم نرم اور گول گول
آدھا پھل اور آدھا پھول

بیل پڑی تالاب میں پھول کھلتا جائے
عجب تماشا میں نے دیکھا پھول بیل کو کھائے

رنگ بھریئے

چڑیا گھر آپ کے گھر

پیارے دوستو! فرصت کے لمحات میں محض اپنے ہاتھوں کے مختلف زاویوں کی مدد سے آپ بہت سے جانور بنا کر خود بھی محظوظ ہو سکتے ہیں اور اپنے دوستوں کو بھی حیران کرسکتے ہیں۔ ہاتھوں کے انداز کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ذرا سی کوشش کے بعد یقیناً کامیاب ہو جائیں گے۔ ہم ہر ماہ نئے جانوروں کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

جادو کے کھیل

خفیہ تحریر

(مرسلہ: کریم خان۔ کراچی)

پیارے دوستو! اس مرتبہ ہم آپ کو ایسی روشنائی کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ آپ جو چاہیں لکھیں وہ آپ کے علاوہ کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ آپ جب چاہیں اسے پڑھ سکتے ہیں یہ روشنائی Ink تین طرح سے بنا سکتے ہیں۔

ایک پیاز کا رس نکال لیں اور اسے قلم میں Ink کی جگہ بھر لیں اور کسی سادے کاغذ پر لکھیں بظاہر تو کچھ پڑھا نہیں جائے گا لیکن جب آپ اس کو لیمپ چراغ یا موم بتی کے قریب لے جائیں گے تو گرمی اور تپش سے پیاز کا رس سرخ ہو جائے گا اور لکھائی واضح نظر آنے لگ جائے گی۔ اسی طرح لیموں کے عرق سے لکھیں سوکھ جانے پر کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ کیا لکھا ہے مگر جب آپ اس پر پنسل پھیریں گے تو لکھائی واضح ہو جائے گی۔ موم کے سفید رنگ یا سفید موم بتی سے کسی سفید گتے پر لکھیں اور اس پر واٹر کلر پھیریں تو موم سے لکھی گئی تحریر آپ کو نظر آنے لگے گی۔

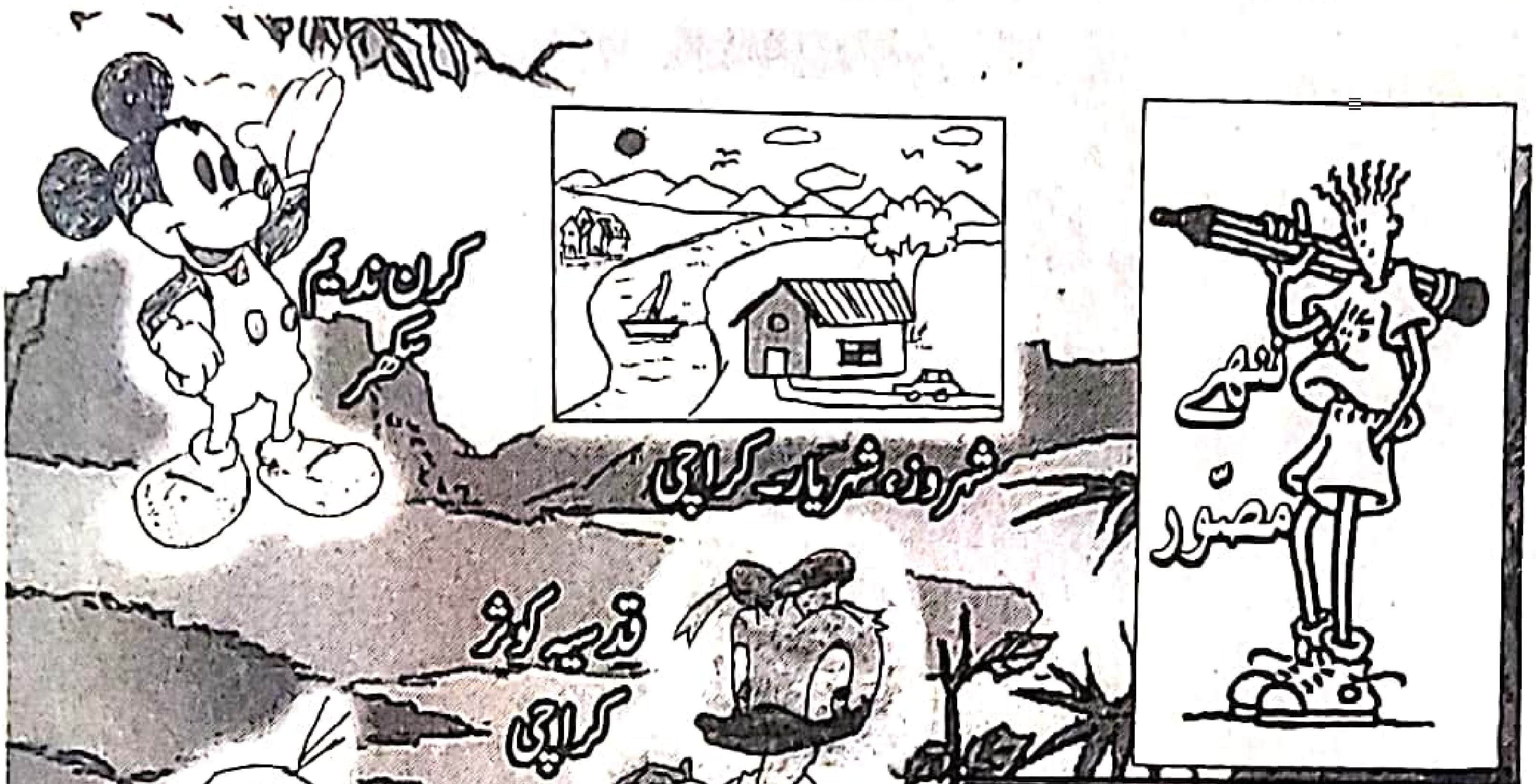

بغیر لائنوں والے سادے کاغذ پر بلیک پین سے بنائی ہوئی ننھے مصوروں کی تصاویر اس حصے میں شائع کی جائیں گی۔ اپنی بنائی ہوئی تصاویر کے ہمراہ "بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" کا ٹوکن منسلک کر کے ہمیں ارسال کریں۔

مسکرائیے

☺......ایک مدرسے میں حافظوں اور طالب علموں کو عموماً کھانے کے لئے ایسی دال دی جاتی تھی جس میں دال کم اور پانی زیادہ ہوتا تھا۔ ایک دن دو طالب علم آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک طالب علم کہہ رہا تھا کہ جائز ہے جبکہ دوسرے طالب علم کا اصرار تھا کہ ناجائز ہے اسی طرح بحث ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ شور کی وجہ سے مزید طالب علم آگئے اور دو گروپ بن گئے جس کی وجہ سے معاملہ مزید بگڑ گیا۔ مدرسے کے مولوی صاحب آئے اور پوچھا کیا معاملہ ہے؟

ایک گروپ بولا...... "ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے"۔ دوسرا گروپ بولا...... "ہم کہتے ہیں کہ ناجائز ہے"۔ مولوی صاحب نے پوچھا...... "کیا جائز اور کیا ناجائز ہے"۔

ایک گروپ بولا...... "ہم کہتے ہیں مدرسے کی دال سے وضو کرنا جائز ہے مگر دوسرا گروپ کہتا ہے کہ مدرسے کی دال سے وضو کرنا ناجائز ہے"۔

(مرسلہ: شاہد حسین)

☺......ایک سائنسدان رات کو اپنی رصدگاہ میں دوربین سے آنکھ لگائے آسمان پر تاروں کا مشاہدہ کر رہا تھا رصد گاہ کے نئے چوکیدار نے اتنے میں آسمان پر ایک تارا ٹوٹتے ہوئے دیکھا تو وہ سائنس دان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بولا واہ صاحب واہ خوب نشانہ ہے آپ کا۔

(مرسلہ: امبر انصاری)

☺......چندہ مانگنے والے (کنجوس امیر آدمی سے): "ہم نے لوگوں کی بھلائی کے لئے ایک تالاب بنانا شروع کیا ہے۔ مہربانی کر کے آپ بھی تعاون فرمائیں۔

کنجوس آدمی۔ "واقعی تالاب کی سخت ضرورت ہے۔ میں تعاون کرنے کو تیار ہوں"۔

یہ کہہ کر اس نے نوکر کو آواز دی۔

فضلو! ان لوگوں کو تالاب کے لئے دو بالٹی پانی دے دو۔

(مرسلہ: رخسانہ آصف۔ نارتھ کراچی)

☺......ماں بیٹے سے: بیٹا جغرافیہ کا کوئی سوال نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لینا

بیٹا: ماں! دیوارِ چین کہاں ہے؟

ماں: مجھے نہیں معلوم

بیٹا: اچھا! دریائے نیل کہاں ہے؟

ماں: یہیں کہیں غسل خانے میں رکھا ہوگا۔

(مرسلہ: ربیعہ اظہر۔ راولپنڈی)

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

"کھلتی کلیاں مہکتے پھول" میں تصویر بھیجتے وقت یہ خیال رکھیں کہ تصویر دھندلی اور غیر واضح نہ ہو۔ تصویر کی پشت پر نام اور شہر کا نام ضرور لکھیں اور "بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" کا کوپن ہمراہ ارسال کرنا نہ بھولیں۔

محوِ حیرت ہوں میں..... قرۃ ارشد، ماریہ شبیر، حمنہ سحر۔ کراچی

داتا گنج بخشؒ کے مزار پر خوشیاں سمیٹتے ہوئے حفصہ گل کراچی

سیّد محمد عبدالکبیر۔ کراچی

تیمور احمد۔ لاہور

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبہ کے موضوع پر سائنسی طرزوں پر شب و روز تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ مسلسل عرق ریزی کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ مراقبہ سے انسان کو ہمہ جہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں چنانچہ مراقبہ کو مغرب میں ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دی جا رہی ہے۔ مشرق میں اہلِ روحانیت نے معرفت، طریقت اور ماورائی علوم میں مراقبہ کے ذریعے بلند پایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ مراقبہ کے ذریعے ہماری ماورائی صلاحیتیں بیدار ہو سکتی ہیں اس کے علاوہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ہماری عام زندگی پر بھی اس کے اثرات کئی طرح سے رونما ہوتے ہیں۔ مراقبہ کے ذریعے جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذہنی صلاحیتوں کو جِلا ملتی ہے۔ قوتِ حیات میں اضافہ ہوتا ہے۔ آدمی جادو ٹونے اور آسیب سے محفوظ رہتا ہے۔ گھر میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔

اس کالم کے ذریعے ہم مراقبہ کے دوران پیش آنے والی روحانی واردات و کیفیات کے ساتھ اس کے عملی زندگی پر پڑنے والے اثرات بھی قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اگر آپ نے مراقبہ کے ذریعے اپنے اندر کوئی مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو لکھ کر روحانی ڈائجسٹ کے ایڈریس پر ارسال کر دیجئے ہم اسے اس کالم کی زینت بنائیں گے۔ لفافے پر کیفیاتِ مراقبہ ضرور تحریر کریں۔ ایسے خواتین و حضرات جو اپنے لئے موزوں مراقبہ اور اس کا طریقہ کار معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے خطوط مندرجہ ذیل پتہ پر ٹکٹ لگے ہوئے جوابی لفافے کے ہمراہ ارسال کریں۔

روحانی اسکول

D-1 , 1/7 ناظم آباد کراچی 74600

عمران نور - کراچی

استغراق کی مشق کے بعد مراقبہ شروع کیا تھوڑی دیر آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا اندھیرے کی سیاہ اسکرین پر دفعتاً ایک زرد رنگ کا چوکور ڈبہ نظر آیا جس میں کسی تاج والے پرندے کی شبیہ تھی جس کی آنکھیں سبز اور سیاہ تھیں اچانک وہ چوکور ڈبہ کانچ کی طرح ٹوٹ گیا اور اس کے ٹکڑے بکھر گئے اور اس میں سے زرد روشنیاں نکل کر چاروں طرف پھیل گئیں زرد روشنیوں پر غور کیا تو ان میں چوکور خانے نظر آنے لگے۔ اچانک دستک کی آواز آئی کوئی کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا میں نے مراقبہ ختم کر دیا۔

عدنان خان - کراچی

فجر کی نماز ادا کر کے کھلی چھت پر مراقبہ کے لئے بیٹھ گیا درود شریف پڑھتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں ایسا لگا جیسے چاروں طرف خوشبو پھیل رہی ہے اور یہ خوشبو میرے دل سے اٹھ رہی ہے درود شریف اور ورد کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور ذہن کو آزاد چھوڑ دیا پھر میں بھول گیا کہ مراقبہ کر رہا ہوں اور بیٹھے بیٹھے امتحان کے لئے یاد کئے ہوئے جوابات دھرانے لگا۔ جوابات دھراتے ہوئے

Imagination اس قدر بڑھ گئی کہ جولبات واضح تصاویر کے ساتھ سامنے آنے لگے اور اسی طرح بیٹھے بیٹھے میں نے 5 Year کے یاد کیے ہوئے تمام جولبات دہرا لیے جولبات دھرانے کے بعد آنکھیں کھولیں تو یاد آیا کہ میں مراقبہ کر رہا تھا جا کر گھڑی دیکھی تو صرف آدھا گھنٹہ گزرا تھا حیرت ہونے لگی کہ جن جولبات کو دھرانے میں پورا دن لگ جاتا تھا وہ مراقبہ کے دوران صرف آدھے گھنٹے میں ہی پورے ہو گئے پھر مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ مراقبہ میں ذہن کی رفتار بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

خورشید ۔ اسلام آباد

آج مراقبہ شروع کیا تو چند منٹ بعد ہی ذہن خالی ہو گیا اور مکمل سکوت طاری رہا ہلکی دودھیا روشنی سی چاروں طرف محسوس ہونے لگی پھر جسم اس قدر پُر سکون اور ہلکا ہو گیا کہ جیسے ابھی ہوا میں اڑنے لگے گا اسی طرح کافی دیر بیٹھا رہا لیکن کوئی کیفیت مرتب نہیں ہوئی۔ جب سے مراقبہ شروع کیا ہے میر لبلڈ پریشر جو کہ پہلے ہائی رہتا تھا اب نارمل رہنے لگا ہے۔

ثمرہ اقبال۔ لاہور

پچھلے بیس دن سے مراقبہ کی مشق شروع کی ہوئی ہے۔ رات کو سونے سے پہلے اور صبح فجر کی نماز سے قبل مراقبہ پابندی سے کر رہی ہوں۔ لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے اپنے طور پر کوشش بھی کی مجھے بھی کچھ روشنیاں اور ماورائی دنیا کی جھلک نظر آئے لیکن دوران مراقبہ آنکھوں کے سامنے اندھیرے کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ دونوں وقت میں نصف نصف گھنٹہ مراقبہ کر رہی ہوں لیکن ابھی تک کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ ہاں البتہ دسویں روز سے مجھے مراقبہ کے دوران اپنی بے خبری کا شدید احساس ہوا۔ ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میں دس پندرہ منٹ کے لئے اردگرد کے ماحول، باہر سے آنے والی آوازوں، اور خود اپنے آپ سے بے خبر ہو گئی ہوں، جیسے نیند یا غنودگی کے دوران ہوتا ہے۔ لیکن میں اس کیفیت کو نیند یا غنودگی کا نام نہیں دے سکتی کیوں کہ غنودگی کی کیفیت سے نکلنے کے بعد دماغ بوجھل ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بھی نیند کا تاثر ملتا ہے لیکن میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا بلکہ خلافِ معمول میں نے خود کو بہت زیادہ فریش محسوس کیا۔ مجھے ایسے لگا کہ جیسے میں کسی پُر فضا اور سرسبز وادی کی سیر کر کے آئی ہوں۔ پھر رفتہ رفتہ اس کیفیت کے دورانیہ میں اضافہ ہونے لگا.....

پندرھویں روز یہ کیفیت تقریباً بیس منٹ تک مجھ پر طاری رہی.....

سولھویں روز مغرب کی نماز کے دوران مجھ پر یہ خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ لیکن ذہن میں یہ خیال قائم رہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے نہایت عاجزی کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑی ہوئی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر رہی ہوں۔

نماز ختم کرنے کے بعد مجھ پر گداز کا کچھ ایسا غلبہ ہوا کہ میں آنسوؤں کے ساتھ رونے لگی اور بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنے لگی کہ "اللہ میں آپ کی نہایت گناہ گار بندی ہوں مجھے آپ کی ہر لحہ رحم و کرم کی ضرورت ہے"۔ پھر میں نے اپنے گھر والوں اور اپنی سہیلیوں کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں اور اُس کے بعد میرے دل میں یہ یقین داخل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے ساتھ میری دعائیں قبول کر لی ہیں۔

مراقبہ کے دوران آج بیسویں دن تک مجھے کوئی روشنی یا ماورائی دنیا کی کوئی ہلکی سی بھی جھلک نظر نہیں آسکی ہے۔ ایک حد تک تو مجھے اُس کا افسوس بھی ہے لیکن مجھے یہ جو کیفیت حاصل ہوئی اُس نے مجھے اس حد تک سرشار کر دیا ہے کہ کچھ دکھائی نہ دینے کا افسوس بھی کم ہو گیا۔ میرے فیملی ممبرز نے میرے چہرے پر نمودار ہونے والی تروتازگی اور طمانیت کو بھی نوٹ کیا ہے۔

محمد جاوید آرائیں۔ سکھر

دوران مراقبہ ایسا محسوس ہوا کہ میرا جسم نہایت ہلکا ہو گیا ہے اور میں ذہن کے ارادے کے ساتھ حرکت

کر سکتا ہوں۔ پھر مجھے ایک خوبصورت باغ نظر آیا جہاں مختلف قسم کے پرندے درختوں پر بیٹھے اپنی اپنی بولیوں میں نجانے کیا بات کررہے تھے۔ اس باغ میں ایک وسیع و عریض جھیل بھی تھی۔ اس جھیل میں مرغابیاں اور بطخیں تیر رہی تھیں۔ جھیل کا پانی اس قدر شفاف تھا کہ اُس کے اندر موجود رنگ برنگی مچھلیاں بالکل صاف نظر آرہی تھیں۔ باغ میں نرم مخملیں گھاس پر چلتے ہوئے بے انتہا سکون کا احساس ہوا اس باغ کے پھولوں میں کچھ ایسی خاص بات تھی کہ اُن سے نظر ہٹانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

سرمد بلوچ ۔ خضدار

مراقبے کے دوران میں نے دیکھا کہ ایک نکتہ میرے ماتھے پر روشن ہے اُس نکتے میں سے کبھی نیلے رنگ کی روشنیاں اور کبھی سفید رنگ کی روشنیاں نکل کر اردگرد پھیل رہی ہیں۔ پھر یہ منظر یک لخت غائب ہوگیا اور آنکھوں سامنے ایک سفید چادر سی تن گئی۔ مختلف قسم کی آوازیں سنائی دیں ایک آواز جیٹ طیارے کی آواز سے مشابہہ تھی...... پھر کافی دیر تک لوننوں کے گلے میں پڑی گھنٹیوں کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر مرشد کریم کا چہرہ اپنی مخصوص اور پُر شفقت مسکراہٹ کے ساتھ سامنے آگیا اور مراقبہ کے اختتام تک مرشد کریم کا چہرہ نگاہوں کے سامنے رہا۔ پھر دوران خواب بھی مرشد کریم کی ہستی کا احساس غالب رہا اور اگلے دن دورانِ کار بھی ایسا محسوس ہوتا رہا کہ مرشد کریم میرے ہمراہ ہیں۔ اس احساس کے غلبے نے میرے ذہن و قلب کو اس قدر سکون بہم پہنچایا کہ میں بیان نہیں کرسکتا......

محمد ارشد بٹ ۔ کراچی

مجھے گذشتہ دو سال سے شدید سر درد کی شکایت ہے۔ مختلف ڈاکٹروں سے علاج کروالیا لیکن وقتی فائدہ کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا...... پھر ایک ڈاکٹر نے کچھ زیادہ ہائی پاور کی دوائیں دیں جس سے میرے معدے کا سسٹم تلپٹ ہوکر رہ گیا۔ کافی عرصے تک معدہ کا سسٹم درست نہ ہوا تو اُس کا نتیجہ جسمانی و اعصابی کمزوری کی صورت میں نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے میں ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل ہوگیا اور تنگ آکر میں نے ہر قسم کا علاج ترک کردیا لیکن یہ رویہ بھی درست نہ تھا۔ اس لئے میں بالکل بستر ہی سے لگ گیا۔ گھر والے پھر مجھے ایک معالج کے پاس لے گئے، اُس کی دواؤں سے بھی مجھے وقتی طور پر فائدہ ہوا۔ میرے ایک دوست عظیمی صاحب کے بہت فین ہیں انہوں نے مجھے عظیمی صاحب کی کتاب "مراقبہ" پڑھنے کے لئے دی۔ میں نے اُس کتاب میں سے مراقبہ کے ایک موافق طریقہ کار پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ میرے گھر والے مراقبہ وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے جب انہیں پتہ چلا کہ میں مراقبہ کرنا چاہتا ہوں تو سب نے بہت ڈرایا کہ یہ کوئی جلالی عمل ہے اس سے کہیں کوئی نقصان نہ ہوجائے۔ اتفاق سے اُسی روز ہمارے دوست بھی آن پہنچے انہوں نے تقریباً دو گھنٹے تک مراقبہ پر اس قدر جامع اور مدلل گفتگو کی کہ بہت سے لوگ قائل ہوگئے اور جو قائل ہونا نہیں چاہتے تھے کم از کم اُن کے منہ بند ہوگئے۔

پھر میں نے اگلے روز سے مراقبہ شروع کیا دس پندرہ دن تک کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہوا پھر رفتہ رفتہ نقاہت اور کمزوری دور ہونے لگی اور غذا ہضم ہوکر جزوِ بدن بننے لگی۔ سر کے درد کی شدت میں بھی میں نے ایک ماہ کے بعد بہت فرق محسوس کیا۔

انجم زمان ۔ کراچی

کالج سے آنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کی اور مراقبہ کرنے لگا تھوڑی دیر بعد ہی یکسوئی قائم ہوگئی اور ایسا محسوس ہوا جیسے نیلی روشنیاں بارش کی طرح برس رہی ہیں اور جلد کے ذریعے جسم میں جذب ہورہی ہیں۔ تقریباً 15 منٹ تک مراقبہ کیا۔ نیلی روشنی کا مراقبہ کرنے سے ذہنی استعداد میں کافی اضافہ محسوس کررہا ہوں اور نیند بھی بہت اچھی آنے لگی ہے۔ اسی لئے مراقبہ کو میں نے روزمرہ کے معمولات میں شامل رکھا ہوا ہے۔